ماجدولین نمبر
نگار پاکستان
فی پرچہ
تین روپیہ
مدیر اعلیٰ : نیاز فتحپوری

رجسٹرڈ نمبر ایس ۲۴۰۲
ٹیلیفون نمبر ۷۲۶۹۳

مدیرِ اعلیٰ
نیاز فتحپوری

زرِ سالانہ
دس روپے

قیمت فی کاپی
تین روپے

نگارِ پاکستان ۳۲ گارڈن مارکیٹ کراچی ۳

عارف نیازی نے مشہور آفسٹ پریس کراچی میں چھپوا کر ادارۂ ادبِ عالیہ سے شائع کیا

"ماجدولین" یا "زیر سایۂ زیزفون" فرانس کے
بے مثال ادیب "الفونس کار" کا ایک شاہکار جسے
مصر کے ادیب شہیر "مصطفیٰ لطفی المنفلوطی" نے
عربی دُنیا کے سامنے پیش کیا اور "نگار" نے
اُردو دُنیا کے سامنے،

ترجمہ :- حکیم رشید احمد معتصم

اصلاح و ترمیم :- نیاز فتحپوری

کچھ ماجد ولین نمبر کے متعلق

نیاز فتحپوری

وسط ۱۹۳۶ء کی بات ہے کہ بریلی کے ایک صاحب حکیم رشید احمد صاحب معتصم لکھنؤ آئے اور ماجد ولین کا مسودہ میرے پاس چھوڑ گئے۔ میں اس کو پڑھ کر اس درجہ متاثر ہوا کہ میں نے اسے ۳۷ء کے سالنامہ نگار کی حیثیت سے شایع کرنا طے کر لیا۔

یہ فسانہ دراصل ایک مشہور فرانسیسی ادیب "الفنس کار" کا ایک شاہکار ہے جسے عربی دنیا میں مصر کے سب سے پہلے ادیب شہیر مصطفیٰ لطفی المنفلوطی نے پیش کیا اور اسی عربی ترجمہ کو حکیم رشید احمد صاحب نے اُردو میں منتقل کیا۔

فرانسیسی زبان سے ناواقف ہونے کی بنا پر میں "الفنس کار" کے اس فسانہ اور اس کے محاسن سے تو لطف اندوز نہیں ہو سکا لیکن منفلوطی نے جو ترجمہ اس کا عربی میں کیا تھا اسے ضرور میں نے دیکھا اور یہ دیکھ کر مجھے بڑی حیرت ہوئی کہ وہ کس طرح اصل تصنیف کے انداز بیان کو اتنی خوبی و صداقت کے ساتھ عربی میں منتقل کر سکا۔

اس کے بعد جب رشید احمد صاحب کے اُردو ترجمہ کا میں نے منفلوطی کے ترجمہ سے مقابلہ کیا تو یہ بھی مجھے پسند آیا، لیکن جس حد تک زبان و انداز بیان کا تعلق ہے، میں نے ضرور جا بجا اصلاح و ترمیم سے کام لیا اور اس طرح یہ سالنامہ نگار کی حیثیت سے ۳۷ء میں شایع ہو گیا اور اتنا پسند کیا گیا کہ چھ مہینے کے اندر ہی اندر تمام کاپیاں ختم ہو گئیں۔

جس وقت میں لکھنؤ میں تھا اس وقت اس کی مانگ اتنی بڑھ گئی تھی کہ اس کو دوبارہ شایع کرنا ضروری ہو گیا تھا، لیکن افسوس ہے کہ اس کا موقع وہاں نہ مل سکا۔ جب میں پاکستان آیا تو میں نے سب سے پہلے ارکان ادارہ سے اسی کی مکرر اشاعت پر زور دیا، لیکن چونکہ نگار کی دوسری خصوصی اشاعتوں کی طرح پڑ چکی تھی اس لئے اس طرف جلد توجہ نہ ہو سکی۔ تاہم میرا تقاضہ بدستور جاری رہا اور آخرکار جب وہ اس پر راضی ہو گئے تو میں نے اصل تصنیف کی روح پیدا کرنے کے لئے پھر اسے غور سے دیکھا اور جو کمی رہ گئی تھی اسے پورا کیا۔

ماجد ولین کیا ہے اور میں کیوں اسے ناقابل تقلید شاہکار ادب سمجھتا ہوں، اس کی تفصیل ظاہر کرنے سے میں بالکل عاجز ہوں کیونکہ اس کے مطالعہ سے محبت کے مقدس جذبات اور اس کی عظیم قربانیوں کا جو تصوّر سامنے آتا ہے، اس کا اظہار صرف سیل اشک ہی سے

تعبیر کیا جا سکتا ہے اور انسانی زبان اس کے بیان سے بالکل قاصر ہے۔

دنیا کی کوئی زبان ایسی نہیں جس میں المناک افسانے نہ لکھے گئے ہوں لیکن میں سمجھتا ہوں کہ "القس کار" یہ فسانہ لکھ کر ایسی عجیب و غریب مثال دنیائے ٹریجڈی کے لٹریچر میں چھوڑ گیا ہے کہ اس کی نظیر نہ اس سے پہلے کبھی پیش کی گئی اور نہ آیندہ اس کا تصور کیا جا سکتا ہے۔

اس کی زبان آنسوؤں کی زبان ہے اور محض آنسوؤں ہی سے اس کو سنا جا سکتا ہے۔

زحشمت آستیں بردار و گوہر را تماشا کن

ماجد ولین کی طرف سے سوزان کے نام

تم اس خط کو پڑھو یا پھاڑ کر پھینک دو، اس میں تمہیں ایسی کوئی چیز نہ ملے گی جو تمہاری توجہ کے قابل ہو جس سے تمہیں کسی نئی بات کا علم ہو سکے۔

میں تمہیں کون سی نئی خبر سناؤں، بجز اس کے کہ موسم گل کے آتے ہی کیاریوں نے ہنس ہنس کر پھولوں سے جھولیاں بھر لی ہیں اور نسیم صبح اس وقت بھی جبکہ میں تمہیں اپنے کمرہ میں بیٹھی ہوئی یہ خط لکھ رہی ہوں، بنفشہ اور یاسمن کی خوشبوؤں میں ڈوبی ہوئی آتی ہے اور میرے دل و دماغ کو معطر کر جاتی ہے۔

ہر چند مجھے ان چیزوں سے کوئی دلچسپی نہیں اور نہ میرے لئے ان کا کوئی مفہوم ہے تاہم میں تمہیں ایک خبر سناتی ہوں ——— ہمارے مکان کے بالاخانے پر جو کمرہ خالی تھا، حال ہی میں اسٹیفن نامی ایک نوجوان اس میں آکر ٹھہرا ہے۔ اس کی وحشت اور اس کے انقباض کا عجیب عالم ہے اگر تم اسے دیکھو تو خیال کرو کہ وہ کوئی بڑا ہی بدنصیب اور مصیبت زدہ شخص ہے۔

وہ روز صبح کو اپنے ہاتھ میں ایک کتاب لئے ہوئے بالا خانہ سے اتر کر باغ میں آتا ہے، کتاب کھول کر بیٹھ جاتا ہے اور جس راہ پر اس کی نگاہ جا پڑتی ہے وہیں جم کر رہ جاتی ہے اور میں تو سمجھتی ہوں کہ وہ زمین ہی کو تکتا رہتا ہے۔ گو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ کچھ پڑھ رہا ہے۔ ہاں جب وہ اپنے سامنے سے مجھے گزرتا ہوا دیکھتا ہے تو سر اٹھا کر مجھے ضرور دیکھنے لگتا ہے، ایک مختصر سا سلام کرتا ہے اور پھر اپنی جگہ چھوڑ کر یا تو درختوں میں غائب ہو جاتا ہے یا اپنے بالا خانے پر چڑھ جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ میرے اور اس کے درمیان آج تک کسی قسم کا کوئی ربط پیدا نہیں ہو سکا اور نہ شاید آئندہ ہو سکے۔ کیونکہ نہ میں اس بات کی متمنی ہوں اور نہ غالباً وہ اس کا خواہشمند ہے۔

بہت ممکن ہے تم بھی مجھ سے وہی سوال کرو جو عام طور پر عورتیں اس موقعہ پر کیا کرتی ہیں، تو میں تمہیں بتائے دیتی ہوں کہ یہ نوجوان کچھ خوبصورت نہیں ہے اور نہ اپنے اندر کوئی خاص کشش رکھتا ہے بلکہ میں تو یہاں تک کہہ سکتی ہوں کہ اس کے چہرے میں ایک طرح کی خشونت و سختی ہے جو دیکھنے والے کی نظر کو متنفر کر سکتی ہے، لیکن ہاں آہیں

ایک خوبی بھی ہے۔ ایک رات جب کہ میرے کمرے کا دروازہ کھلا ہوا تھا، میں نے اسے بہت ہی پُر درد لہجہ میں گا تے ہوئے سُنا، ہو سکتا ہے کہ اس کا گانا اُصول موسیقی پر پورا نہ اُترتا ہو اور ماہرین فن کی نگا ہوں میں پسندیدہ نہ ہو، تاہم وہ ایک غم نصیب دل اور ایک مجروح سینہ کو تڑپا دینے والا ضرور تھا۔

میرے والد کو کچھ دیر اس کے پاس بیٹھنے کا موقعہ ملا ہے، کہتے تھے کہ وہ بڑا ذہین نوجوان ہے۔ اے سوزان میرا خیال ہے کہ میں ایک غیر متعلق شخص کا ذکر چھیڑ کر جس کا مجھ سے اور تم سے کوئی تعلق نہیں، یقیناً تمہارے لئے باعث کلفت ہوئی ہوں گی، لیکن تم ناراض نہ ہونا کیونکہ ایک لڑکی جو چھوٹے سے گاؤں میں رہتی ہو تصویروں اور بتوں کی طرح خاموش زندگی گزارتی ہو، جس کے صبح و شام، اور رات دن میں کوئی فرق نہ ہو، اور جہاں سورج نہ کبھی کسی نئی چیز پر نکلتا ہو اور نہ کسی نئی چیز پر ڈوبتا ہو، اس کے علاوہ اور کچھ بھی کیا سکتی ہے۔

۲

ماجدولین کا دوسرا خط سوزان کے نام

موسم کتنا خوشگوار اور آسمان کس قدر صاف ہے، زمین گل بوٹے کھلا رہی ہے، درختوں کے ہرے ہرے چمکدار پتے نکھر رہے ہیں اور ہلکی ہلکی ہوائیں جسم سے مس ہو کر بڑی پُر لطف کیفیت پیدا کر رہی ہیں۔ لیکن یہ تمام چیزیں میرے لئے بے حقیقت ہیں اور مجھ پر ان کا کوئی اثر نہیں ہوتا۔

میں محسوس کرتی ہوں کہ میری زندگی بالکل تاریک ہے اور یہ دُنیا اپنی وسعتوں اور پہنائیوں کے باوجود میرے لئے گوشۂ قبر سے زیادہ نہیں، میں نہیں کہہ سکتی کہ دُنیا کدھر جا رہی ہے۔ جو کچھ میں دیکھتی ہوں سمجھ نہیں سکتی اور جو سمجھتی ہوں وہ بیان نہیں کر سکتی۔ کچھ عجیب وحشت ہے، عجیب بیچینی ہے، کسی پہلو آرام نہیں، جب گھر سے گھبرا جاتی ہوں تو باغ کی طرف نکل جاتی ہوں اور جب وہاں بھی چین نہیں ملتا تو پھر گھر میں چلی آتی ہوں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے میں کسی چیز کو ڈھونڈ رہی ہوں، لیکن نہیں پاتی، جب تھک جاتی ہوں تو زیر فون کے درختوں کے سائے میں ذرا دم لینے کے لئے بیٹھ جاتی ہوں اور جوں ہی میری نگاہ کسی خوبصورت پھول پر پڑتی ہے تو ایسا معلوم ہوتا ہے گویا میں آہستہ آہستہ اس مادی دنیا سے کسی خیالی مگر خوبصورت دنیا کی طرف جا رہی ہوں اور اس بلند پرواز طائر کی طرح جو بادلوں کی وسعتوں میں اُڑا چلا جا رہا ہو، میں بھی اس خیالی دُنیا میں مصروف پرواز ہو جاتی ہوں۔ گھنٹوں اسی حالت میں کھوئی رہتی ہوں اور جب تک کتاب میرے

ہاتھ سے چھوٹ کر گر نہیں پڑتی۔ مجھے اپنی اس کیفیت کا احساس بھی نہیں ہوتا اور جب مجھے ہوش آتا ہے تو دیکھتی ہوں کہ میری نگاہ اب بھی اُسی پھول پر جمی ہوئی ہے۔

کہتے ہیں کہ موسم بہار محبت کا زمانہ ہے، جس میں عشق و محبت کے سوئے ہوئے جذبات جاگ اُٹھتے ہیں، روحوں سے روحیں مانوس ہو جاتی ہیں۔ دل سے دل قریب آجاتے ہیں۔ سبزہ زار اور باغ مختلف قسم کے پرندوں سے آباد ہو جاتے ہیں۔ جو درختوں اور پھولوں کی شاخوں پر بیٹھ کر چہچہانے لگتے ہیں، لوگ ٹولیاں بنا بنا کر نکلتے ہیں، اور درختوں کے نیچے گلگشت کرتے ہیں، لیکن اے سوزآن مجھے تو ان میں سے ایک چیز بھی اچھی معلوم نہیں ہوتی، کیونکہ میرے نزدیک تو زندگی کی بہترین ساعت وہ ہے جب میں خود اپنے آپ سے باتیں کر رہی ہوں، اپنی غم آلود سرگوشیوں میں اپنے ہی دل سے مصروف ہوں اور میں خود ہی رو رو کر اپنے دل کی آگ کو ٹھنڈا کر رہی ہوں اور کوئی دیکھنے والا نہو۔

اس سے بڑھ کر عجیب بات یہ ہے کہ مجھے خود نہیں معلوم میں کیوں اور کس کے لیئے روتی ہوں۔ غم واندوہ کی جو چنگاریاں میرے سینہ میں سُلگ رہی ہیں معلوم نہیں کس انگارے سے پیدا ہوتی ہیں۔ مجھے اپنی یہ حالت دیکھ کر بعض وقت خیال ہوتا ہے کہ شاید میں پاگل ہوں اور میرا یہ خوف روز بروز بڑھتا ہی جاتا ہے۔

خوش نصیب ہیں وہ لوگ جنھیں اپنے رنج و غم کے اسباب معلوم ہوں، کیونکہ ان کے پاس زندگی کے لئے کم از کم ایک سہارا تو ہے، وہ کوئی آرزو تو رکھتے ہیں جس کی روشنی سے وہ مستقبل کو روشن کر سکیں۔ لیکن کس قدر بدقسمت اور کم نصیب ہوں میں کہ مجھے نہ اپنا درد معلوم ہے اور نہ اس کی دوا۔

یوں تو تمام اسباب راحت میرے لے مہیا ہیں۔ اور میرے والد کی سب سے بڑی خوشی یہی ہے کہ وہ مجھے خوش و خرم اور ہنستا ہوا دیکھیں اور ان کے لئے اس دنیا میں اس سے زیادہ دل خوش کُن بات کوئی نہیں کہ وہ مجھے مُسکراتا اور اپنے باغ کے پھولوں کو کھلتا ہوا دیکھیں، بلکہ اکثر ایسا ہوا ہے کہ میری ناز برداری اور دل جوئی نے انہیں پھولوں جیسی عزیز چیز سے بھی بے نیاز بنا دیا، پھر میری انتہائی ناشکر گزاری اور ناسپاسی ہوگی اگر اس تمام سامانِ راحت کے ہوتے ہوئے حرف شکایت زبان پر لاؤں لیکن معلوم نہیں وہ کونسی خلش ہے جو چین سے بیٹھنے نہیں دیتی اور وہ کیسا درد ہے جو ہر وقت بیقرار رکھتا ہے۔

اے سوزآن، مجھے وہ دن اب بھی یاد ہیں جو ہم تم ایک ساتھ گزار رہے تھے اور اس دل کش زمانہ کی یاد ابھی تک تازہ ہے جس کی فضا میں ہم امیدوں اور آرزوؤں کے پر لگا کر اُڑا کرتے تھے۔ آج میں ان پر روتی اور ماتم کرتی ہوں اور ان کی واپسی کی اسی طرح مشتاق و متمنی ہوں جس طرح خشک سالی کے بعد بارش کی اور رات کی تاریکی کے بعد طلوعِ سحر کی تمنا کی جاتی ہے، کاش میری اس رات کے بعد پھر وہی صبح طلوع ہوتی ہے اور امید کے اُفق سے

کچھ بادل اُٹھ کر میرے ارمانوں کی خشک کھیتی پر برس پڑتے۔

— ۳ —

ایڈورڈ کا خط اسٹیفن کے نام

اب مجھے معلوم ہوا کہ تمہیں نہ مجھ پر اطمینان ہے نہ بھروسہ، اور تم مجھے بھی اسی نظر سے دیکھتے ہو جس نے تمہیں اپنے عزیزوں سے کنارہ کشی پر مجبور کیا، تم نے مجھ سے وہ بات چھپائی جس کی مجھے اُمید تھی کہ تم خود بیان کردو گے اور مجھ سے کچھ نہیں کہا کہ تمہارا مقصد اس سفر سے کیا ہے؟

اے اسٹیفن، ہم دونوں ایک ہی مٹی سے ایک ہی آسمان کے نیچے پیدا ہوئے، ایک ہی فضا اور ایک ہی ماحول میں پلے اور بڑھے۔ لیکن پھر اس طرح جدا ہو گئے جیسے ایک مٹی سے اُگنے والے دو درخت اپنی شکل و صورت اور پھل پھول میں مختلف ہوتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ تم مجھ سے بھاگتے اور دور رہتے ہو اور میں زندگی کے جس راستے پر چلتا ہوں تم اس کے خلاف دوسرا راستہ اختیار کرتے ہو۔

میں جس زندگی کو مبارک اور جس سکون کو سکون سمجھتا ہوں، تم اسے نامبارک اور باعثِ اضطراب خیال کرتے ہو، مجھے جو نغمہ وجد میں لے آتا ہے وہی نغمہ تمہارے کانوں پر گراں گزرتا ہے، تم نہیں چاہتے کہ میری پیشانی میں تمہیں وہ آئینہ نظر آئے جس میں تم اپنے خدوخال کو صاف صاف دیکھ سکو۔

اے اسٹیفن، تمہیں مجھ سے نفرت نہ سہی، پھر بھی میں سمجھتا ہوں کہ تم میری صورت دیکھنا نہیں چاہتے، کیوں؟ صرف اس لئے کہ تم سمجھتے ہو، زندگی کے متعلق میرے خیالات تمہارے نقطۂ نظر سے جدا ہیں اور میرا مسلک تمہارے مسلک سے علٰحدہ ہے۔

تم کو میری زبان سے اپنے توہمات و تصورات کے خلاف کچھ سنتے ہوئے ڈر معلوم ہوتا ہے، تمہیں خوف ہے کہ میری وجہ سے تمہاری وہ لذت جس سے تمہاری خیالی مگر تاریک دنیا معمور ہے، کہیں مکدر نہ ہو جائے اور تم اس چیز سے محروم ہو جاؤ جو عموماً غم نصیب شعراء کی زندگی ہوا کرتی ہے۔

جو چاہو کہو، اور جس طرح چاہو رہو! جوانی ہمیشہ رہنے والی نہیں، اور جب یہ خمار اُترے گا اُس وقت تمہارا طائرِ فکر تھک کر میری ہی سرزمین پر دم لے گا اور ہم ایک دوسرے کو بھول جانے کے بعد پھر پہچان لیں گے، کٹے جلنے

کے بعد پھر مل جائیں گے اور جیسے تھے ایک دفعہ پھر ویسے ہی ہو جائیں گے۔

اس وقت بیشک ہمیں الگ ہو جانا چاہیئے، کیونکہ ہم متحد نہیں ہو سکتے۔ لیکن کل یقیناً ہمیں ایک دوسرے سے ملنا ہے اس لئے اگر ہم باہمی خط و کتابت بند نہ کریں تو کیا حرج ہے اور اگر تعلقات دیرینہ کی بنا پر نصف ملاقات کے اس دروازہ کو مسدود نہ کریں تو کیا نقصان ہے۔

تمہارے گھر والے تمہاری طرف سے بہت حیران ہیں، ان کا خیال ہے کہ تم نے اپنے اغراض و مقاصد سے بے خبر رکھ کر انہیں دھوکا دیا ہے، تم اپنے ارادے اور نیت سے مطلع کئے بغیر چپکے سے نکل کھڑے ہوئے وہ کہتے ہیں کہ تمہارے اس طرح چلے جانے کا مقصد اس کے سوا کچھ نہیں کہ تم اس لڑکی سے شادی نہیں کرنا چاہتے جسے اُنہوں نے تمہارے لئے پسند کیا ہے۔

میرے نزدیک ان کا خیال صحیح ہے اور تم اپنے اس ارادے میں یقیناً غلطی پر ہو۔ تم خوب جانتے ہو کہ تمہارے والد ایک معمولی حیثیت کے آدمی ہیں۔ ان کے پاس کیا ہے، ایسی صورت میں اگر تم اس لڑکی سے شادی کر لیتے تو یقیناً تمہاری زندگی سدھر جاتی، مگر اسٹیفن، مصیبت یہ ہے کہ تم شاعر ہو اور ایک شاعر کے نزدیک لطف و مسرت کا مفہوم دوسرے انسانوں سے مختلف ہوا کرتا ہے۔

تمہارا بھائی تم سے بیحد محبت کرتا ہے اور میری طرح وہ بھی تمہیں ہمیشہ یاد کرتا رہتا ہے۔ اب تم اپنی خیریت اور مفصل کیفیت سے مطلع کرو۔ "والسلام"

۴

اسٹیفن کے اندیشے

"رات بہت تھوڑی رہ گئی ہے، اور صبح کی پیشانی سے رات کے سیاہ گیسو اب ہٹنے ہی والے ہیں، لیکن نہ مجھے نیند آتی ہے، نہ میری بےچینی کم ہوتی ہے، آرام چاہتا ہوں مگر نہیں ملتا، آنکھیں بند کرتا ہوں مگر سو نہیں سکتا۔

ایڈورڈ اپنے خط میں میرا مذاق اُڑاتا ہے، مجھے بے وقوف بناتا ہے اور اُس دن سے ڈرا رہا ہے جب میں اپنی تمناؤں اور خوابوں کو پورا ہوتے نہ دیکھ سکوں گا۔ اس کا خیال ہے کہ زندگی کی وہ مسرتیں جو میں حاصل کرنا چاہتا ہوں، شاعروں کی تخیلی بداعتدالیاں ہیں، جن میں وہ تمام عمر مبتلا رہتے ہیں۔ پھر اگر یہ سچ ہے تو زندگی کتنی تلخ اور دُنیا کس قدر بےمزہ ہے!

لیکن نہیں! جس نے یہ آرزوئیں میرے دل میں پیدا کی ہیں وہ اپنے لطف و عنایت سے ان کی آبیاری بھی کرے گا

اور جس ذات نے دُنیا کی تمام راحتیں چھین کر صرف ایک لذت امید میرے لئے چھوڑ دی ہو، وہ یقیناً کبھی ایسا نہ کرے گا کہ اس حقیر مسرت کو جو میرا تنہا سرمایۂ زندگی ہے مجھ سے چھین کر اس وسیع دُنیا کو میرے اوپر تنگ کر دے۔

میں نے کیا نئی بات چاہی ہے، اور کون سی بڑی چیز طلب کی ہے؟ یہی نا کہ اس دُنیا کی تمام نیرنگیوں اور اس عالم کی بے پناہ وسعتوں میں ایک ایسا دل چاہتا ہوں جس کا وجود میرے لئے باعثِ سکون ہو اور جس کے ساتھ رہ کر میں تلخی حیات فراموش کر سکوں۔

پھر وہ کون سی چیز ہے جو خدا کی قدرت سے باہر ہے اور وہ کونسی عقل انسانی ہے جو اُن سے زیادہ بلند اور عجیب چیزوں کا تصور کر سکتی ہے جن کو خدا پیدا کرتا رہتا ہے، جن کا احساس ہمارا ذہن کر سکتا ہے ——— اور جو اس عالم کے حقایق اور اس دُنیا کی بوقلمونیوں کے مقابلہ میں یقیناً بہت ہی حقیر اور بے رنگ ہیں۔

اگر کوئی شخص چڑھتے ہوئے سورج، بڑھتی ہوئی رات، جنگلوں کے حُسن و جمال اور بلند پہاڑوں کی داستانِ عظمت و جلال کو سُنے اور پھر چشمِ تصور سے نہیں بلکہ اپنی ان آنکھوں سے اُنہیں دیکھے تو اسے معلوم ہوگا کہ جمالِ کائنات جمالِ تصورات سے کہیں بڑھ کر ہے، اور دُنیا کی حقیقتیں ہمارے حُسنِ تخیل سے بہت بلند ہیں اسی لئے میرا عقیدہ یہ ہے کہ جس مسرت کو میں نے اپنے لئے چاہا ہے چونکہ وہ اسی دُنیا کی چیز ہے اس لئے مجھے ضرور حاصل ہوگی اور وہ دن جب میں اپنی امیدوں کو مٹتا ہوا اور رشتۂ آرزو کو کٹتا ہوا دیکھوں میری زندگی کا آخری دن ہوگا۔

وہ زندگی بھی کوئی زندگی ہے جو نا آشنائے آرزو ہو، اور وہ دل بھی کوئی دل ہے جو محبت کی تڑپ سے خالی ہو"

——— ۵ ———

"محبت"

ایک روز صبح کو اسٹیفن پائیں باغ میں پہونچا تو دیکھا کہ ماجدولین کا باپ ایک روش کے کنارے اپنی کلہاڑی کے سہارے کھڑا ہوا ہے۔ اس نے مجبوراً سلام کیا اور مولر نے بھی بڑے تپاک سے اس کا جواب دیا۔

وہ چاہتا تھا کہ یوں ہی نکلا چلا جائے مگر اس نے دیکھا کہ مولر کی نگاہیں اُسے روکنا چاہتی ہیں اور وہ کچھ کہنا چاہتا ہے۔ چنانچہ وہ کچھ شرما کر کھڑا ہو گیا۔ اور مولر بولا۔

"دیکھو آج سورج کتنا خوبصورت ہے اور آسمان کیسا صاف ہے"

اسٹیفن نے چاہا کہ اس کا جواب دے کر سلسلۂ کلام کو جاری رکھے، لیکن اس کے ذہن میں اس کے سوا اور کوئی بات نہ تھی کہ وہ فقط اس کی لڑکی کی خیریت دریافت کر لے۔ لیکن پھر فوراً ہی اسے خیال ہوا کہ اگر اس نے

ایسا کیا تو یقیناً مولر کو شک ہوگا۔

اس کے لئے یہ بالکل پہلا موقعہ تھا کہ اسے خیال ہوا کہ کسی لڑکی کے متعلق اس کے باپ سے کچھ پوچھنا شک میں ڈالنے والی چیز ہے۔

مولر نے اپنی گفتگو کو جاری رکھتے ہوئے کہا:۔

"کس قدر سہانا اور خوشگوار وقت ہے۔ اگر مجھے رعشہ کی شکایت نہ ہوتی تو میں اس سے بہت لطف اندوز ہوتا۔ سچ تو یہ ہے کہ بڑھاپا بڑی مصیبت ہے۔ عہد شباب بھی کیا زمانہ تھا جب نہ طوفانوں کا خوف تھا اور نہ تپتی ہوئی زمینوں کا ——! ایک دن وہ تھا جب میں روز صبح اٹھ کر ننگے سر ننگے پاؤں پہاڑوں کی چوٹیوں، دریاؤں کے کناروں، لہلہاتے ہوئے کھیتوں اور لہراتے ہوئے سبزہ زاروں میں کھیلتا کودتا اور میدانوں میں شکار کے پیچھے دوڑتا پھرتا تھا۔ یا آج وہ دن ہے کہ ایک کونے میں بیٹھا ہوا صرف اس عہد گزشتہ کی یاد ہی پر قانع ہوں —— ماجد ولین کی چھوٹی چھوٹی سہیلیاں جب اس چھوٹے سے سفید ٹیلے پر آکر اس کے ساتھ کھیلتی ہیں تو میری آنکھوں کو کیسا بھلا معلوم ہوتا ہے۔"

اس موقعہ پر استیفن گفتگو کے میدان کو ذرا وسیع پاکر بول اٹھا:۔

"آج ماجد ولین اپنی حسب عادت نیچے نہیں اتریں، اچھی تو ہیں؟"

"ہاں بخیریت ہیں، کل شام ہمارے عزیزوں میں سے ایک صاحب مہمان آئے ہوئے ہیں اس لئے ان کی خاطر و مدارات کے لئے گھر پر چھوڑ آیا ہوں، اگرچہ میں خوب جانتا ہوں کہ باغ میں آئے بغیر اسے چین نہیں پڑ سکتا اور سورج کی وہ چند سفید شعاعیں جو روشن دان سے اس کے کمرے میں پہونچ جاتی ہیں، اسے کھلے ہوئے آفتاب کے نظارے سے بے نیاز نہیں بنا سکتیں۔"

اس کے بعد وہ دونوں مختلف عنوانات پر گفتگو کرتے رہے کہ یکایک گھر کا دروازہ کھلا اور "ارشمبد" و "ماجد ولین" آپس میں ہنستے بولتے گھر سے باہر نکلے۔ جب وہ ماجد ولین کو مخاطب کرتا اور وہ اس سے بات کرتی تو وہ مسکرا دیتا ان کا انداز گفتگو کچھ ایسا تھا جیسے دو چاہنے والے باہم لطف و محبت کی باتیں کر رہے ہوں۔

اس وقت استیفن نے وہاں ٹھہرنا کچھ مناسب نہ سمجھا کیونکہ یہ منظر اسے تکلیف پہونچا رہا تھا، اب دونوں اسکے قریب آچکے تھے اور استیفن ذرا ہٹ کر پھولوں کے دیکھنے میں مشغول ہو گیا تھا۔ وہ یہاں سے چلا جانا چاہتا تھا مگر مشکل یہ تھی کہ وہ دونوں اس کے راستے میں حائل تھے۔ ان دونوں نے قریب آکر اسے سلام کیا اور استیفن نے بڑی سردمہری اور ڈوبی ہوئی آواز میں سلام کا جواب دیا اور انھیں وہیں چھوڑ کر دوسری طرف چلا گیا، ابھی وہ چند ہی قدم چلا ہوگا کہ اس نے پیچھے سے نوجوان کے قہقہے کی آواز سنی، اسے یقین ہو گیا کہ وہ دونوں اسی پر ہنس رہے ہیں۔ چنانچہ اس نوجوان

کی طرف سے اس کے دل میں ایک جذبۂ نفرت پیدا ہونے لگا۔

اس کے بعد وہ کچھ سوچنے لگا اور اس عجیب وغریب کیفیت پر جو اس وقت اُس پر طاری تھی غور کرنے لگا۔

" مجھے اس نوجوان سے کیا واسطہ ؟ میں کیوں اپنے دل میں اس کی طرف سے غم وغصہ کے جذبات پاتا ہوں' نہ میں اس لڑکی پر عاشق ہوں اور نہ اسے اس کے ہاتھ سے چھین لینا چاہتا ہوں' پھر کیوں میں اُسے نفرت کی نگاہ سے دیکھتا ہوں "

وہ دیر تک اپنے آپ سے اسی قسم کے سوالات کرتا رہا جن کا اس کے پاس کوئی جواب نہ تھا' اور نہ ان کی عقل اس معاملہ میں اس کی رہنمائی کر سکتی تھی۔ اس کے بعد وہ کان لگا کر چاروں طرف سُننے لگا، ہر طرف خاموشی چھائی ہوئی تھی اور ہر جگہ سکون طاری تھا' چنانچہ وہ جھاڑیوں کی اوٹ سے باہر آیا اور اپنے سامنے کسی کو نہ پاکر درختوں اور جھاڑیوں سے ہوتا ہوا ایک عالم بیخودی میں باغ سے باہر نکل گیا' اور جب ذرا شام ہونے لگی تو وہ اپنے کمرہ کی طرف واپس ہوا اور اپنے بالاخانہ پر چڑھ گیا' لیکن جوں ہی وہ ماجد ولین کے کمرے کے سامنے سے گزرا' اندر سے باتوں کی آواز اس کے کانوں میں آنے لگی اور ابھی ابھی جس چیز کو بھلا چکا تھا' پھر اس کی یاد تازہ ہوگئی' کیونکہ وہ سمجھ گیا تھا کہ اس وقت ماجد ولین اپنے عزیز آرشمید سے ہم کلام ہے اور یہ خیال اس پر بہت شاق وگراں گزرا' چنانچہ اس کے قدم سُست پڑ گئے۔ اور جب اسے یقین ہوگیا کہ اگر وہ دروازے کے قریب پہونچ گیا تو کسی کو اس کی خبر نہ ہوگی' تو وہ آگے بڑھا اور ان کی باتوں کو کان لگا کر سُننے لگا' لیکن باوجود کوشش کے ایک حرف بھی نہ سُن سکا اس کے بعد وہ دونوں خاموش ہوگئے۔ اور ایک نہایت ہی غمگین اور پُر درد لہجے میں ماجد ولین گانے لگی' جو یقیناً اسٹیفن کے لئے بہت ہی خوشگوار ہوتا اگر کوئی دوسرا شخص اس موج کوثر و تسنیم سے لطف اُٹھانے والا موجود نہ ہوتا۔ اس کے بعد گانا ختم ہوگیا اور اسٹیفن نے کسی کو دروازے کی طرف آتے ہوئے محسوس کیا ـــــ وہ فوراً اپنی جگہ سے ہٹ گیا۔ اور وہی نوجوان دروازے سے باہر نکلا، جس کے پیچھے پیچھے ماجد ولین بھی اسے رخصت کرنے کے لئے باہر آئی۔

وہ ایک نہایت ہلکے اور سفید لباس میں ملبوس تھی جسے لڑکیاں عموماً اسی وقت پہنتی ہیں جب وہ اپنے دوستوں یا ہم عزیزوں کے سامنے ہوں۔

آج اسٹیفن کو ماجد ولین کی صورت نئی نظر آرہی تھی جو اس سے پہلے کبھی نہیں دیکھی تھی۔ اور خود اپنے دل میں ایک عجیب کیفیت محسوس کر رہا تھا جو آج سے پیشتر کبھی محسوس نہیں ہوئی تھی۔ اسے رخصت کرکے وہ اپنے کمرے میں لوٹ آئی اور اندر جاکر دروازہ بند کر لیا۔ اسٹیفن بھی وہاں سے ہٹ کر اپنی پہلی جگہ پر لوٹ آیا۔

وہ خوب سمجھ رہا تھا کہ آج جو کیفیت اس پر چھائی جارہی ہے' اور جس خلش کو وہ اپنے سینہ میں محسوس کر رہا ہے' محض وہم یا جنون نہیں ہے بلکہ کچھ اور ہی چیز ہے۔

(۶)

"دعوت"

ایک روز مولر، ماجد ولین کے پاس آیا اور کہنے لگا۔

" بیٹی میں نے اپنے پڑوسی کو جو ہمارے مکان کے بالاخانہ پر رہتا ہے، آج شام کو کھانے پر مدعو کیا ہے، اسکے لئے تمہیں کو کھانے کا انتظام کرنا ہوگا، اور ہاں ہماری خاطر آج شب کو تمہیں کچھ گانا بھی پڑے گا۔ میں اس سے وعدہ کرچکا ہوں۔ میں اس شخص کی بلند ہمتی، ذہانت اور علم نباتات میں اس کی وسعت، معلومات کا معترف ہوں اور چاہتا ہوں کہ اس سے دوستانہ تعلقات پیدا کروں " اتنا کہہ کر مولر وہاں سے اٹھا اور باغ میں چلا گیا۔ جب شام ہونے لگی تو وہ گھر واپس آیا اور اپنے کمرے کی اس کھڑکی کے پاس بیٹھ کر جو باغ کی طرف کھلتی تھی اپنے مہمان کے آنے کا انتظار کرنے لگا۔ وہ بیٹھا ہی ہوا تھا کہ یکایک اس نے اسٹیفن کو باغ کے دروازے سے نکلتے اور بڑی تیزی سے بھاگتے ہوئے دیکھا اس کے ہاتھ میں ایک خط تھا، چنانچہ وہ چلا کر اپنی لڑکی سے کہنے لگا۔

" ماجد ولین میرا خیال ہے کہ ہمارے پڑوسی نے اپنے وعدے کا کچھ خیال نہیں کیا۔ میں نے اسے ابھی ابھی باغ کے دروازے سے نکلتے اور بڑی تیزی سے سامنے والی سڑک پر بھاگتے ہوئے دیکھا ہے "

ماجد ولین کہنے لگی۔

" بہت ممکن ہے اُسے اس وقت کوئی ایسا کام پیش آگیا ہو جس کا پہلے سے اُسے خیال نہ آیا ہو، ہمیں ضرور اس کا انتظار کرنا چاہیئے "

غرض وہ دونوں خاموش بیٹھے رہے۔ ماجد ولین بُنتی رہی اور مولر اپنی سگرٹ سے اپنا وقت کاٹتا رہا اور جب انہیں یقین ہو گیا کہ وہ واپس نہیں آئے گا تو اُنہوں نے اُٹھ کر کھانا کھایا اور پھر سونے کے لئے چلے گئے۔

(۷)

مُلاقات

مولر اپنی بیٹی کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ اُس نے ستاروں پر ایک غلط انداز نگاہ ڈالی اور کہنے لگا۔

" میرا خیال ہے کہ آج رات زور کی بارش ہوگی "

ماجد ولین کہنے لگی :-

"لیکن ابا جان آپ اس بات کو بھول جاتے ہیں کہ سیکڑوں غریب ایسی اندھیری راتوں اور سر پر پڑتی ہوئی پانی کی بوچھاروں اور راستہ کی دلدلوں سے کیسی کیسی ناقابل برداشت تکلیفیں اٹھائیں گے، میں تو سمجھتی ہوں کہ شقاوت و بدبختی ہر چیز میں پنہاں ہے اور وہی ایک چیز جو ایک کے لئے رحمت ہے دوسرے کے لئے باعثِ زحمت ہوتی ہے"۔

موٗلر کو یہ تنقید کچھ پسند نہیں آئی اور کہنے لگا:۔

"ہاں ماجد ولین ٹھیک کہتی ہو۔ اسٹیفن بھی اس وقت معلوم نہیں کس حال میں ہوگا، رات آدھی سے زیادہ گزر چکی ہے اور وہ ابھی تک نہیں لوٹا"؟

اس جملہ نے ماجد ولین پر گہرا اثر کیا، اس نے اپنا سر جھکا لیا اور ایک عالمِ محویت میں کتاب کے ورقوں سے کھیلنے لگی۔

یہ دونوں اسی طرح خاموش بیٹھے ہوئے تھے کہ یکایک آہستہ آہستہ کسی نے دروازے پر دستک دی۔ ماجد ولین پریشان ہوگئی اور موٗلر بھی گھبرا گیا، جنفاف (خادمہ) اُٹھ کر گئی اور دروازہ کھول کر دیکھا تو اسٹیفن کھڑا ہوا تھا اس نے اندر آنے کی اجازت چاہی اور یہ کہتا ہوا اندر داخل ہوا۔

"معاف فرمایئے گا آپ کو ضرور خیال ہوا ہوگا کہ میں نے اپنے وعدہ کا کچھ لحاظ نہیں رکھا، لیکن واقعہ یہ ہے کہ مجھے میرے بھائی کا ایک خط ملا جس میں لکھا تھا کہ میں اس سے لشکرگاہ میں جا کر مل لوں اور لڑائی پر جانے سے پہلے اس سے رخصت ہو لوں۔ اس خط کو دیکھ کر مجھے خیال نہیں رہا اور اس عجلت میں آپ سے اپنی غیر حاضری کی معذرت بھی نہ چاہ سکا، میں یہاں سے نکل کر سیدھا دس میل تک چلا گیا اور ایک ایسے دل سے اُسے رخصت کیا جس میں رنج و خوشی دونوں ملے ہوئے تھے، خوشی تو اس بات کی کہ میں نے اسے بہت ہی خوش و خرم دیکھا وہ کبھی رجز پڑھتا تھا، کبھی اپنے گھوڑے سے کھیلتا تھا اور کبھی خود پہن کر اور تلوار لگا کر اکڑ اکڑ کر چلتا تھا؛ لیکن غم اس بات کا کہ مبادا مشیّتِ خداوندی مجھ سے پہلے اس کی طرف سبقت کرے اور میں اس نامُراد دُنیا میں اتنا تنہا اور بے یار و مددگار رہ جاؤں کہ نہ کوئی دھڑکتا ہوا دل مجھے غم زدہ دیکھ کر آزردہ ہو۔ اور نہ کوئی آنکھ مجھے روتا ہوا دیکھ کر اشک آلود ہو"۔

اس کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے اور قریب تھا کہ ماجد ولین بھی رونے لگے، لیکن اس کی نسوانی شرم و حیا مانع ہوئی اور اپنی غم آلود نگاہوں سے اس کی طرف دیکھنے لگی، لیکن وہ نہ دیکھ سکا کیونکہ جوں ہی وہ اس کی طرف متوجہ ہوا اس نے اپنی نگاہیں پھر اپنی کتاب پر جما دیں۔

اسٹیفن کو اس طرح آبدیدہ دیکھ کر موٗلر کہنے لگا:۔

"اے میرے بچے روؤ نہیں، غم نہ کرو" اور اُس کا ہاتھ پکڑ کر چائے کی میز پر لے گیا اور دونوں بیٹھ کر چائے پینے لگے۔

اس وقت مولر اپنے مہمان سے، چائے اس کی جائے پیدائش، اس کے طریق کاشت، اس کے پتوں اور ڈنٹھلوں، اسکے مختلف اقسام والوان، اس کے طریق استعمال اور پکانے کے آداب اور علماء و نباتات کی رایوں اور ان کے باہمی اعتراضات وجوابات کا ذکر کرنے لگا اور اس خیال سے کہ آسٹیفن ان کی گفتگو کو ہمہ تن گوش ہو کر سن رہا ہے بحث کو طول دیتا رہا۔ حالانکہ اسے خبر بھی نہیں ہوئی کہ مولر نے کیا کہا۔ وہ تو اس فکر میں تھا کہ کسی طرح چپکے چپکے کنکھیوں سے ماجد دلین کو دیکھ لے، اور وہ بھی جب اسے موقعہ مل جاتا تو ایک نگاہ اس پر ڈال لیتی تھی، یہاں تک کہ وہ دونوں چائے سے فارغ ہو گئے اور مولر نے اپنی بیٹی سے گانے کی فرمائش کی۔

چنانچہ اس نے ایک ایسا نغمہ شروع کیا جس میں خوف کی کپکپاہٹ اور غم کی تھرتھراہٹ شامل تھی اور یہ نغمہ ابھی ختم بھی نہ ہوا تھا کہ آسٹیفن پر ربودگی سی طاری ہونے لگی، اسے ایسا محسوس ہو رہا تھا گویا دنیا اس کے سامنے گھوم رہی ہے۔ اور زمین و آسمان بدل گئے ہیں، وہ گھبرا گیا کہ کہیں ایسا نہ ہو یہ وارفتگی ظاہر ہو جائے۔ چنانچہ وہ جانے کے لئے اُٹھا۔ مولر بھی اس کے ساتھ دروازہ تک آیا اور کہنے لگا:۔

"آسٹیفن کبھی کبھی چلے آیا کرو، تمہاری پذیرائی کے لئے یہ دروازہ ہمیشہ کھلا ہوا ہے۔"

آسٹیفن ایک نئی کیفیت لے کر وہاں سے واپس ہوا، آج اس کے پہلو میں ایک نئی چمک تھی جس کا احساس اس سے پہلے کبھی نہیں ہوا تھا۔

(۸)

"عورت"

ماجد دلین نے ساری رات عبادت میں سربسجود گزار دی اور یہی دعا کرتی رہی کہ خدا اس کی مدد کرے اور زندگی کی تاریکیوں میں جو اس کی طرف بڑھتی چلی آرہی ہیں اس کی رہنمائی فرمائے۔ اس وقت اس کا دل عجیب و غریب خیالات کی جولانگاہ تھا۔ خوف و محبت، رنج و راحت، امیدیں اور مایوسیاں سب ایک جگہ جمع تھیں۔ وہ کبھی ہنسنے لگتی اور کبھی اس قدر روتی کہ چادر تک تر ہو جاتی تھی۔ اسے کچھ خبر نہ تھی کہ کیوں ہنستی ہے اور کیوں روتی ہے۔ غرض دیر تک اس کی حالت یہی رہی، اور پھر وہیں زمین پر لیٹ کر سو گئی۔

ادھر آسٹیفن نے ساری رات اپنے کمرے کی کھڑکی میں بیٹھے بیٹھے گزار دی، وہ سر اُٹھا اُٹھا کر آسمان کو دیکھ لیتا تھا، اور اس وقت جو راحت و مسرت اسے حاصل ہوئی تھی اس کا پیغام گویا آسمان کے تاروں کو پہونچا رہا تھا۔

وہ آج بہت خوش تھا کیونکہ جس گم شدہ چیز کی اسے مدت سے تلاش تھی وہ اسے مل گئی تھی اور وہ دل ہی

دل میں کہہ رہا تھا:۔

"خدا کا شکر ہے میں جس زندگی کو پسند کرتا تھا مجھے مل گئی اور جس عورت کا تصور میں نے اپنے ذہن میں قائم کیا تھا وہ مجھے حاصل ہوگئی۔ سچ تو یہ ہے کہ عورت ہی وہ اُفق ہے جہاں سے آفتاب سعادت طلوع ہوکر اس دنیا کی تاریکیوں کو دھو دیتا ہے، اور یہی وہ مبارک قاصد ہے جس کے ہاتھوں معبودِ حقیقی کے انعامات بندوں تک پہونچتے ہیں اور یہی وہ نسیم خوش خرام ہے جو انسان کی زندگی میں روحِ عمل پھونکا کرتی ہے، عورت ہی وہ معراج ہے جس کے ذریعہ سے انسان اس دنیائے آب و گل سے بلند ہوکر عالمِ ارواح کی بلندیوں تک پہونچ سکتا ہے اور یہی خدا کا وہ پیامبر ہے جس کے خدوخال میں جمال و جلال الٰہی کا مشاہدہ کیا جا سکتا ہے۔ جس لڑکی سے آج میری ملاقات ہوئی ہے اس کی پیشانی میں مجھے اپنی زندگی اپنی سعادت اور اپنے یقین و ایمان کی جھلک نظر آتی ہے۔"

وہ دل ہی دل میں یہ سب کچھ کہہ رہا تھا اور اسے ایسا محسوس ہو رہا تھا کہ جس محبت نے اس کے دل کی فضا کو معمور کردیا ہے وہ چھلک کر کائنات کے گوشہ گوشہ میں پھیل گئی ہے، وہ اس وقت آسمان کے نیلگوں دامن میں محبت کی صورت دیکھ رہا تھا۔ آج اسے ہر ہر ذرّہ ہنستا ہوا اور درختوں کی ایک ایک ٹہنی بربط و رباب نظر آرہی تھی۔

وہ انہی خیالات و تصورات میں رات بھر جاگتا رہا یہاں تک کہ صبح کی پیشانی سے رات کا آنچل ڈھلکنے لگا، اور وہ کچھ دیر کے لئے سو گیا۔ سو کر اُٹھا تو باغ میں آیا اور ماجد ولین کے آنے کا انتظار کرنے لگا۔ لیکن دوپہر ہوگئی اور وہ نہ آئی۔ اب اس کے دل میں مختلف شکوک و شبہات پیدا ہونے لگے۔ اور موکر کے پاس جانے کے علاوہ کوئی دوسری تدبیر سمجھ میں نہیں آئی۔ چنانچہ وہ لڑکھڑاتے ہوئے قدموں اور دھڑکتے ہوئے دل کے ساتھ وہاں پہونچا اور دروازہ پر دستک دی۔ اس وقت اسے ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے اس کے دل کا کوئی ٹکڑا علیحدہ ہوکر کہیں دور جا گرا ہے، اور بولنے اور بات کرنے کی طاقت اس سے سلب ہو چکی ہے، اسے سخت شرمندگی اور ندامت تھی کہ اس نے یہاں آنے کے بجائے کوئی دوسرا ذریعہ کیوں نہ اختیار کیا اور چاہ رہا تھا کہ کاش خادم کو یہاں تک آتے آتے اتنی دیر لگ جائے کہ وہ اپنے ہوش و حواس مجتمع کرسکے اور اتفاقاً اس کی یہ آرزو پوری ہوئی، کیونکہ جنفیات نے اس وقت تک کواڑ نہیں کھولے جب تک کہ وہ اپنے کام سے فارغ نہیں ہوگئی۔

اسٹیفن نے اندر داخل ہوتے ہوئے پوچھا "موکر کہاں ہے؟"

جنفیات نے اسے لیجا کر مہمانوں کے کمرے میں بٹھا دیا اور خود موکر کو اطلاع دینے چلی گئی جو اس وقت اپنے کتب خانہ میں بیٹھا ہوا مطالعہ میں مصروف تھا۔

اسٹیفن جب تنہا رہ گیا تو اس نے اس کمرے کا ایک عام جائزہ لینا شروع کیا۔ اس نے اپنے قریب ہی ایک دروازہ دیکھا جو اتفاق سے کھلا ہوا تھا اور اس کی دوسری طرف ایک سیاہ مسہری بچھی ہوئی تھی، وہ سمجھ گیا کہ یہ ماجد ولین کا کمرہ ہے۔

وہ دروازہ کے قریب آیا اور کان لگا کر سُننے لگا مگر کمرہ خالی تھا اور خاموشی چھائی ہوئی تھی۔ اس کا شوق اور بڑھا اور اندر جانے لگا، وہ جانتا تھا کہ اس کا یہ اقدام مناسب نہیں لیکن اس وقت وہ اُس دور سے گزر رہا تھا جب عقل دل کا ساتھ نہیں دیتی۔

چنانچہ وہ اندر چلا گیا اور اس نے دیکھا کہ بستر پر شکنیں ابھی تک موجود ہیں، اور تکیہ کا وہ حصہ جس پر ماجدولین اپنا سر رکھ کر سوئی تھی ابھی تک دبا ہوا ہے، مسہری کے سامنے پانی سے لبریز ایک تشت رکھا ہوا ہے اور اسی کے برابر ایک کرسی پر ایک بھیگی ہوئی چادر پھیلی ہوئی ہے۔ پھر اس نے زمین کو دیکھا جس کی نمی میں چھوٹے چھوٹے قدموں کے نشانات اب بھی موجود تھے، وہ سمجھ گیا کہ یہ وہی بستر ہے جس پر ماجدولین سوئی تھی، یہ وہی پانی ہے جس سے اس نے اپنا منھ دھویا تھا یہ وہی تولیہ ہے جس سے اس نے اپنا منھ پونچھا تھا اور یہ وہی زمین ہے جس پر وہ اپنے پاؤں دھو کر چلی تھی۔

وہ ایک سنگین بُت کی طرح ساکت و صامت اپنی جگہ پر کھڑا ہوا تھا اور دل ہی دل میں کہہ رہا تھا "کس قدر خوش نصیب ہے یہ مسہری جس پر وہ سوتی ہے، کتنا قابلِ رشک ہے یہ تولیہ جس سے وہ اپنا منھ پونچھتی ہے! کیسی مقدس ہے یہ زمین جس پر وہ اپنے قدم رکھتی ہے، اور کیسا خوش قسمت ہے وہ پانی جسے وہ اپنے بدن پر ڈالتی ہے"۔

یہ کہتے کہتے وہ کرسی پر پڑی ہوئی تولیہ کی طرف بڑھا اور اسے چومنے لگا جس طرح کوئی پوجاری اپنے مندر کے پردے کو چومتا اور آنکھوں سے لگاتا ہے۔ وہ زمین پر جُھک گیا اور دیر تک ماجدولین کے نشاناتِ قدم پر پیشانی رگڑتا رہا۔ اتنے میں کسی کے آنے کی آہٹ اُسے محسوس ہوئی اور وہ فوراً اپنی جگہ پر آ کر بیٹھ گیا۔ وہ بیٹھا ہی تھا کہ مولر اندر داخل ہوا اور سلام کے بعد کہنے لگا۔

"اے اسٹیفن معاف کرنا مجھے آنے میں اس لئے دیر ہوئی کہ میں لغت کی کتابوں میں علم نباتات کے بعض ناموں کی تحقیق کر رہا تھا اور آج کا تمام دن اسی میں صرف ہو گیا، کیا تم اس میں میری مدد کر سکتے ہو اگر ایسا ہے تو وعدہ کرو کہ کھانا کھانے سے پہلے تم یہاں سے نہیں جاؤ گے"۔

اسٹیفن یہ سُن کر مسکرایا کیونکہ وہ جانتا تھا کہ اتنا وقت وہ ماجدولین کے گھر گزارے گا، اور اس سے زیادہ خوش بختی اس کی اور کیا ہو سکتی تھی۔

وہ دونوں اُٹھ کر کتب خانہ میں چلے گئے اور اپنی اپنی جگہ بیٹھ گئے۔ مولر نے اسٹیفن کے سامنے اُن تمام ناموں کو پیش کیا جو آج اس کی مشغولیت کا باعث تھے اور ان کے مطالب و معانی ان کے مصادر و اشتقاق کے متعلق علمائے نباتات کی رائیں اور پھر اپنی تحقیق بیان کرنے لگا، جہاں کہیں اثنائے کلام میں کسی کتاب کا ذکر آتا تو وہ فوراً کتابوں کی الماری کی طرف جاتا اور کتاب نکال کر اس کے اوراق اُلٹنے لگتا اور جب وہ موضوع اُسے مل جاتا تو ایک تبسم کے ساتھ اسے پڑھتا اور کہتا کہ "دیکھو فلاں عالم کا اس کے متعلق یہ خیال ہے، لیکن میرا عقیدہ اس کے

برعکس ہے اور اس میں حرج ہی کیا ہے، اگر میری تحقیق اس کی تحقیق کے خلاف ہو۔ علم کسی خاص مصنف یا مؤلف کی میراث نہیں ہوتی بلکہ وہ حجت سے حجت ٹکرانے اور رائے کا رائے سے مقابلہ کرنے ہی کا نام ہے"

وہ یوں ہی مجذوب کی طرح بڑبڑا رہا تھا اور اسٹیفن ان تمام باتوں سے بے خبر رہ رہ کر دروازے کی طرف دیکھ رہا تھا اس خیال سے کہ شاید وہ ماجد ولین کو اندر آتے ہوئے دیکھ سکے۔

مولر اس کی اس کیفیت کو سمجھ گیا اور کہنے لگا:-

"میں دیکھ رہا ہوں کہ تم بار بار دروازے کی طرف دیکھتے ہو۔ شاید تمہیں خیال ہے کہ کوئی غیر شخص اندر آکر ہماری تنہائی میں مخل ہوگا تو تم مطمئن رہو کہ کوئی شخص میری اجازت کے بغیر میرے کمرے میں قدم نہیں رکھ سکتا۔"

اتنے میں خادمہ کی آواز آئی جو اسے کھانے پر بلا رہی تھی۔ مگر اس نے اپنی گفتگو کا سلسلہ ختم نہیں کیا، خادمہ نے پھر آواز دی؛ اور مولر بڑی گرانی اور آہستگی کے ساتھ اُٹھا اور اسٹیفن سے باتیں کرتا ہوا کھانے کے کمرے میں چلا گیا۔

اسٹیفن کو یہ دیکھ کر بہت صدمہ ہوا کہ میز کے آس پاس صرف دو کرسیاں پڑی ہیں۔ وہ سمجھ گیا کہ ایک تو اس کے لئے ہے اور دوسری مولر کے علاوہ اور کسی کی نہیں ہو سکتی، فرط تاثر سے اس کی زبان بند ہو گئی اور چپ چاپ بیٹھا ہوا کھانا کھاتا رہا، نہ اس نے کوئی لفظ کہا اور نہ ایک حرف سنا یہاں تک کہ وہ دونوں کھانے سے فارغ ہو گئے۔

مولر کہنے لگا:-

"تمہیں یہاں بھیجکر خدا نے مجھ پر بڑا احسان کیا ہے آج مجھے اس تنہائی میں کسی مونس اور اس دسترخوان پر کسی رفیق کی امید نہ تھی کیونکہ آج ہی صبح میری لڑکی اپنی ایک سہیلی سے ملنے گئی ہے اور میرا خیال ہے کہ وہ شام سے پہلے واپس نہیں آسکے گی۔ اگر کوئی حرج نہ ہو تو آؤ باغ میں چلیں اور کچھ چہل قدمی کر لیں۔

چنانچہ وہ دونوں باغ میں چلے گئے اور تھوڑی دیر بعد ہی خادمہ نے کھڑکی میں سے چلا کر ماجد ولین کے آنے کی خبر دی۔ مولر نے اسٹیفن کو رخصت کرنے کے لئے اپنا ہاتھ بڑھا دیا اور اُسے مبہوت و متحیر چھوڑ کر چلتا ہوا آج اس کے رنج و غم کی کوئی حد و انتہا نہ تھی۔

(۹)

حیرت

اس کے بعد اسٹیفن کی یہ حالت ہوگئی کہ جب کبھی وہ ماجد ولین کو باغ میں دیکھ لیتا تو فوراً اس کے سامنے سے

ہٹ جاتا اور کوئی دوسرا راستہ اختیار کر لیتا ___ وہ اپنے لئے ایک ایسی تنہائی کا طالب تھا جہاں وہ اپنے آپ کو عالم تصوّر میں ماجدولین کے سامنے دیکھے اور ایک محبّت بھرا سلام اس تک پہونچا سکے۔ لیکن قبل اس کے کہ اس کا یہ ارادہ پورا ہو، ماجدولین اپنے کمرے کی طرف لوٹتی ہوئی نظر آتی، یہ دیکھ کر اسے اس قدر صدمہ ہوتا کہ راتوں کی نیند اُڑ جاتی، بستر پر کروٹیں بدلتا رہتا اور کسی پہلو قرار نہ ملتا۔ وہ مجبور ہو کر جنگلوں اور ویرانوں میں نکل جاتا، پہاڑوں کی چوٹیوں پر اور دریا کے کنارے حیران و سرگرداں پھرتا رہتا کہ شاید اسی طرح روح کی حدت اور دل کی جلن میں کوئی کمی ہو۔

ان باتوں کو ایک زمانہ گزر گیا، وہ نہ باغ میں گیا نہ اس نے ماجدولین کو دیکھا اور نہ مولر ہی سے اس کی ملاقات ہوئی، آخر اس کا دل بیٹھنے لگا اور ہر طرف سے مایوس ہو گیا، ایک روز جب وہ کہیں سے واپس ہوا تو اس کو تیز بخار چڑھا ہوا تھا، بیچینی اور کمزوری انتہا کو پہونچ چکی تھی، وہ اپنے کمرے میں آکر گر پڑا اور پھر کئی روز تک اُٹھنے کے قابل نہ ہو سکا اس کا جسم اور جان دونوں علیل تھے اور قوت برداشت بالکل مفقود تھی۔

جنیفان کو اس کی علالت کی خبر ہو چکی تھی، چنانچہ اس نے جاکر مولر سے کہا مولر اس کی بیماری کا حال سُن کر اس کی عیادت کے لئے اوپر آیا لیکن پوچھنے پر بھی اس نے اپنی صحیح صحیح کیفیت سے مطلع نہیں کیا بلکہ یونہی سی کچھ بات بنا دی، مولر اس سے ایک گھنٹہ تک باتیں کرتا رہا اور جب جانے لگا تو استیفن نے بنفشہ کے پھولوں کا ایک گلدستہ کی طرف ہاتھ بڑھا کر اشارہ کیا جو اس کے سرہانے گلدان میں بڑی خوبصورتی سے رکھا ہوا تھا اور کہنے لگا :۔

" یہ چند پھول میں نے ماجدولین کے لئے چنے ہیں کیونکہ میں جانتا ہوں اُنھیں ان پھولوں سے بہت دلچسپی ہے اُمید ہے کہ آپ میری طرف سے یہ گلدستہ ان کی خدمت میں پیش کر دیں گے "

مولر نے شکریہ کے ساتھ اسے لیا اور رخصت ہو گیا۔

اس کے کئی دن بعد جب وہ اچھا ہو گیا تو ایک روز باغ میں اُترا اور اپنے دل میں ماجدولین کے سامنے سے نہ بھاگنے کا پختہ ارادہ کر کے اُترا اور یہ عزم کر لیا کہ کچھ ہو اس کے پاس جاکر ضرور سلام کرے گا اور اس سے بات چیت کرنے کی کوشش کرے گا، ابھی وہ اسی خیال میں محو تھا کہ ماجدولین سامنے سے آتی ہوئی نظر آئی۔ بھاگ جانا اسکے لئے ممکن نہ تھا اس لئے بڑھ کر سلام کیا۔ ماجدولین نے بھی جواب دیا، استیفن نے نگاہیں نیچی کر لیں اور ماجدولین نے سر جھکا لیا۔ دونوں خاموش تھے اور متحیر۔ وہ اس سکوت کو توڑنے کے لئے الفاظ تلاش کر رہا تھا کہ ماجدولین نے ابتدا کی اور کہنے لگی :۔

" آپ کے چہرے سے ضعف و نقاہت کے آثار ابھی تک ظاہر ہیں۔ طبیعت کی افسردگی اور پژمردگی تبلاتی ہے کہ اس مرتبہ آپ نے سخت تکلیف اُٹھائی "

اسٹیفن کے منہ سے بجز ہاں کے اور کچھ نہ نکل سکا۔ اور پھر وہ کہنے لگی:۔

"میں آپ کے اس قیمتی ہدیہ اور خوبصورت تحفہ کی جو آپ نے میرے لئے بھیجا تھا بیحد ممنون ہوں۔ مجھے یہ دیکھ کر کس قدر حیرت ہوئی کہ آپ نے وہی پھول بھیجے جو مجھے بیحد پسند ہیں، سچ تو یہ ہے کہ یہ اتفاق نہیں بلکہ الہام ہے۔ مجھے شاعروں پر تعجب ہے کہ وہ اپنے اشعار میں بنفشہ کے پھولوں کا ذکر کبھی نہیں کرتے حالانکہ جن پھولوں کا وہ ذکر کرتے ہیں وہ ان کے مقابلہ میں کوئی قدر و قیمت نہیں رکھتے اور نہ اپنے حُسن و جمال میں اُن کے برابر ہو سکتے ہیں۔ مجھے یاد نہیں پڑتا کہ سوا "گیٹے" کے کسی دوسرے شاعر کا کوئی شعر ان کی تعریف میں میں نے کبھی پڑھا ہو۔"

اس موقعہ پر اسٹیفن کو شعر و شاعری پر اظہار خیال کرنے کے لئے ایک وسیع میدان ہاتھ آ گیا اور اس موضوع پر بہت دیر تک اس سے باتیں کرتا رہا یہاں تک کہ ماجدولین کی واپسی کا وقت آ گیا اور وہ رخصت ہو گئی۔ اسٹیفن بھی اپنے بالا خانہ پر چڑھ گیا۔ آج وہ طے کر چکا تھا کہ جس چیز کو وہ اس سے زبانی نہیں کہہ سکا ہے اسے لکھ کر اس کے سامنے پیش کرے گا۔

(۱۰)

سوزان کا خط
ماجدولین کے نام

"اے ماجدولین، میں اپنے والد کے ہمراہ تمہارے گاؤں تم سے ملنے کے لئے آنے والی تھی لیکن ایک عجیب و غریب واقعہ مانع آیا۔ ہم لوگوں کو ہمارے ایک دوست نے اپنے گھر آنے کی دعوت دی تھی اس کا گھر ہمارے گاؤں سے کوئی تین میل مسافت پر ہے اور غالباً تمہارے گھر سے تو بہت ہی قریب ہے۔ ہم لوگ ایک روز صبح کو ان کے ہاں گئے اور چند گھنٹے تک ٹھہرے رہے، ذرا دن ڈھلے سب لوگ اپنے اپنے گھروں سے سیر و تفریح کے لئے میدانوں باغوں اور سبزہ زاروں کی طرف نکل کھڑے ہوئے، اور اے ماجدولین تمہیں تو معلوم ہی ہے کہ مجھے فطرت کی اُن تمام نیرنگیوں اور بوقلمونیوں سے جن کا شعراء ذکر کیا کرتے ہیں کبھی کوئی دلچسپی نہیں ہوئی، جنگلوں اور بیابانوں کے نظارے پہاڑوں اور ریگستانوں کے مناظر میرے لئے اپنے اندر کوئی سامانِ مسرت نہیں رکھتے، پانی کی روانی بادلوں کی گرج، سورج کی تپش، پہاڑوں کی چوٹیاں اور ریگستانوں کے نشیب و فراز میرے لئے کوئی دلچسپی نہیں رکھتے، تاہم میں ان کے ساتھ گئی، میں خاموش تھی اور یہ لوگ گاؤں کی دلچسپ فطرت کے محاسن کے بیان میں رطب اللسان تھے مگر ان لوگوں کی

حالت بھی ان مکار اور زمانہ ساز مصنفوں سے کچھ بہتر نہ تھی جو دہقان کی اہمیت اور اس کی تعریف میں ورق کے ورق سیاہ کر دیتے ہیں، لیکن یہی مسکین اگر کبھی ان لوگوں کے پاس سے نکل جاتا ہے اور غلطی سے مصافحہ کے لئے ان کی طرف اپنا ہاتھ بڑھا دیتا ہے تو ان کے ہاتھ رُک جاتے ہیں، اس ڈر سے کہ کہیں اس کے میلے اور کالے ہاتھ ان کے نرم و نازک ہاتھوں کو آلودہ نہ کر دیں۔

ہم لوگ اسی طرح باتیں کرتے چلے جا رہے تھے یہاں تک کہ دریا کے قریب پہونچ گئے، ہم نے دیکھا اور یہ دیکھ کر ڈر گئے کہ دریا کے دوسرے کنارے پر بہت سے لوگ جمع ہیں، اُنگلیاں اُٹھا اُٹھا کر پانی کی طرف اشارہ کر رہے ہیں، اور ہر طرف سے "دوڑو پکڑو، ڈوبا ڈوبا" کی آوازیں چلی آ رہی ہیں، ان کی یہ چیخ پکار سُن کر ہم بھی اسی طرف کو دیکھنے لگے جدھر یہ لوگ اشارے کر رہے تھے۔

ہم نے دیکھا کہ ایک شخص موجوں کی قربانگاہ پر موت و حیات کی کشمکش میں مبتلا ہے۔ وہ موت پر اور موت اس پر قابو پانا چاہتی ہے جب وہ اُبھرتا تھا تو لوگوں کی طرف اپنا ہاتھ بڑھاتا تھا لیکن کوئی ہاتھ اسے اپنی طرف اُٹھتا ہوا نظر نہیں آتا تھا، اور جب بیٹھ جاتا تھا اور پانی کی سطح اس کے اوپر ہموار ہو جاتی تھی تو خود ہمیں بھی اس کی موت کا یقین ہو جاتا تھا، الغرض وہ اسی طرح ہاتھ پاؤں مارتا ڈوبتا اُچھلتا رہا۔ یہاں تک کہ اس کے بازو شل ہو گئے اور قوتیں جواب دے گئیں اس کی آنکھیں سفید ہو چکی تھیں اور رنگ بدل گیا تھا۔ دیکھنے والے کچھ تو رو رہے تھے اور کچھ چیخ رہے تھے اور کچھ ایک دوسرے کی طرف اس امید میں دیکھ رہے تھے کہ کون نیک دل اور بلند ہمت شخص اس کی مدد کے لئے بڑھتا ہے۔

ہم ابھی اسی اُمید و بیم میں تھے کہ ایک شخص برہنہ تن، بھیڑ کو چیرتا لوگوں کو ہٹاتا تیر کی طرح نکلا اور دریا میں کود پڑا اور دریا کی موجوں سے لڑتا ہوا ٹھیک اس جگہ پہونچ گیا جہاں وہ شخص ڈوبا تھا۔ وہاں پہونچکر اُس نے غوطہ لگایا۔ پانی طرفۃ العین میں پھٹا اور وہ اس شخص کا بازو پکڑے ہوئے پانی کے اوپر لے آیا۔ لوگوں نے اس کی ہمت و جرأت پر آفریں کہی۔ لیکن قبل اس کے کہ ہمارے ہوش و حواس بجا ہوں، پہلے سے بھی زیادہ خوفناک نظارہ ہمارے سامنے تھا، ہم نے دیکھا کہ ڈوبنے والا شخص اپنے بچانے والے کو دیکھ کر کچھ دیوانہ سا ہو گیا، شاید اسے خیال ہوا کہ یہ شخص اس کے ساتھ دشمنی کر رہا ہے اور اس کے بازو کو اس لئے پکڑے ہوئے ہے کہ اسے پانی کی گہرائیوں تک پہونچا کر اس کی قسمت پر آخری مہر لگا دے۔ چنانچہ اس نے اپنے آپ کو اس کے ہاتھ سے چھڑانے کی کوشش کی اور پوری قوت کے ساتھ اس کے سینہ میں ایک گھونسا مارا، اپنی اُنگلیاں اس کی گردن میں پیوست کر دیں اور اُسے اپنی دونوں ٹانگوں کے بیچ میں رکھ کر کچھ اس زور سے دبایا کہ ہم تو یہی سمجھے کہ اس کی ہڈیاں چور چور ہو گئی ہوں گی۔ چنانچہ وہ خود بھی اپنی زندگی سے ناامید ہو گیا اور سمجھ گیا کہ اب موت یقینی ہے۔ اس نے اسی وقت اپنے دونوں ہاتھ آسمان کی طرف اُٹھا دیئے اور کسی کا نام لیا اور وائے ماجد ولین شاید وہ تمہارا ہی نام تھا۔ میں کچھ نہ سمجھ سکی کہ اُس کا کیا مقصد ہے اور یہ کون ماجد ولین ہے۔ اتنے میں موجوں نے پھر ان دونوں کو اپنی آغوش میں لے لیا

اور حسب معمول اتراتی ہوئی اوپر سے نکل گئیں۔ ہمارے دلوں کی دھڑکن تیز ہو گئی، ہونٹ خشک ہو گئے، گلوں میں پھندے پڑنے لگے گردنیں اونچی ہو گئیں خون کی روانی ہلکی اور جسم کے جوڑ جوڑ ڈھیلے پڑ گئے۔ کئی منٹ اسی طرح گزر گئے نہ ہوائیں سنکیں اور نہ موج اُٹھی۔ میں حیران و پریشان اپنے والد کے پاس آئی اور پوچھنے لگی:۔

"کیوں ابا جان کیا ڈوب کر مرنے والوں کو بھی موت کی تکلیف ہوا کرتی ہے" مجھے روتا دیکھ کر میرے والد بھی آبدیدہ ہو گئے اور کہنے لگے:۔

"ہاں بیٹی بہت تکلیف ہوتی ہے اور بعض اوقات تو یہ صورت ہوتی ہے کہ ڈوبنے والا پانی کی گہرائیوں میں کسی پتھر کو تلاش کرتا ہے تاکہ اس کی ایک ہی ضرب سے اپنے مصائب و آلام کا خاتمہ کر دے"

یہ سُن کر میں ریت کے ایک ٹیلے پر بیٹھ گئی اور ہاتھ اُٹھا کر خدا سے دعائیں کرنے لگی۔ میں اپنی دعاؤں میں کھوئی ہوئی اپنے گرد و پیش سے بیخبر تھی کہ یکایک دریا کے کنارے سے پھر وہی شور اُٹھا۔ اب دریا اس شخص کو پھر اُگل رہا تھا اور وہ تن تنہا پانی کی سطح پر اُبھر رہا تھا۔ لوگ اسے زندہ دیکھ کر اپنی اپنی طرف بُلانے لگے کیونکہ اب خود اس کی اپنی زندگی خطرے میں پڑ چکی تھی۔ اس نے ایک مرتبہ پھر غوطہ لگایا اور ڈوبنے والے کو کندھے پر لئے ہوئے نکل آیا اور بصد مشکل اسے کنارے تک لیجانے میں کامیاب ہوا۔ یہاں پہونچ کر وہ دونوں گر گئے اور سب لوگ انہیں سنبھالنے میں مشغول ہو گئے۔ یہاں تک کہ ڈوبنے والے کو ہوش آ گیا اور رخصت ہو گیا۔ اُس کے بعد جب سب لوگ اِدھر اُدھر چلے گئے تو بچانے والا شخص بھی اپنی جگہ سے اُٹھا کپڑے پہنے اور بدقت تمام بنفشہ کے اُن پیڑوں کی طرف جو ساحل کے برابر برابر دور تک پھیلے ہوئے تھے روانہ ہو گیا اور اس کے پھول توڑ توڑ کر اپنے دامن میں جمع کرنے لگا۔

بہت ممکن ہے اس واقعہ کی یادگار میں کوئی گلدستہ بنانا چاہتا ہو۔ پس ہم لوگ اسے اسی حال میں چھوڑ کر خاموشی اور افسردگی کو اپنے ساتھ لئے ہوئے اپنے اپنے گھروں کو واپس آ گئے۔ اور اے ماجد دلیمن تمہاری ملاقات کی اُمید اُس روز پوری نہ ہو سکی

میں اس وقت اس سے زیادہ نہیں لکھ سکتی۔ کیونکہ جب مجھے اس واقعہ کا خیال آ جاتا ہے تو مجھے اس قدر اذیت و تکلیف پہونچتی ہے گویا یہ سب کچھ اسی وقت میری آنکھوں کے سامنے سے گزر رہا ہے۔ اب اچھا پھر لکھوں گی، خدا حافظ"

(۱۱)

"انکشاف"

سورج اُفق مغرب کی طرف جھکنے لگا، تاریکی روشنیوں پر چھانے لگی، خاموشی ہر طرف بڑھ چلی اور بسیرا لینے والے پرندوں کی آوازوں کے علاوہ تمام آوازیں خاموش ہو گئیں۔ اسٹیفن اس وقت باغ میں زیتون کے درختوں کے نیچے بیٹھا ہوا ماجد

ڈیلین کے آنے کا انتظار کر رہا ہے، اس نے ماجدولین کے نام ایک خط لکھا ہے اور جس چیز کے اظہار سے اس کی زبان قاصر تھی اسے زبانِ قلم سے ادا کرنے کی کوشش کی ہے۔ اس وقت یہ خط اپنے ہاتھ میں لیے ہوئے پڑھ رہا ہے، اس کا خیال ہے کہ یہ خط کچھ زیادہ مؤثر و دلکش نہیں ہے اور اس کے ہر ہر جملہ میں کوئی نہ کوئی کمی پائی جاتی ہے۔ چنانچہ اس نے طے کر لیا کہ وہ دوسرا خط لکھے گا جو اس سے زیادہ دلکش و مؤثر ہوگا، وہ ابھی اسی خیال میں تھا کہ اس نے ماجدولین کو ہاتھ میں ایک خط لئے ہوئے اور اپنی طرف آتے ہوئے دیکھا۔ قریب آکر وہ مسکرائی اور کہنے لگی :۔

"کیوں جناب آپ کو وہ جگہ تو یاد ہوگی جہاں سے بنفشہ کے پھول لاکر آپ نے مجھے تحفتہً بھیجے تھے ؟"

آسٹیفن اس سوال سے کچھ پریشان تو ہوا لیکن پھر سنبھل کر بولا :۔

" جی ہاں، یہاں سے دو تین میل کے فاصلہ پر ایک دریا ہے جس کے کنارے بنفشہ کے بہت سے درخت لگے ہوئے ہیں "

وہ خط اس کی طرف بڑھا کر کہنے لگی لیجئے اسے پڑھیئے اس میں آپ ہی کا ذکر خیر ہے، آسٹیفن نے وہ خط اس کے ہاتھ سے لے لیا اور شروع سے آخر تک کئی مرتبہ پڑھا، یہ سوزان کا خط تھا۔ پڑھ کر اس نے خاموشی سے واپس کر دیا۔ وہ حیران تھا کہ کیا کہے۔ آخر ماجدولین نے خود ہی اس سکوت کو توڑا اور کہنے لگی :۔

" آسٹیفن تم مجھ سے اپنے دل کی باتیں چھپاتے ہو۔ مجھے اچھی طرح معلوم ہے کہ دریا کے اس حادثہ نے تمہارے ساتھ کیا کیا، اور تم پر کیا گزرا اور یہ اسی کا اثر تھا کہ تم اتنے دن بخار میں مبتلا رہے "

یہ کہکر اس نے آسٹیفن کی طرف ہاتھ بڑھایا اور اس کے ہاتھ کو اپنے ہاتھوں میں لے لیا۔ ہاتھوں کا ملنا تھا کہ دل دھڑکنے لگے، گویا بجلی کے دو تار تھے جن کے ملتے ہی فانوس روشن ہو گئے۔ تھوڑی دیر تک وہ دونوں اسی طرح خاموش بیٹھے رہے اور کچھ نہ بول سکے۔ مگر محبت کے اُن روشن نقوش کو جو ایسے وقت میں پیشانیوں پر اُبھر آتے ہیں نگاہیں ضرور پڑھتی رہتی ہیں، آسٹیفن نے بھی ماجدولین کے چہرے میں محبت کی تمتماہٹ، غم کی جھلک محسوس کی اور آسٹیفن کے چہرے میں ماجدولین نے بھی محبت، اور اس کی جگمگاتی ہوئی مسرتوں کو اس کی ڈبڈبائی ہوئی آنکھوں میں دیکھ لیا، آخرکار وہ بھی ضبط نہ کر سکی اور محبت کا پہلا آنسو اس کی آنکھ سے ٹپک پڑا۔ آسٹیفن اُسے روتا ہوا دیکھ کر پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا۔ اور انتہائی دردمندی کے ساتھ اس نے ماجدولین کا ہاتھ اپنے سینہ پر رکھ لیا۔

اس طرح شاید وہ اسے بتانا چاہتا تھا کہ جس محبت کا اظہار وہ زبان سے نہ کر سکا تھا جس دردِ پنہاں کی صراحت الفاظ سے ممکن نہ تھی اور جس آتشِ شوق کی لپٹیں اس تک نہ پہونچ سکیں تھیں اب وہ انھیں خود محسوس کرے، اور اس کے دل کی گہرائیوں میں اُتر جائے، اس کے بعد وہ اس کے قدموں پر جھک گیا اور کہنے لگا :۔

"کیوں ماجدولین کیا تم مجھ سے محبت کرتی ہو ؟"

مگر اس نے کوئی جواب نہیں دیا۔ اس نے پھر وہی سوال کیا لیکن وہ پھر بھی خاموش رہی اب اس نے نہایت ہی عاجزی سے اپنا ہاتھ اس کی طرف بڑھا دیا اور کہنے لگا۔

"اے ماجد ولین رحم کرو مجھے ڈر ہے کہیں میں خواب تو نہیں دیکھ رہا ہوں، اور یہ سب کچھ میرے ان خیالات کا پرتو تو نہیں جو خوابوں ہی میں میرے لئے وجہ سکون وسامان مسرت ہوا کرتے ہیں اور جب بیدار ہوتا ہوں تو طعنۂ نایافت کے علاوہ کچھ بھی میرے پاس نہیں ہوتا۔ لہذا اے ماجد ولین آج تم مجھ سے محبت کا اقرار کر لو تاکہ مجھے یقین ہو جائے کہ تم میرے سامنے موجود ہو اور میں خواب نہیں دیکھ رہا ہوں۔"

وہ دونوں بہت دیر تک اسی طرح بیٹھے رہے ــــــ زندگی کی یہ ساعتیں کس قدر قیمتی تھیں، اس کا اندازہ کچھ وہی لوگ کر سکتے ہیں جنھیں زمانہ شباب میں یہ مبارک دن کبھی نصیب ہوا ہو، اس وقت انھیں محسوس ہو رہا تھا گویا وہ دُنیا اور اسکے ہنگامہ سے گزر کر، عافیت وسکون کے ایک 'باغ عدن' میں پہونچ گئے ہیں جو جنت سے کم نہیں اور اس وقت ان کی روحیں قید جسم سے آزاد ہو کر فضائے بسیط میں کبھی آسمانوں پر سیاروں کی حرکت کا مشاہدہ کرتی ہیں اور کبھی فرشتوں کی صفوں سے گزر کر ان کی تسبیح و تہلیل کو اپنے کانوں سے سنتی ہیں اور کبھی فردوس میں پہونچ کر اس کے لولو و مرجان کو پرکھتی اور اس کے باغ میں تفریح کرتی پھرتی ہیں۔

وہ اسی طرح عالم بیخودی میں کھڑے ہوئے تھے کہ ماجد ولین نے جنفیاف کے پکارنے کی آواز سُنی، وہ اُٹھی اور "کل اسی وقت اسی جگہ پھر ملوں گی" کہتی ہوئی اس نے اسٹیفن کی طرف رخصت کا ہاتھ بڑھایا، اس نے بھی اپنی محویت میں کچھ سوچے سمجھے بغیر اس کی طرف اپنا ہاتھ پھیلا دیا، وہ چلی گئی اور وہ اسے دیکھتا رہا، یہاں تک کہ اس کے دوپٹہ کا آخری سرا بھی اس کی نگاہوں سے پوشیدہ ہو گیا۔

اسٹیفن کچھ دیر تو اسی جگہ اسی طرح بے حس وحرکت بیٹھا رہا جیسے ابھی تک ماجد ولین اس کے سامنے بیٹھی ہے، لیکن جب دروازہ بند ہونے کی آواز اس کے کانوں میں پہونچی اور اس نے اپنے چاروں طرف دیکھا تو معلوم ہوا کہ وہ بالکل تنہا ہے۔

ماجد ولین کے چلے جانے کے بعد اسٹیفن کا جدھر کو منھ اُٹھا نکل گیا، وہ اس وقت بڑی تیزی سے چلا جا رہا تھا، اور ایسا معلوم ہوتا تھا گویا آج وہ آسمانوں، زمینوں، پہاڑوں، میدانوں اور دریاؤں بلکہ کائنات کے ہر ہر ذرہ کو اپنی خوش نصیبی اور مسرت پر گواہ بنانا چاہتا ہے۔ اس کا خیال تھا کہ یہ سعادت جو اسے نصیب ہوئی ہے اس کی برداشت سے باہر ہے۔ اس کا دل چاہتا تھا کہ وہ ہر اس شخص سے جو اسے راستہ میں ملے اپنا قصہ سُنائے اور اپنی خوش بختی کا کچھ حصہ اسے بھی بخش دے۔

وہ کھیلتے ہوئے بچوں کے پاس سے گزرا اور انہیں اپنے آس پاس جمع کر کے ایک ایک کو پیار کرنے لگا اور جو کچھ اس کی جیب میں تھا وہ سب تقسیم کر دیا۔ اگر اس کے پاس آج کائنات کے پوشیدہ خزانوں کی کنجیاں ہوتیں تو ان

لمحات محبت کی یاد میں وہ ان خزانوں کو لٹا دیتا اور صفحۂ زمین پر کسی کو بدقسمت اور بدنصیب نہ رہنے دیتا۔

وہ اسی طرح تاریکی کے پردوں کو چیرتا چلا جا رہا تھا کہ باغ کے دروازہ کو کھلا ہوا دیکھ کر اس میں داخل ہو گیا اور اُسی جگہ جا کر بیٹھ گیا جہاں اب سے کچھ پہلے بیٹھا ہوا تھا اور ماجد ولین کے کمرے کی اس روشنی کو جو پردے میں سے چھن چھن کر آ رہی تھی دیکھنے لگا۔

اسے ایسا محسوس ہو رہا تھا گویا وہ اس کے اُٹھنے بیٹھنے اور چلنے پھرنے کو دیکھ رہا ہے۔ اس کے کپڑوں کی سرسراہٹ اور کتاب کے ورق لوٹنے کی آواز سُن رہا ہے۔ وہ بیٹھا رہا یہاں تک کہ روشنی گل ہو گئی اور وہ اپنے کمرہ میں واپس آ کر ایسی میٹھی نیند سویا اور ایسے ایسے دلفریب خواب دیکھے جو بچپن کے بعد سے کبھی نہیں دیکھے تھے۔

۱۲

اسٹیفن کا خط ماجد ولین کے نام

"کل جس جگہ میں تمہارے سامنے کھڑا تھا اُس کی یاد اب تک میرے ذہن میں تازہ ہے اور اس وقت بھی میرا ہاتھ میرے سینہ پر رکھا ہوا ہے اور میں اپنے دل کو تلاش کر رہا ہوں اور ڈر رہا ہوں، کہیں اس مسرت کی تاب نہ لا کر میرا دم نہ گھٹنے لگے۔

اے ماجد ولین، حُسن و جمال کی وہ نعمت جو خدا نے تمہیں بخشی ہے مجھے نہیں دی ہے اور دلکشی و لطافت احساس کا جو زیور تمہیں ملا ہے میں اس سے عاری ہوں، اس لئے اے ماجد ولین اگر تم نے مجھ سے محبت کی ہے تو ایک ایسے شخص سے کی ہے جو خوبیوں سے خالی ہے اور اس کی طاقت سے باہر ہے کہ وہ تمہاری طرف اسی وسیلہ سے پہونچ سکے جس وسیلہ سے تم اس کی طرف پہونچی ہو، یا اُس سعادت کے بدلے تمہیں حاصل کر سکے جو تم نے اسے بخشی ہے۔ پس اگر تم سمجھتی ہو کہ پُر خلوص محبت پاس عہد اور خالص نذر جان کا جذبہ جس میں تاسف و شرمندگی کی آمیزش نہ ہو کچھ ایسی باتیں ہیں جن سے محبت کی جا سکتی ہے تو اے ماجد ولین، میں یہ سب چیزیں تمہارے حضور میں پیش کرتا ہوں۔ انھیں قبول کرلو اور کہہ دو کہ تم نے انھیں قبول کر لیا"

(۱۳)

عہد

اسٹیفن نے یہ خط اپنے ہاتھ سے ماجد ولین کو دیا، وہ اسے دیکھ کر گھبرا گئی اور بڑی حیرت سے اُسے دیکھنے لگی، لیکن جب

اسٹیفن نے اپنی ملتجی اور رحم طلب نگاہوں سے اُسے دیکھا تو وہ خط اس نے اپنی جیب میں رکھ لیا اور کہنے لگی:۔

"اے اسٹیفن، کیا یہ صحیح ہے جیسا کہ سوزان نے اپنے خط میں لکھا تھا کہ جس وقت تم اپنی زندگی سے مایوس ہو چکے تھے اس وقت آخری لفظ جو تمہاری زبان سے نکلا وہ میرا نام تھا"

اس نے کہا "ہاں! اور یہ اسی نام کی برکت تھی کہ مجھے موت سے نجات مل گئی"

ماجدولین بولی:۔

"اے اسٹیفن، اس میں شک نہیں اس حادثہ میں بڑی بڑی تکلیفیں اُٹھانا پڑیں، لیکن یہ بھی سچ ہے کہ اس واقعہ سے تمہارا شمار دنیا کے محسنین میں ہونے لگا ہے" اس نے کہا "نہیں یہ بات تو نہیں ہے، لیکن اے ماجدولین اس روز میرے اوپر جو کچھ گزرا وہ حقیقت میں میری قوت برداشت سے باہر تھا اور ایسا محسوس ہو رہا تھا گویا میں کسی گڈھے میں گرتا چلا جارہا ہوں مگر جب میں نے تمہیں یاد کیا تو تمہاری یاد نے مجھے بڑی تقویت بخشی اور میں جب کبھی اس واقعہ کو یاد کرتا ہوں تو مجھے ایسا محسوس ہوتا ہے گویا تم ہی میری نجات کا سبب تھیں۔ کنارے پر پہونچکر میں نے وہ چند پھول جمع کئے تھے جو تمہارے اس احسان عظیم کی یاد میں تمہیں بھیجے تھے"

یہ سن کر ماجدولین نے جیب میں سے جوہی کے پھولوں کا ایک گلدستہ نکالا اور کہنے لگی:۔

"آج صبح میرے والد نے میرے لئے یہ چند پھول جمع کئے تھے اور میں تمہاری اس پیشکش کے جواب میں یہ گلدستہ تمہیں نذر دینے لائی ہوں"

اسٹیفن نے وہ گلدستہ اس کے ہاتھ سے لے لیا اور اسے توڑ کر اس کے پھولوں کو اپنے سامنے بکھیر دیا اور پھر انہیں ایک نئے دھاگہ میں گوندھنے لگا یہاں تک کہ وہ ایک خوبصورت تاج کی طرح ہوگیا۔ پھر اسے ماجدولین کے سر پر رکھ کر کہنے لگا:۔

"جو شخص بھی اس چمکتے ہوئے تاج کو اس روشن پیشانی پر دیکھے گا یہی کہے گا کہ شادی کا سہرا دلہن کے سر پر بندھا ہوا ہے"

اس جملے نے ماجدولین پر بہت گہرا اثر کیا اور اس نے شرما کر گردن نیچی کرلی۔ پھر تھوڑی دیر بعد جب سر اٹھایا تو دو خوبصورت اور چمکدار آنسو اس کی آنکھوں میں چمک رہے تھے،

اسٹیفن کہنے لگا:

اے ماجدولین کیوں روتی ہو، اس دنیا میں کوئی قوت ایسی نہیں ہے جو میرے اور تمہارے درمیان حایل ہو سکے"

ماجدولین بولی:

"میں تو محبت کے خوف سے روتی ہوں، تمہیں معلوم ہے کہ میں ایک غریب بے ماں کی لڑکی ہوں اور میرا اس لڑکی کی

طرح جو اپنی ماں کی محبت سے محروم ہو چکی ہو، مسرت کے خیال سے کانپ اٹھتی ہوں۔"

اسٹیفن بولا:

"اے ماجد ولین محبت سے نہ ڈرو، یاد رکھو، جس خدا نے سورج کو چمک، پھولوں کو مہک اور آنکھوں کو نور بخشا ہے اسی خدا نے دلوں کو درد محبت دیا ہے اس لئے اے ماجد ولین تم میری طرف اپنا ہاتھ بڑھاؤ اور میرے ساتھ قسم کھاؤ کہ ہم کبھی ایک دوسرے کا ساتھ نہیں چھوڑیں گے اور اگر بدقسمتی سے ہمیں کسی روز جدا ہونا پڑا تو وہی دن ہماری زندگی کا آخری دن اور وہ فراق ہمارا دائمی فراق ہوگا۔"

چنانچہ ماجد ولین نے اپنا ہاتھ اس کی طرف بڑھا دیا اور دونوں نے محبت کی قسم کھائی۔

(۱۴)

اسٹیفن کی طرف سے ماجد ولین کے نام

"میں نے تمہیں بہت بہت لکھا، لیکن تم نے تو مجھے تھوڑا یا بہت کچھ بھی نہ لکھا، غالباً دوسری لڑکیوں کی طرح تمہارا بھی یہی خیال ہے کہ وہ عورت جو اپنے حبیب کو محبت کا خط لکھتی ہے وہ یا تو گنہگار ہے یا جوہر شرافت سے خالی ہے، لیکن اس کے برخلاف میں یہ سمجھتا ہوں کہ اگر وہ ایسا نہیں کرتی تو یہ اس کا تصنع ہے۔ کیونکہ وہ لڑکی جو اپنے دل کو خالص محبت کے زیر اثر واقعی کسی کے نذر کر چکی ہو، وہ عیب نہیں سمجھ سکتی کہ اپنے حبیب کو اسی طرح خط لکھے جس طرح وہ اس سے باتیں کیا کرتی ہے۔

اظہار محبت میں احتیاط درحقیقت ان عورتوں کا طریقہ ہے جو ہر روز اپنے لئے ایک نیا محبوب تلاش کرتی ہیں اور پوری دیانتداری کے ساتھ اسے یقین دلاتی ہیں کہ اس سے پہلے ان کی آغوش محبت کبھی کسی دوسرے شخص کے لئے نہیں کھلی تھی، کیونکہ وہ ڈرتی ہیں کہ مبادا آج وہ کوئی ایسی حرکت کر بیٹھیں جو کل ان کے حق میں ان کے بازار کو سرد کر دے لیکن شریف عورتیں، بہت بلند ہوتی ہیں ان کی محبت سچی ہوتی ہے وہ جو بات زبان سے کہتی ہیں اس کو لکھ بھی سکتی ہیں۔

اے ماجد ولین، جو شخص تمہاری باتوں کو نہاں خانۂ دل میں چھپا سکتا ہے وہ تمہارے خطوط کی حفاظت بھی کر سکتا ہے، اور خوب سمجھ لو کہ جو شخص تمہارے خطوں کو تمہارے خلاف پیش کر کے تمہیں بدنام کرنے کی کوشش کرے، وہ میرے علاوہ کوئی اور شخص ہوگا، اور جو لڑکی اس بات پر راضی ہو جائے کہ اپنے دل کو ایک ایسے شخص کی نذر کر دے جو عورتوں کے بھیدوں سے تجارت کرنے کا خواہشمند ہو وہ تمہارے علاوہ کوئی دوسری لڑکی ہوگی۔"

(۱۵)

"سمندر"

اس کے بعد ایک زمانہ گزر گیا اور ماجد ولین و اسٹیفن کبھی گھر میں، کبھی باغ میں، کبھی جنگل میں اور کبھی دریا کے کنارے ایک دوسرے سے ملتے رہتے۔ اکثر وہ دونوں بنفشہ کی جھاڑیوں کے پاس بیٹھ جاتے اور دریا کے حادثہ کا ذکر اور اس گلدستہ کی یاد ان کی گفتگو کا موضوع بن جاتی اور بعض اوقات ایسا بھی ہوتا کہ وہ دونوں ایک چھوٹی سی کشتی پر سوار ہو کر سمندر کی سیر کو نکل جاتے۔

چنانچہ ایک روز وہ دونوں کشتی میں سوار ہو کر سمندر کی سیر کو روانہ ہوئے، شام ہو چکی تھی اور ڈوبتے ہوئے سورج کی سرخ چادر اُفق مغرب پر پھیلی ہوئی تھی۔ زیادہ دیر نہ گزری تھی کہ سورج غروب ہو گیا اور چاند نمودار ہو کر اس کی نیابت کے فرائض انجام دینے لگا۔

وہ دونوں اس دلچسپ نظارہ سے متاثر ہو کر سمندر کو غور سے دیکھنے لگے۔ سمندر کا پانی آئینہ کی طرح شفاف تھا اور ہوا بہت لطیف تھی، سناٹا ہر طرف چھایا ہوا تھا اور سمندر میں گرتے ہوئے پانی کے علاوہ کوئی دوسری آواز سُنائی نہیں دیتی تھی۔ چاند خوب روشن تھا اور تاریکی کے پردے اُٹھ چکے تھے۔ اور اس کی نیلگوں شعاعیں کشتی، سمندر ساحل اور آس پاس کی تمام چیزوں پر برس رہی تھیں۔

یہ دلفریب نظارہ، یہ ہمہ گیر خاموشی اور یہ مکمل تنہائی کچھ اس درجہ بے اختیار کر دینے والی تھی کہ انہوں نے کشتی کو اس کے حال پر چھوڑ دیا، اور باتوں میں مصروف ہو گئے۔

اسٹیفن، ماجد ولین سے کہہ رہا تھا:

"اے ماجد ولین، میرا دل چاہتا ہے کہ آیندہ ہمارا گھر کسی دریا کے کنارے ہو اور ہمارے پاس اس سے ذرا بڑی ایک کشتی ہو تاکہ چاندنی راتوں میں ہم اس میں بیٹھ کر دریا کی سیر اور مچھلیوں کا شکار کیا کریں۔ اس کے علاوہ میری یہ تمنا بھی ہے کہ ہمارے گھر میں ایک چھوٹا سا باغ ہو جس میں ہم اپنی خواہش کے مطابق انگوروں کی بیلیں، پھلوں کے درخت اور پھولوں کے پودے لگایا کریں۔ اور بنفشہ کے درخت تو میں خود تمہارے لئے اپنے ہاتھ سے لگاؤں گا اور پھر گھر کے متعلق میرا ایک خیال یہ بھی ہے کہ اس میں دو طبقے ہونا چاہئیں۔ بالائی منزل میں چار کمرے ہوں، ایک مہمانوں کے لئے، دوسرا کتابوں کے لئے، تیسرا کپڑوں کے لئے"۔
یہ کہہ کر وہ ایک لمحہ کے لئے رکا اور پھر کہنے لگا اور چوتھا کمرہ صرف تمہارے اور میرے لئے"۔

ماجد ولین بولی:

"لیکن تم دو اور کمروں کا ذکر کرنا بھول ہی گئے ایک تمہارے بھائی اور دوسرا میرے والد کے لئے"

آسٹیفن نے کہا:۔

"بیشک یہ تو میں بھول ہی گیا تھا۔ ایسی صورت میں ضروری ہے کہ بالائی منزل میں چھ کمرے ہوں، اور نیچے کے طبقہ میں ایک کمرہ کھانے کا، دوسرا سامان کا اور تیسرا ملازمین کا ہو، مگر ایک حمام ہونا بھی ضروری ہے اور ایک ایسے کمرے کی بھی ضرورت ہے جو گھر کی بعض دیگر ضروریات کے لئے خالی رہے۔

ماجد ولین کہنے لگی:

"لیکن ایک بات آپ پھر بھول گئے، باغ اسی وقت خوشنما ہو سکتا ہے جب اس کے درمیان ایک چھوٹا سا فوارہ بھی ہو جس سے صاف و شفاف پانی اُچھلتا اور قطرے ہو ہو کر پھیلتا رہے"

آسٹیفن بولا:۔

"ٹھیک کہتی ہو، ہم اس حوض میں رنگ رنگ کی مچھلیاں بھی پالیں گے۔ لیکن اے ماجد ولین، ہمیں اُس کے چاروں طرف کافی بلند جنگلا لگانا پڑے گا، ورنہ ہمارے چھوٹے چھوٹے بچوں کی پوری طرح حفاظت نہ ہو سکے گی"

یہ سُن کر ماجد ولین شرما گئی، اس کا چہرہ زرد پڑ گیا اور بہت دیر تک سر جھکائے بیٹھی رہی اور رونے لگی۔

اسٹیفن گھبرا گیا اور کہنے لگا:

"اے ماجد ولین، کیوں رو رہی ہو ــــ"

"اے آسٹیفن، زمانہ بہت بخیل ہے وہ دُنیا کی تمام نعمتیں کسی ایک شخص کو نہیں دے سکتا۔ مجھے ڈر ہے کہیں ہم اپنی ان آرزوؤں میں ناکام نہ رہیں۔ اس لئے میں تو یہ چاہتی ہوں کہ زمانہ اگر آئندہ کسی وقت بھی ہمارے اور ہماری مسرتوں کے درمیان حائل ہو سکتا ہے تو وہ اسی وقت اپنا بے رحم ہاتھ ہماری طرف بڑھا کر اُس وقت سے پہلے ہی ہماری روحوں کو نکال لے تاکہ موت کی تلخی ہمارے لئے کچھ ہلکی ہو جائے"

اسٹیفن بولا:۔

"اے ماجد ولین، ڈرو نہیں زمانہ کا بے رحم ہاتھ دو محبت کرنے والوں کو اس وقت تک برباد نہیں کرتا جب تک کہ محبت کرنے والے خود ہی اس چیز کے خواہشمند نہ ہوں، اس لئے مایوس نہ ہو تاکہ میں تمہاری محبت و قوت کی طاقت پر بھروسہ کر کے مصائب کو دعوتِ مقابلہ دے سکوں"

یہ سُن کر وہ چُپ ہو گئی اور پھر دریا اور اس میں کشتی کی روانی کو دیکھ کر کہنے لگی:۔

"اگر انسان اپنے لئے ہر چیز کی تمنا اور خواہش کر سکتا تو میں یہی تمنا کرتی کہ یہ راستہ جس پر ہم اس وقت چل رہے ہیں ابدیت اور دوام کا راستہ ہوتا اور یہ کشتی جو ہمیں لئے ہوئے بہتی چلی جا رہی ہے اس وقت تک کہیں نہ رُکتی جب تک

آسمان کے دروازوں تک نہ پہونچ جاتی۔

اس کے بعد اس نے ایک ٹھنڈی سانس لی اور کہنے لگی :-

" اے اسٹیفن اب بس کرو، چاند چھپنے کے قریب ہے اور میں اسے چھپتے ہوئے نہیں دیکھ سکتی۔ کیونکہ ڈرتی ہوں کہیں اس کے چھپتے ہی ہماری مسرتوں کا چاند بھی نہ چھپ جائے۔"

یہ سُن کر وہ بھی اس کی طرف خاموش اور غم آلود نگاہوں سے دیکھنے لگا۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا گویا خود اس کا دل بھی انہیں خطرات سے لبریز ہے، چنانچہ وہ اُٹھا اور پتوار اُٹھا کر کشتی کا رُخ پھیر دیا۔ تھوڑی دیر بعد وہ دونوں کنارے پر پہونچ گئے اور جب جُدا ہونے لگے تو اسٹیفن نے ماجد ولین کے ہاتھ کو اپنے ہونٹوں سے قریب لاکر چومنا چاہا، لیکن جب وہ اس پر راضی نہ ہوئی تو اس کی پیشانی چوم لی۔ ماجد ولین کانپنے لگی اور اسٹیفن پر ایک نگاہ خشم آلود ڈالتی ہوئی لوٹ گئی۔

—— (۱۶) ——

ماجد ولین کی طرف سے اسٹیفن کے نام

" اے اسٹیفن یہ تم نے کیا غضب کیا۔ گزشتہ رات میرے صبر و سکون کو لوٹ لیا۔ میں جب خیال کرتی ہوں کہ تم نے میری پیشانی کو داغدار بنا دیا تو میری حالت دگرگوں ہو جاتی ہے اور مجھے ایسا محسوس ہوتا ہے گویا اب بھی میری پیشانی پر دہکتا ہوا انگارا رکھا ہے، افسوس میری کتاب زندگی کا جو ورق کل رات سے پہلے آئینہ کی طرح شفاف تھا، آج میں اُس میں ایک سیاہ دھبہ دیکھ رہی ہوں میں نے اس کو دھونے مٹانے اور دور کرنے کی ہر چند کوشش کی مگر کامیاب نہیں ہو سکی، مَیں رات بھر روتی رہی اور جناب باری میں سربسجود رہی ہوں کہ معلوم نہیں میرا کیا حشر ہو اور اس جرم کی پاداش کیا ملے۔ میں نہیں کہہ سکتی کہ اس سیاہ پیشانی کو لیکر قیامت میں کس طرح خدا کے سامنے جاسکوں گی اور اپنی یہ گناہ گار صورت کیونکر دکھا سکوں گی۔

اگر میں اپنے دل کو یہ کہہ کر تسلی نہ دے لیتی کہ اس گناہ کی تمام تر ذمہ داری تم پر ہے اور میری رضا و رغبت اس میں شامل نہ تھی تو یقیناً میں خودکشی کر چکی ہوتی، اے اسٹیفن آئندہ اس قسم کی جرأت کبھی نہ کرنا، ورنہ خوب سمجھ لو کہ تم مجھے زندہ نہ دیکھ سکو گے۔

———

(۱۷)

اسٹیفن کی طرف سے ماجد ولین کے نام

"اس سے پہلے مجھے یہ معلوم نہ تھا کہ وہ لڑکی جو محبت کرتی ہے اور خلوص و صداقت کے ساتھ پیمان وفا باندھتی ہے اپنے محبت کرنے والے کے پیار سے اس قدر مکدر ہو سکتی ہے۔ حالانکہ وہ پیار اس پیار سے کہیں زیادہ معصوم ہوتا ہے جو ایک بھائی اپنی بہن کی پیشانی کو چوم کر ظاہر کرتا ہے۔

اے ماجد ولین میرا خیال ہے کہ تم نے یہ سمجھ کر تمہیں مجھ سے محبت ہے خود اپنے آپ کو دھوکہ دیا ہے، کیونکہ تمہیں مجھ سے محبت نہیں ہے۔

اب مجھے معلوم ہوا کہ تمہاری آنکھوں کا میرے سامنے اشک آلود ہونا، تمہارے ہاتھ کا میرے ہاتھوں میں کانپنا اور تمہارے دل کی تڑپ کا مجھے دیکھ کر سوا ہو جانا، کچھ اس لئے نہ تھا کہ تمہیں مجھ سے محبت ہے بلکہ صرف اس لئے کہ تم مجھ سے ملتے ہوئے ڈرتی ہو۔

تم مجھ سے کہتی ہو کہ رات بھر تم ایک عذاب الیم میں مبتلا رہیں، نہ چین سے لیٹیں، نہ سو سکیں، لیکن میں تمہیں بتانا چاہتا ہوں کہ میں نے اس رات سے زیادہ مبارک رات اپنی زندگی میں کبھی بسر نہیں کی، کیونکہ تمام رات میں تمہاری پیشانی سے چنے ہوئے پھولوں کی یاد میں محو رہا۔

اے ماجد ولین مجھے معاف کرنا، میں نے تمہاری پیشانی کو اپنے ہونٹوں سے اگر آلودہ کیا تو صرف اس خیال سے کہ میں تمہیں اپنا شریک زندگی سمجھتا تھا، میرے نزدیک صدق و اخلاص کے اُس عہد و پیمان میں جو خلوت کدۂ محبت میں کیا جاتا ہے اور شادی کے اُس اقرار میں جو کسی کاہن کے سامنے ہو کوئی فرق و امتیاز نہیں ہے

میں اُس مختصر مسرت کے لئے جو تمہاری محبت کی رہین منت ہے تمہارا شکریہ ادا کرتا ہوں اور تمہیں بتانا چاہتا ہوں کہ اس وقت تک میں نے اس عہد کو جو تم سے کیا تھا نہیں توڑا ہے اور تم کو ہمیشہ محبت کی اسی نگاہ سے دیکھتا رہوں گا، کیونکہ میری محبت کچھ تمہاری محبت کا جواب نہ تھی اور نہ اس لئے تھی کہ تم بہت خوبصورت ہو، بلکہ اے ماجد ولین، میری محبت صرف محبت کے لئے تھی اور بس"

(۱۸)

ماجد ولین کی طرف سے
اسٹیفن کے نام

"اسٹیفن مجھے معاف کر دو، یہ بات میرے وہم و گمان میں بھی نہ تھی کہ تم میرے خط سے اتنا گہرا اثر قبول کرو گے یا میرے مختصر سے الفاظ تمہارے لئے اتنا وسیع مفہوم پیدا کر دیں گے۔ خیر مجھے معاف کر دو میں غلطی پر تھی۔ خدا گواہ ہے میں نے یہ سب کچھ تمہارے لئے کہا تھا۔ آج اگر میں نے اپنے آپ کو تم سے بچایا تو اس لئے کہ کل کو اسے تمہارے حوالہ کر دوں، آج تم میرے محبوب ہو اور کل میرے شوہر ہو گے اور میں اپنے محبوب سے یہی چاہتی ہوں کہ وہ مجھے میرے شوہر کے پاس پاک و صاف بھیجے۔ جس مکر و فریب کا ذکر تم نے اپنے خط میں کیا ہے اس کے متعلق میرا یہ اعتقاد ہے کہ تم میرے متعلق ایک ایسی بات کہہ رہے ہو جس کے غلط ہونے کا خود تمہیں بھی یقین ہے لیکن چونکہ تم غصہ میں ہو اس لئے اپنے علم و ضمیر کے خلاف کہہ رہے ہو۔"

(۱۹)

مولر کا خط
اسٹیفن کے نام

"میں تم کو یہ خط لکھ رہا ہوں، اور ندامت سے میرا ہاتھ کانپ رہا ہے غم و اندوہ سے میری روح بے چین ہے۔ میں کبھی یہ خیال بھی نہ کر سکتا تھا کہ میری زندگی میں کوئی وقت ایسا بھی آئے گا جب میں اپنے ایک ایسے دوست سے جس کی انتہائی عزت کرتا ہوں یہ کہنے پر مجبور ہوں گا کہ میں آج سے اپنے گھر میں خوش آمدید نہیں کہہ سکتا۔ بلکہ یہ بھی برداشت نہیں کر سکتا کہ جس گھر میں میں اور میری بیٹی ہو اس میں وہ اپنی سکونت برقرار رکھے۔ مجھے اپنی شرافت کا پاس، دوستوں کی دوستی سے کہیں زیادہ ہے لیکن اس کے باوجود میں تم سے بھی امید کرتا ہوں کہ میری طرح تم بھی مجھے اپنا مخلص دوست سمجھتے رہو گے اگرچہ زمانہ ہمیں ایک دوسرے سے جدا کر رہا ہے۔

(۲۰)
"گفتگو"

ماجد ولین اپنے کمرے میں بیٹھی ہوئی اپنے لباس کی تیاری میں مشغول تھی، شاید وہ اپنی شادی کے لئے کوئی کپڑا تیار کر رہی تھی کہ اس کی سوئی اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر زمین پر گر پڑی، اس نے سر اٹھایا تو اپنے والد کو دروازے میں کھڑا ہوا دیکھا۔ وہ نہایت اطمینان سے ماجد ولین کی طرف بڑھا اور اس کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر کہنے لگا:۔

" اے ماجد ولین تمہیں خبر ہے میں نے ابھی جنفیاف کو ایک خط دیکر استیفن کے پاس بھیجا ہے آج سے میں نے اسے اپنے گھر آنے سے روک دیا ہے بلکہ اس مکان میں رہنے سے بھی منع کر دیا ہے "

ماجد ولین بولی:۔ "مجھے ان باتوں کی مطلق خبر نہیں اور نہ مجھے یہ معلوم کہ آپ نے ایسا کیوں کیا "

مولر نے کہا:۔ " اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ تم سے محبت کرتا ہے " اس نے کہا۔ " نہیں وہ مجھ سے محبت تو نہیں کرتا ہاں مجھ سے شادی کرنے کا خواہشمند ضرور ہے۔" مولر بولا: "مگر ایسا نہیں ہوسکتا، کیونکہ وہ تمھارے شوہر بننے کی صلاحیت نہیں رکھتا "

ماجد ولین نے کہا: "میں جانتی ہوں کہ اسے آپ نے اپنی دوستی کا شرف بخشا ہے، اور آپ اس کی شرافت اور علمی قابلیت کے بھی بہت مداح ہیں۔ پھر یہ کیا بات ہے کہ آپ اپنی دوستی کے لئے تو اس کا انتخاب کر لیتے ہیں لیکن وہ آپ کی لڑکی کا شوہر بننے کی صلاحیت نہیں رکھتا "

مولر نے کہا " ہاں، میں اسے اس لئے دوست رکھتا ہوں کہ وہ ایک نیک نفس اور خوش دماغ انسان ہے، لیکن اسے اپنا داماد نہیں بنا سکتا کیونکہ وہ فقیر اور تہیدست ہے۔ آج مجھے اس کا ایک خط پڑا ہوا ملا ہے اور میں اسے پڑھ کر اس نتیجہ پر پہونچا ہوں کہ اس کے پاس اتنا بھی نہیں کہ وہ خود زندہ رہ سکے، چہ جائیکہ وہ کسی اور کا بار اٹھا سکے "

ماجد ولین کہنے لگی:۔" آپ ہی نے تو مجھ سے کہا تھا کہ وہ ایک ہونہار اور سمجھ دار نوجوان ہے اور ایسا شخص کبھی بے دست دپا نہیں ہوسکتا "

مولر نے کہا: " میں نے اس کے اخلاق وعادات میں خودداری اور خود پروری کی وہ جھلک دیکھی ہے جو اس کے اور اس کی کامیابیوں کے درمیان ہمیشہ حایل رہے گی "

ماجد ولین بولی:۔" شاید آپ واقف نہیں کہ محبت اخلاق کی ہر کجی کو درست کر دیتی ہے اور بہت سی مردہ تمناؤں کو حیات تازہ بخشتی ہے، اس لئے اگر آپ نے ایسا کیا تو یقین کیجئے، اس کی زندگی کی تباہی آپ کے سر ہوگی اور اس کی امیدوں کا خون آپ کی گردن پر ہوگا "

" مولر نے کہا: "اے بیٹی لوگوں کے عادات واخلاق اور انسانی نفسیات سے جس قدر میں واقف ہوں تم نہیں ہوسکتیں اس شخص سے شادی کر کے میں تمھارے مستقبل کو برباد نہیں کر سکتا "

ماجدولین یہ سن کر اس کے سامنے جھک گئی اور رونے لگی لیکن اس کے بہتے ہوئے آنسوؤں نے اس پر کوئی اثر نہیں کیا، آخر وہ تھک گئی اور اس کے قدموں پر گر پڑی اور موئلر اسے اسی حالت میں چھوڑ کر یہ کہتا ہوا چلا گیا۔ "آج جس چیز کو تو نہیں سمجھتی کل اُسے سمجھے گی"

(۲۱)

خبر

جس وقت جنفیاف، اسٹیفن کے کمرے میں داخل ہوئی وہ چراغ کی دھیمی روشنی کے سامنے بیٹھا ہوا کچھ پڑھ رہا تھا۔ جنفیاف نے وہ خط اس کے ہاتھ میں دیا اور اُلٹے پاؤں واپس آئی۔

اُس کے نام یہ موئلر کا پہلا خط تھا، وہ لفافہ چاک کر رہا تھا اور اس کا ذہن مختلف خیالات کا جولانگاہ بنا ہوا تھا۔ مگر یہ بات اس کے وہم و گمان میں بھی نہ تھی کہ وہ اسے اس طرح لکھ سکتا ہے۔ لیکن خط پر ایک نظر ڈالتے ہی حقیقت روشن ہوگئی۔

اگر کسی تیر انداز کا کوئی تیر اس کے سینہ کے پار ہو جاتا تو شاید اس کی وہ کیفیت نہ ہوتی جو اس خط کو پڑھ کر ہوئی اس پر سکتہ طاری ہوگیا، اس کی آنکھوں کی جنبش ختم ہوگئی، دل نے دھڑکنا اور نبضوں نے تڑپنا بند کر دیا۔ اگر کوئی شخص اس کو اس حالت میں دیکھتا تو وہ بھی اسی نتیجہ پر پہونچتا کہ موت و حیات کے درمیان کوئی ایسی منزل بھی ہے جہاں احساسات کی روانی اگرچہ ختم تو نہیں ہوتی لیکن محسوسات کو دماغ تک پہونچانے کی قوت ضرور ختم ہو جاتی ہے۔

کچھ دیر وہ اسی طرح خاموش لیٹا رہا، پھر مرغ بسمل کی طرح تڑپنے لگا۔ وہ گھبرا گھبرا کر ادھر اُدھر دیکھ رہا تھا گویا کسی کھوئی ہوئی چیز کو تلاش کر رہا ہے کہ اس کی نگاہ موئلر کے خط پر پڑی جو اس کے پاس ہی پڑا ہوا تھا اور اسے اُٹھا کر دوبارہ پڑھنے لگا، پھر اس نے اپنی پیشانی پر ایک ہاتھ مارا اور آہستہ آہستہ کہنے لگا۔

"افسوس اُمید کا جو ایک سہارا تھا آج وہ بھی ختم ہوگیا۔ میں بھی موجود ہوں اور یہ خط بھی میرے سامنے ہے، نہ میں خواب دیکھ رہا ہوں اور نہ یہ خط ہی دھوکہ دے رہا ہے۔ بیشک آج موئلر نے مجھے اپنے گھر سے نکال کر میری تمام اُمیدوں کو ختم کر دیا۔ اس نے ماجدولین کو مجھ سے علیحدہ نہیں کیا بلکہ میری روح کو میرے جسم سے جدا کر دیا۔ اس نے یہ سب کچھ کیا، لیکن اسے کچھ خبر نہیں کہ اس نے کیا کیا۔

اس نے میرے اوپر مصیبت کا وہ پہاڑ توڑا ہے جو کبھی کسی نے کسی پر نہیں توڑا۔ وہ جانتا ہے کہ میں فقیر اور تہیدست ہوں اور اس کے خیال میں فقیر ہونا ایک جرم ہے جس کی سزا قتل ہے لہذا اس نے مجھے قتل کر دیا"

یہ کہتے کہتے اس پہ ایک مجنونانہ کیفیت طاری ہونے لگی۔ وہ ایک بپھرے ہوئے شیر کی طرح اپنی جگہ سے اُٹھا (ایسا معلوم ہو رہا تھا گویا موئلر اس کے سامنے موجود ہے) اور ایک قہر آمیز انداز میں اُس کی طرف بڑھا اور اس طرح گرجنے لگا۔

"اے بیوقوف بڈھے ٹھہر جا، شاید تو نے مجھے بھی کوئی ناتواں بکری سمجھ رکھا ہے کہ اپنے آپ کو تیری تیز چھری کے حوالے کردوں گا۔ نہیں ایسا نہیں ہوسکتا، مجھے ایسی تمناؤں کی ضرورت ہے جن کے سہارے زندہ رہ سکوں، اور میں ان کو حاصل کرنے کی اس وقت تک کوشش کرتا رہوں گا جب تک میں اسے حاصل نہ کرلوں یا اس کے حصول میں اپنی جان نہ دیدوں۔ اے شخص تیرا خیال غلط ہے تو محبت کے مقدس رشتہ کو کاٹنے کی طاقت ہرگز نہیں رکھتا۔

بیشک تو مجھے اپنے گھر سے نکال سکتا ہے، کیونکہ تو اس گھر کا مالک ہے اور تو اپنی بیٹی کو بھی اپنے کمرے میں مقید کرسکتا ہے اس لئے کہ تو اس کا باپ ہے۔ لیکن ہمارے دلوں کو باہمی محبت سے روکنا اور ہماری روحانی مواصلت میں حائل ہونا تیری قدرت و اختیار سے باہر ہے۔

تو بڑا حریص اور لالچی ہے۔ تو دیکھ رہا ہے کہ تیری زندگی کا پانی اب خشک ہونے والا ہے اور تو ہماری طرف اس لئے بڑھ رہا ہے کہ ہماری نئی اور تروتازہ زندگی کو تقسیم کرلے۔ تیری مثال اس ظالم بادشاہ کی سی ہے جو بچّوں کا خون اس لئے پیا کرتا تھا کہ ان بچّوں کی زندگی جس قدر کم ہوگی اُسی قدر اس کی زندگی بڑھے گی۔

تو نے اپنے خط میں اخوت، محبت اور صداقت و خلوص کا ذکر بھی کیا ہے اور گھر میں نہ گھسنے کا حکم امتناعی مجھے اس طرح دیا ہے گویا دعوتِ ولیمہ کا کوئی کارڈ ہے، تو ایک ایسے شخص کی تعظیم و تکریم کے لئے اپنی ٹوپی اُتار رہا ہے جس کے خون سے تو اپنے خنجر کو آلودہ کرنا چاہتا ہے۔"

یہ کہتے کہتے وہ تھک گیا، زمین پر مُنھ کے بل گر پڑا اور بچّوں کی طرح رونے لگا اور پھر گھٹنوں کے بل بیٹھ کر اور اپنے دونوں ہاتھ آسمان کی طرف اُٹھا کر فریاد کرنے لگا:-

"خدایا! مجھ پر رحم کر۔ تجھے معلوم ہے کہ میں ایک کمزور انسان ہوں جس کا مددگار اور دستگیر کوئی نہیں، تو ہی میری دستگیری کر اور مدد کو پہونچ، خداوندا مجھے اعتراف ہے کہ میں اپنے نفس کے دھوکے میں مبتلا ہو کر تیری جناب میں سوء ادب کا باعث ہوا ہوں اور جانتا ہوں کہ اپنے قوت بازو پر بھروسہ کرکے ایک بڑے گناہ کا مرتکب ہوچکا ہوں۔ بیشک میں تیرے قضا و قدر کو بھول گیا اور لاریب مجھے یاد نہیں رہا کہ نیک بختی و بدبختی کے بخشنے اور واپس لے لینے کی طاقت تیرے علاوہ کسی میں نہیں۔ میں اپنے لئے مستقبل کی تمام سعادتیں اور برکتیں سمیٹے بیٹھا ہوں، حالانکہ میں ان میں سے کسی ایک کا بھی مالک نہیں ہوں۔ اور نہ تیری امداد و اعانت کے بغیر ان تک دست رسی ممکن ہے۔ میرے مالک میرے گناہوں کو بخش دے اور اس مصیبت میں میری مدد کر، میری قوتیں جواب دے رہی ہیں اور دامنِ صبر ہاتھ سے چھوٹا جا رہا ہے۔"

طوفان آنے کے بعد جس طرح سمندر خاموش ہوجاتا ہے، اسٹیفن بھی اس ہذیان کے بعد بہت دیر تک خاموش و ساکت بیٹھا رہا۔ اس کے ہاتھ اب بھی پھیلے ہوئے تھے اور سر آسمان کی طرف اُٹھا ہوا تھا، شاید وہ کسی ندائے غیبی کا منتظر تھا۔

کچھ دیر تک اسی طرح بیٹھے رہنے کے بعد اپنی آنکھوں سے بہتے ہوئے آنسوؤں کے اندر سے اس نے کسی نورانی چیز کو

اپنے سامنے چمکتے ہوئے دیکھا۔ چراغ پہلے ہی خاموش ہو چکا تھا اور اب صرف چاند کی کرنیں اس کے کمرہ میں اپنا عکس ڈال رہی تھیں اس نے اپنے ہاتھ سے اپنے آنسوؤں کو پونچھتے ہوئے آنے والی چیز کو دیکھا تو وہ ماجد ولین تھی۔

(۲۲)

"رخصت"

ماجد ولین اپنے والد کے چلے جانے کے بعد اپنے کمرے میں پڑی ہوئی اس مسئلہ کے مختلف پہلوؤں پر غور کرتی رہی۔ اسے اپنی زندگی کی تاریک اور بھیانک راتوں میں کوئی روشن ستارہ یا امید کی کوئی ہلکی سی کرن تک نظر نہیں آتی تھی۔ وہ برابر روتی رہی یہاں تک کہ رات کا بیشتر حصہ گزر گیا اور صبح قریب آگئی، اس وقت اس نے ایک فیصلہ کیا اور دبے پاؤں اٹھکر چلی۔ محبت کی آگ اس کے سینہ میں بھڑک رہی تھی اور اس کے دل کی دھڑکن سے زمین کا سینہ دھڑک رہا تھا وہ زینے کے قریب پہونچکر رک گئی لیکن پھر آہستہ آہستہ سیڑھیوں پر چڑھنے لگی۔ اس کے بعد وہ اسٹیفن کے کمرے کی طرف بڑھی اور کمرے کے دروازے کو تھوڑا سا کھول کر اندر جھانکنے لگی اس نے دیکھا کہ اسٹیفن دوزانو بیٹھا ہوا دعا میں مصروف ہے! یہ دیکھ کر اس کے دل پر ایک چوٹ سی لگی اور اسے روتا دیکھ کر خود بھی رونے لگی یہاں تک کہ اسٹیفن نے آنکھیں کھولیں تو ماجد ولین اس کے سامنے موجود تھی۔ اس کا دل بڑی تیزی سے دھڑکنے لگا، اس کی نگاہیں ماجد ولین پر جم کر رہ گئیں، جسم کے جوڑ جوڑ ڈھیلے پڑ گئے اور حرکت کرنے کی قوت سلب ہو گئی اور اس نے ماجد ولین کی طرف اپنا ہاتھ بڑھا دیا جو اس کے قریب آکر کہنے لگی:۔

"اے اسٹیفن میں تمہیں رخصت کرنے کے لئے آئی ہوں اور دیر تک تمہارے پاس نہیں ٹھہر سکتی۔ میں تم سے صرف یہ پوچھنے آئی ہوں کہ کیا تم مجھ سے یہ پختہ عہد کر سکتے ہو کہ غم مایوسی نا امیدی کو کبھی اپنے دل میں جگہ نہیں دو گے، یہاں تک کہ خدا ہم دونوں کو پھر ملا دے"۔

اسٹیفن کہنے لگا: "یہ چیز تمہارے ہاتھ میں ہے۔ تمہیں مجھ میں مشکلات کا مقابلہ کرنے کی قوت بخش سکتی ہو اور تمہیں یاس و ناامیدی کا کفن پہنا کر موت کی نیند سلا سکتی ہو"۔

ماجد ولین کہنے لگی: "اے اسٹیفن آج میں تمہارے سامنے اس چیز کا اظہار کرتی ہوں جس کے اظہار سے میری نسوانی شرم وحیا آج تک مانع ہوئی۔ اور وہ یہ کہ میں تم سے محبت کرتی ہوں اور میں نے خدا اور اپنے ضمیر کے سامنے تم سے شادی کا اقرار کیا ہے میں اپنے ضمیر سے خیانت اور اپنے خدا سے غلط بیانی نہیں کر سکتی۔ پس اے اسٹیفن اب تم اٹھو اور سفر کی تیاری کرو اور جس جگہ اور جس راستے سے بھی سعادت حیات ملے اسے ڈھونڈھ نکالو اور اس سفر سے واپس ہو کر پھر تم میرے پاس آؤ، میں جب تک زندہ ہوں تمہاری رہوں گی۔ اے اسٹیفن تمہارا جہاں دل چاہے جاؤ، ایک دو دس یا اس سے بھی زیادہ سال ہائے دراز کے بعد جب تم لوٹو گے

مجھے ویسا ہی پاک صاف اور مخلص و وفادار پاؤ گے۔ اے اسٹیفن تم کل یہاں سے رخصت ہو جاؤ اور جس نیک و بد سے واسطہ پڑے اس کی اطلاع مجھے دیتے رہو تاکہ میں بھی تمہارے رنج و راحت میں تمہاری شریک رہوں۔ میں بھی تمہارے خطوں کا جواب برابر دیتی رہوں گی۔"

یہ سُن کر اس کا جوش کچھ ٹھنڈا پڑ گیا اور کہنے لگا:۔ "اے ماجدولین میرا یہ سفر بہت طویل ہوگا کیا تم مجھے کوئی ایسی چیز دے سکتی ہو جو اس عالمِ غربت میں میری غمگسار ہو سکے۔"

ماجدولین نے اپنا ہاتھ اپنے بالوں کی طرف بڑھایا اور ان میں سے ایک لٹ کاٹ کر اسٹیفن کو دیدی' جس کے جواب میں اس نے بھی اپنے بالوں کی ایک لٹ ماجدولین کے حوالے کی اور دونوں ایک دوسرے سے جدا ہو گئے۔

(۲۲)

سفر

اسٹیفن روانگی کی صبح ذرا سویرے اٹھا اور اپنے کمرے کی اس کھڑکی میں سے جو باغ کی طرف کھلتی تھی جھانکنے لگا' اس نے دیکھا کہ رات اپنے سیاہ پروں کو آہستہ آہستہ سمیٹ رہی ہے۔ اور سورج زرکار لباس پہنے ہوئے خراماں خراماں افق سے نمودار ہو رہا ہے۔ پھر اس نے دیکھا کہ افق میں بادلوں کے ٹکڑے ہر طرف آسمان پر بکھرے ہوئے ہیں اور سورج کی سرخ شعاعوں کا خون ان کی رگوں میں دوڑ رہا ہے۔ پھر اس نے دیکھا کہ سورج کی سفید شعاعیں پھولوں پر پڑے ہوئے شبنم کے قطروں پر عجیب رنگ آمیزی کر رہی ہیں۔ گویا وہ الماس کے ٹکڑے ہیں۔

اس وقت فضا خاموش تھی اور شہد کی مکھیوں کی بھنبھناہٹ کے سوا کوئی دوسری آواز سنائی نہیں دیتی تھی اس نے اس منظر کا ایک عالم جائزہ لیا اور جب اس کی نگاہیں اس کو دیکھ کر لوٹیں تو وہ آنسوؤں سے لبریز تھیں' کیونکہ وہ جانتا تھا کہ وہ اب اس گھر کو چھوڑ رہا ہے اور رخصت ہو رہا ہے۔ زیز فون (درخت) کے اس سائے سے جہاں وہ ماجدولین کے ساتھ بیٹھا کرتا تھا' دریا کے اس ساحل سے جہاں وہ دونوں ٹہلا کرتے تھے' اس کشتی سے جس میں بیٹھ کر وہ دونوں دریا کی سیر کیا کرتے تھے' باغ کی اس کرسی سے جس پر بیٹھ کر وہ ماجدولین کے آنے کا انتظار کیا کرتا تھا' اس کمرے سے جس کی کھڑکی سے وہ اس کی شیریں آواز کے نغمے سننے کے لئے اکثر جھانکا کرتا تھا اور بنفشہ و یاسمین کے ان گلدستوں سے جو ماجدولین اسے تحفۃً بھیجا کرتی تھی اور جن میں وہ اس کی خوشبو سونگھا کرتا تھا۔

وہ دیر تک روتا رہا اور قریب تھا کہ روتے روتے اپنے تئیں ہلاک کر دے' لیکن ماجدولین کی باتیں اس کو یاد آنے لگیں اور اس کے خلوص و وفاداری نے اس کے فراق کے صدمہ کو کچھ ہلکا کر دیا۔

اس کے بعد وہ اٹھا اور اپنے کپڑے اپنے بکس میں رکھ کر باغ میں اتر آیا اور وہاں کی ایک ایک چیز سے رخصت ہونے لگا۔

ایسا کوئی درخت نہ تھا جسے اس نے نہ چوما ہو ایسی کوئی شاخ نہ تھی جسے اس نے اپنی آنکھوں سے نہ لگایا ہو اور ایسی کوئی کرسی نہ تھی جس پر اس نے اپنے رخسار نہ ملے ہوں اور اپنے آنسوؤں سے اسے نہ دھویا ہو۔ اس نے ہر درخت سے پھول توڑ کر ان سب کا ایک گلدستہ بنایا اور باغ کی ایک کرسی پر ماجد ولین کے لئے چھوڑ دیا۔

اس کے بعد مالی کے پاس آیا اور اسے اس بات پر آمادہ کیا کہ وہ اسے اپنے گھوڑے پر بٹھا کر کو بلانس تک پہونچا دے۔

(۲۴)

"ماجد ولین کا خط اسٹیفن کے نام"

"اے اسٹیفن، تم چلے گئے اور مجھ سے بہت دور ہو گئے۔ اب کیا اُمید کروں کہ تم سے جلد ملاقات ہو سکے گی، آہ! میں بھی کتنی بدنصیب ہوں۔

میں نے تمہیں یہاں سے چلے جانے کا مشورہ دیکر سخت غلطی کی۔ میں سمجھتی تھی کہ میرے پہلو میں اتنا صبر و قرار ہے کہ فراق کے تلخ گھونٹ کو حلق سے اُتارنے پر مجھے قوی دل بنا دے گا لیکن تمہاری صورت نگاہوں سے اوجھل ہوتے ہی مجھے یقین ہو گیا کہ میں بہت ہی بدنصیب لڑکی ہوں اور وہ تمام نصیحتیں جو اس روز میں نے تمہیں کی تھیں، عقل کی نصیحتیں تھیں، قلب و ضمیر کی آوازیں نہیں تھیں۔

میں بیتاب تھی کہ جس وقت تم یہاں سے رخصت ہو رہے ہو، میں اپنی کھڑکی میں کھڑے ہو کر تمہیں آخری سلام کروں، اور محبت کی آخری نگاہ سے تمہیں رخصت کروں۔ لیکن ڈرتی تھی کہ کہیں مجھے روتا دیکھ کر تم بھی نہ رونے لگو۔ اور کہیں تمہیں آزردہ دیکھ کر میں اپنے تئیں ہلاک نہ کر لوں۔ اللہ اللہ رخصت کا وقت بھی کیسا سخت وقت ہے اور وہ فراق اس سے بھی زیادہ سخت ہو جو رخصت کیے بغیر نصیب ہو۔

میں تمہارے چلے جانے کے بعد باغ میں گئی تو ایک کرسی پر پھولوں کا ایک گلدستہ رکھا ہوا تھا جسے تم اپنی روانگی سے پہلے میرے لئے چھوڑ گئے تھے۔ اُسے اُٹھا کر میں نے اپنے ہونٹوں سے لگایا اور سچ تو یہ ہے کہ اُسے نہیں بلکہ تمہارے ہاتھوں کو، پھر میں اس کرسی کی طرف گئی جس پر ہم دونوں زیزفون کے پیڑوں کے نیچے بیٹھا کرتے تھے اور اس پر بیٹھ گئی اور تمہارے پچھلے خط اپنے سامنے پھیلا لیئے۔ میں انہیں پڑھ رہی تھی اور مجھے ایسا محسوس ہو رہا تھا گویا تم میرے سامنے بیٹھے ہوئے مجھ سے باتیں کر رہے ہو۔ مگر آہ! زندگی کے وہ دل کش لمحے ختم ہو گئے، جنہیں ہم دونوں اس نیلگوں آسمان کے نیچے شاخوں کی جھرمٹ میں بیٹھ کر گزارا کرتے تھے۔

(۲۵)

ماجد ولین کا خط
اسٹیفن کے نام

"رات میں نے سخت پریشانیوں اور تکلیفوں میں گزاری۔ آفتاب پردۂ اُفق میں ابھی پوری طرح چھپا بھی نہ تھا کہ ایک زبردست آندھی نے درودیوار کو جھنجھوڑ ڈالا۔ اور آسمان اپنی گہرائیوں میں سکڑتے سمٹنے اور سیاہ ہونے لگا۔

مجھے خیال ہوا کہ تم ابھی راستے ہی میں ہوگے اور اس وقت منزل کی تکلیفوں اور سردی کی شدت سے سخت مصیبت میں ہوگے۔ چنانچہ میں بھی اپنی چادر اوڑھ کر کمرے کے ایک کونہ میں بیٹھ کر رونے لگی۔ کبھی تمہاری جدائی پر روتی اور کبھی اپنی بدقسمتی پر۔ رات کا بیشتر حصہ اسی حالت میں گزر گیا۔ لیکن صبح کو جب میری آنکھ کھلی تو ہوا ٹھہر چکی تھی، سورج نکلا ہوا تھا اور موسم بہت خوشگوار تھا، میں یہ دیکھ کر خوش ہوگئی اور خدا کا شکر ادا کرنے لگی۔

اے اسٹیفن میں گھڑیاں گن رہی ہوں اور تمہارے خط کے انتظار میں سخت بےچین ہوں، دیکھوں منزل مقصود تک تمہارے بخیریت پہونچنے کی نوید جانفزا مجھے کب تک ملتی ہے۔"

(۲۶)

ماجد ولین کا خط
اسٹیفن کے نام

"گزشتہ چالیس گھنٹے بھی میرے غم واندوہ میں کوئی کمی نہیں کرسکے۔ اور اب کیا کہوں کہ میں نے یہ گھنٹے کس طرح بسر کیے۔ میں اسی وحشت و سراسیمگی میں تمہارے کمرے میں جا پہونچی، صرف اس خیال سے کہ شاید کچھ دیر وہاں ٹھہرنے سے میرے دل کو کچھ سکون ملے، لیکن جب میں وہاں پہونچی اور دروازہ کھولنے کے لئے اس کی کنڈی پر اپنا ہاتھ رکھا تو میرا ہاتھ کانپنے لگا اور میں سر سے پاؤں تک لرز گئی، میں ایسا محسوس کررہی تھی کہ اگر میں نے دروازہ کھول دیا تو تم اس کے پیچھے کھڑے ہوگے اور ہنستے ہوئے اپنے دونوں ہاتھ آگے بڑھا دوگے، لیکن دروازہ کھولنے پر سوا وحشت، خاموشی، گرد آلود پلنگ، اور بکھرے ہوئے کاغذ کے

ٹکڑوں کے اور کچھ بھی نہ تھا۔ میں نے کمرے کو درست کیا، بکھرے ہوئے کاغذوں کو جمع کیا، کھڑکیوں اور کرسیوں کو صاف کیا، در و دیوار پر جمی ہوئی خاک کو دور کیا اور کمرے کو اسی طرح صاف ستھرا بنا دیا جس طرح تمہارے زمانہ میں رہا کرتا تھا۔ آج سے میں خود اس کمرے میں رہوں گی اور اب بھی یہ کمرہ تمہارے ہی نام سے پکارا جائے گا خواہ تم اُس میں رہو یا نہ رہو۔

وہیں مجھے بٹوے میں ایک کرسی پر رکھے ہوئے چند روپے بھی ملے میں سمجھ گئی کہ یہ کرایہ اس کمرے کا ہے جس کا تقاضہ میرے والد نے کیا ہوگا اور چونکہ تم ان کی صورت دیکھنا نہیں چاہتے تھے اس لئے یہاں چھوڑ گئے ہو۔ وہ روپے میں نے اُٹھا لئے ہیں اپنے والد کو دیدوں گی اور انھیں اس پر راضی کرلوں گی کہ وہ ان روپوں سے میرے لئے کپڑا یا کوئی اور اچھی سی چیز خرید لیں اور میں اسے تمہارا تحفہ سمجھ کر استعمال کروں گی۔

اے اسٹیفن میں تمہاری جُدائی پر صبر سے کام لوں گی اور اپنے دل کو یہ کہہ کر تسلی دوں گی کہ تم مجھ سے صرف اس لئے جُدا ہوئے ہو کہ اور زیادہ قریب ہو جاؤ، اور اگر آج تم نے مجھے چھوڑ دیا ہے تو صرف اس لئے کہ تم اس غیر مطمئن ملاقات پر اس یکجائی کو ترجیح دیتے ہو جس میں فراق کا کھٹکا اور جُدائی کا خوف نہ ہو۔

پس اے میرے محبوب تم اپنے راستہ پر برابر چلے جاؤ، اور راہ میں جو دقتیں بھی پیش آئیں اُنہیں اپنے یقین اپنے عزم اور اپنی ہمت سے دور کردو، تاکہ اس کے بعد جب ہم تم ایک دوسرے سے ملیں تو میرے حال کی لذت ہمارے غم آلود ماضی کی تلخی کو دور کردے۔

(۲۷)

اسٹیفن کا خط ماجدولین کے نام

کل تک ہم دونوں ایک ساتھ اور ایک گھر میں رہتے تھے اور آج ہمارے درمیان پچاس میل کی مسافت حایل ہے تمہارے ہاتھ کی گرمی آج میرے ہاتھ کو محسوس نہیں ہوتی، میری اُنگلیاں تمہارے بالوں سے آج نہیں کھیلتیں، میرے مشام جان کو تمہاری عنبریں سانسیں معطر نہیں کرتیں اور تمہاری پیاری آواز آج میرے دل کے گوشوں میں نہیں گونجتی، پہلے کی طرح آج آسمان میں اب وہ صفائی و دلفریبی نہیں، موسم میں وہ پہلی سی دل کشی نہیں۔ پانی میں وہ شیرینی اور ہوا میں وہ لطافت نہیں باغوں میں وہ پھول اور پھولوں میں وہ مہک نہیں۔ اے ماجدولین، شاید کائنات کے حسن و جمال کا راز تمہیں تھیں۔

کوبلانس پہونچ کر میں نے اپنے والد، دیگر اعزہ اور اکثر اہل وطن سے ملاقاتیں کیں، لیکن یہ ملاقاتیں مجھے تمہاری یاد سے غافل نہیں کرسکیں، اور نہ میں نے ان کے چہروں میں اُنس و محبت کی وہ پہلی سی جھلک دیکھی جو تمہاری ملاقات سے پیشتر نظر آئی تھی۔ خدا جانے یہ میری غربت و مسافرت کا زمانہ کب ختم ہوگا۔

مجھے یہ معلوم کر کے سخت رنج ہوا کہ تمہیں میری وجہ سے سخت دقتیں اور تکلیفیں اُٹھانا پڑ رہی ہیں، لیکن اے ماجد ولین تم مجھ سے زیادہ خوش نصیب ہو کیونکہ تم ایسی جگہ زندگی گزار رہی ہو جس نے ہماری خوش نصیبی کے دن دیکھے ہیں، لیکن میں اپنے ماحول میں بالکل اجنبی ہوں، اے ماجد ولین، میں تمہارے حکم کے مطابق ضرور جرأت و ہمت سے کام لوں گا اور ہر اُس سنگ گراں کو جو میرے اور تمہارے راستے میں حائل ہوگا، پوری کوشش سے ہٹا دوں گا۔ تم مجھے جلد جلد خط لکھتی رہو اور تمام ان واقعات و حالات سے جو تمہیں پیش آئیں مطلع کرتی رہو۔ تاکہ تم سے دور رہ کر بھی تمہاری باتوں سے لطف حاصل کرتا رہوں۔

(۲۸)

"محفل رقص"

ایک روز اسٹیفن کے والد نے اپنے گھر میں محفل رقص و سرود قائم کی اور اسٹیفن کو بھی اس کی شرکت پر مجبور کیا۔ اسٹیفن آج تک کبھی اس قسم کی محفلوں میں شریک نہیں ہوا تھا۔ مگر والد کے اصرار پر بادل ناخواستہ اسے منظور کرنا پڑا۔

جب سب لوگ جمع ہو گئے اور ناچنے کا بڑا کمرہ عورتوں اور مردوں سے کھچا کھچ بھر گیا تو اسٹیفن نے حیرت و خجالت سے اُس بھیانک اور ڈراؤنے منظر کو دیکھا۔ وہ حیران تھا کہ کیا کرے اور کہاں جائے۔ اسے یاد آیا کہ ان محفلوں میں اُٹھنے بیٹھنے کے کچھ قاعدے اور آنے جانے کے کچھ قوانین ہیں اور جو شخص ان قوانین سے ناواقف ہوتا ہے، مذاق و استہزاء کا ہدف بن جاتا ہے، وہ کسی طرح بھی اس ماحول میں بیٹھنا نہیں چاہتا تھا اور اپنی جگہ سے اُٹھ جانے کے لئے بیقرار تھا۔

اس نے دیکھا کہ کچھ فاصلے پر بہت سی موم بتیوں کے درمیان ایک بتی ٹمٹما رہی ہے اور اس کی زندگی کا چراغ عنقریب گل ہونے والا ہے، اس لئے اس موقعہ کو غنیمت سمجھا اور اس کی روشنی کو درست کرنے کے بہانے اُٹھ کر اُس کی طرف چل دیا۔ آج وہ نئے ان کپڑوں میں بہت ہی عجیب معلوم ہو رہا تھا کیونکہ وہ اس کے اپنے کپڑے نہ تھے، بلکہ اپنے کسی عزیز سے مستعار لیئے تھے، وہ شخص اسٹیفن سے زیادہ چوڑا چکلا اور بلند و بالا تھا۔ غرض جب وہ موم بتی کے قریب پہونچا تو اُس نے دیکھا کہ بتی کا ایک حصہ موم پگھلنے سے کالا ہو گیا ہے۔ وہ چاہتا تھا کہ پگھلے ہوئے موم کا حصہ صاف کر دے لیکن جوں ہی اس نے قینچی کو بتی پر رکھا وہ گل ہو گئی اور اس کا موم اُڑ کر اس کے کپڑوں پر پھیل گیا۔ چاروں طرف سے اس پر آوازے کسے جانے لگے اور وہ گھبرا کر ایک خالی کمرے میں کرسی پر بیٹھ گیا اور قینچی کی دھار سے جمے ہوئے موم کو کھرچنے لگا۔ تھوڑی دیر کے بعد اُس کا والد بھی وہاں آپہونچا اور پھر

اسے زبردستی اُٹھا کر لے گیا اور وہاں جا کر بٹھایا جہاں وہ لڑکی بیٹھی ہوئی تھی جسے وہ اُس سے منسوب کرنا چاہتا تھا۔

اس کے بعد اسٹیفن کے والد نے سب لوگوں کے سامنے اس کو سمجھانا شروع کیا کہ:- "میں سال بھر سے اسی کوشش میں تھا کہ اس لڑکی سے تیری شادی کر دوں جس سے تیری ہی فلاح و بہبود مقصود تھی لیکن تو اپنی نافرمانی اور سرتابی سے باز نہیں آیا اور چلا گیا۔ لیکن اب جو تو واپس آیا تو مجھے خیال گزرا کہ شاید تیری خود سری ختم ہو چکی ہے اور اسی لئے میں نے یہ محفل منعقد کی تاکہ تو اس موقعہ سے فائدہ اُٹھا کر اس لڑکی سے جس کو ہم نے تیرے لئے پسند کیا ہے ابتدائی ربط و ضبط پیدا کرے، لیکن افسوس تو نے ہماری ساری اُمیدوں پر پانی پھیر دیا اور اپنی سرکشی و سرتابی سے ہماری تمام تجویزوں کو ٹھکرا دیا۔ شاید تجھے یہ خیال ہو کہ میں تمام عمر تیری کفالت اور سرپرستی کے لئے بیٹھا رہوں گا یا تو یہ سمجھتا ہے کہ تیرا یہ علم جس پر تجھ کو ناز ہے کوئی سونے کی کان ہے جو آج تیرے اور کل تیری اولاد کے لئے سونا اُگلتی رہے گی۔ پھر اگر تو اس فریب میں مبتلا ہے تو تجھے معلوم ہو جانا چاہیئے کہ میرا کل سرمایہ صرف اسی قدر ہے کہ میری زندگی کے لئے کافی ہو سکے۔ رہا تمہارا ذوق سویا درکھو یہ فنون لطیفہ جو تمہارا سرمایۂ حیات ہیں ہرگز یہ صلاحیت نہیں رکھتے کہ کسی وقت بھی تمہارے لئے ذریعۂ معاش بن سکیں، اس لئے اگر تم میرا کہنا نہیں مانتے تو خدا کی زمین بہت وسیع ہے جہاں چاہو چلے جاؤ اور جس طرح چاہو کماؤ، تمہارا اس بیکاری اور بے روزگاری کی حالت میں میرے گھر پڑا رہنا مجھے گوارا نہیں۔"

اسٹیفن نے یہ سُن کر اپنا سر اُٹھایا اور اپنے والد کی طرف متوجہ ہو کر بولا:- "مجھے اعتراف ہے کہ آپ نے زمانۂ گزشتہ میں میرے اوپر احسانات کیئے ہیں۔ لیکن ان احسانات کا ذکر آپ کو کچھ زیب نہیں دیتا، کیونکہ بہرحال آپ والد ہیں اور اس رشتہ کی قیمت کچھ نہ کچھ ضرور ہے جو آپ کو ادا کرنا چاہئے تھی لیکن سچ پوچھئے تو آپ نے کبھی مجھ پر شفقت و محبت صرف نہیں کی میری ماں کے مرتے ہی آپ نے مجھے اور میرے بھائی کو اپنے گھر سے نکال دیا اور میری عمر ابھی سات برس کی بھی نہ تھی کہ آپ نے دوسری شادی کر لی اور اپنے سے دور مجھے ایسے تنگ دل لوگوں میں بھیج دیا جو کبھی کسی سے محبت نہیں کر سکتے اس کے بعد اگر کبھی اتفاقاً میں آپ کے پاس آیا بھی تو آپ نے سرد مہری سے میرا استقبال کیا۔ آپ نے کبھی کسی اچھے لفظ سے مجھے یاد نہیں کیا اور نہ کبھی محبت کی آنکھ سے مجھے دیکھا۔ میں بیمار ہوا اور اکثر راتیں جاگ جاگ کر کاٹیں، لیکن آپ نے کبھی اپنے عیش و آرام کو نہیں چھوڑا۔ مجھے تکلیفوں اور مصیبتوں میں مبتلا دیکھ کر آپ کا دل کبھی نہیں دُکھا۔ نہ مجھے دیکھ کر آپ کبھی متبسّم ہوئے اور نہ میری جُدائی سے غمگین۔ پھر جب اس دنیا میں کوئی ایسا نہ ملا جس سے میں محبت کرتا یا جسے اپنے لئے منتخب کر سکتا تو میں اپنے نفس اور اپنی آزادی سے محبت کرنے لگا۔ اس لئے آج میں ہرگز یہ برداشت نہیں کر سکتا کہ کوئی شخص میرے اس انتخاب پر مجھے خطاوار ٹھہرائے یا میرے اس حق کو چھین لینے کی کوشش کرے۔

میری زندگی میرے لئے ہے اور میں اپنی قسمت کا آپ مالک ہوں۔ مجھ پر میرے علاوہ کسی کو کوئی اختیار نہیں

اور نہ میرے معاملات میں کسی کو دخل دینے کی ضرورت، میں اپنا راستہ آپ ہموار کروں گا۔ اور اپنے ہی ہاتھوں سے اپنے مستقبل کی بنیادیں رکھوں گا۔ میں صرف اسی لڑکی سے محبت کر سکتا ہوں جسے میں خود اپنے لئے پسند کروں، اور صرف اسی عورت کے ساتھ زندگی گزار سکتا ہوں جس کی خوشگوار محبت کا اندازہ اپنی سمجھ سے کر سکوں۔"

یہ کہہ کر اس نے ان لوگوں کی طرف سے منھ پھیر لیا اور اپنے کمرے کی طرف تیزی سے چلا گیا۔ وہاں پہونچکر اس نے اپنا لباس تبدیل کیا اور اپنا سوٹ کیس اٹھا کر تاریکی کے پردوں کو چیرتا ہوا شہر سے باہر نکل گیا۔

اس کو جاتا دیکھ کر اس کا ایک ماموں زاد بھائی بھی جو اس کے بعض حالات سے باخبر ہو چکا تھا اس کے پیچھے ہولیا، اور قریب پہونچ کر کہنے لگا: "اے اسٹیفن تم کہاں جا رہے ہو؟" وہ کہنے لگا: "وہیں جا رہا ہوں جہاں یہ لوگ مجھے بھیج رہے ہیں" اس کا یہ عزیز اس کی اس مصیبت پر رونے لگا اور بولا۔ "اے اسٹیفن خدا تمہاری حالت پر رحم کرے۔"

پھر اس نے چپکے سے اسٹیفن کی جیب میں سونے کے چند سکّے ڈال دیئے جس کی خبر اسٹیفن کو اس کے چلے جانے کے بعد ہوئی۔

(۲۹)

نفسِ بلند

عالی ہمت اور بلند حوصلہ لوگ حادثاتِ زمانہ کے آگے نہیں جھکتے، خواہ یہ حوادث کتنے ہی سخت صبر آزما کیوں نہ ہوں۔ اور نہ ان کی گردنیں مصیبتوں اور تکلیفوں کے سامنے خم ہوتی ہیں، خواہ یہ کتنی ہی ہمت شکن کیوں نہ ہوں۔

ایسے لوگ دوسرے عام لوگوں کے مقابلہ میں وہی حیثیت رکھتے ہیں جو شیر دوسرے درندوں کے درمیان رکھتا ہے کہ وہ دوسروں کے کیئے ہوئے شکار کی طرف نگاہ اٹھا کر نہیں دیکھتا اور کوئی ایسا کھانا جسے خود اس کے چنگل اور دانت فراہم نہ کریں اسے پسند نہیں آتا۔

مصیبتوں کے اس ہجوم کے بعد اسٹیفن کے نفس کی بھی یہی کیفیت تھی۔ نہ وہ گھبرایا اور نہ اس نے آہ وزاری کی، بلکہ اس نے کو بلانس کو اسی سکون کے ساتھ خیرباد کہا جس اطمینان کے ساتھ وہ اس میں داخل ہوا تھا۔ اس کا ضمیر مطمئن تھا، اور اس کا دل خود اعتمادی سے لبریز تھا۔

وہ تمام رات پیدل چلتا رہا یہاں تک کہ جب صبح کا ستارا نمودار ہوا تو کو بلانس کے دھندلے سے نشانات ابھی تک دکھائی دے رہے تھے وہ دیر تک خاموش اُن کی طرف دیکھتا رہا پھر کہنے لگا:۔

"اے مجھے اپنے سامنے سے دھتکار دینے والے انسانو رخصت! ۔ آج تم سب سے میں نے اپنے ہاتھوں کو اسی طرح جھاڑ لیا جس طرح کوئی شخص مردے کو مٹی دے کر اپنے ہاتھوں کو جھاڑ لیتا ہے۔ آج سے میری محبت، میری موت اور میری زیست

اور ہر وہ چیز جو مجھ سے متعلق ہے صرف اس ذات کے لئے ہے جو میری ہے اور میں جس کے لئے ہوں۔ دُنیا کی کوئی ہستی اُسے مجھ سے جُدا نہیں کر سکتی اور میرے دل کی گہرائیوں میں اس کی یاد کے ساتھ کسی اور کی یاد نہیں رہ سکتی، وہ وقت قریب ہے کہ اس کی محبت میری زندگی کے اندھیروں میں ایک منارۂ نور کا کام دے اور اس کی روشنی میں حیات کی ان بلندیوں تک پہونچ جاؤں، جن کی تمنا میرے دل میں ہے۔

اے سخت دل اور جفا پیشہ انسانو! اُس وقت تمہیں معلوم ہوگا کہ وہ فقیر و گمنام لڑکا جو کل تک تمہارے سامنے ذلیل و خوار تھا اور خجالت و شرمندگی سے تمہاری طرف آنکھ اُٹھانے کی طاقت نہیں رکھتا تھا وہ بڑا آدمی بن گیا ہے۔

یہ کہکر اس نے اپنے قدم بڑھا دیئے اور پھر چلنے لگا، یہاں تک کہ شام کو وہ جوتنج پہونچ گیا، جہاں اس نے اپنی ابتدائی تعلیم حاصل کی تھی اور بچپن کے اکثر ایام گزارے تھے۔

جوتنج پہونچتے ہی اسٹیفن سیدھا اپنے موسیقی کے پُرانے اُستاد "حوتل" کے پاس آیا۔ حوتل اس کے لئے ایک شفیق باپ کی طرح تھا وہ اس سے بیحد محبت کرتا تھا اور اسے اپنے تمام شاگردوں پر ترجیح دیتا تھا۔ لیکن جب وہ اس کے سامنے پہونچا تو شرم و حیا نے اس کی زبان بند کر دی اور کچھ نہ کہہ سکا۔ لیکن جب حوتل نے خود حالات دریافت کئے تو اسٹیفن نے سارا واقعہ بیان کیا حوتل نے اسے مشورہ دیا کہ موسیقی سے زیادہ کوئی دوسرا فن اس کے لئے موزوں نہیں اور اسٹیفن اس کے پاس رہ کر اس فن کی تکمیل میں مصروف ہوگیا۔

(۳۰)

ماجد ولین کا خط اسٹیفن کے نام

"میں تقریباً دو ماہ سے تمہیں کوئی خط نہیں لکھ سکی، کیونکہ اس عرصہ میں میں بہت بیمار رہی۔ اب خدا کا شکر ہے اچھی ہوں اور اپنی بیماری کے قصے ہی سے اس خط کی ابتدا کرنا چاہتی ہوں۔

میں ایک رات اس ارادہ سے نکلی کہ "ہال" کے ڈاک خانہ میں جاکر تمہارے نام خط ڈال آؤں، لیکن جب میں اپنے گاؤں سے دور نکل گئی تو یکایک ہوا کا ایک زبردست طوفان اُٹھا اور مجھے ایسا محسوس ہوا گویا وہ عنقریب مجھ پر ٹوٹ پڑنے والا ہے۔ کبھی ایسا معلوم ہوتا تھا کہ آج یا تو وہ میرے جسم سے میرے کپڑے اُتار لیگا یا خود مجھی کو کپڑوں سمیت اُڑا لے جائے گا۔ عقل کا فیصلہ تھا کہ جدھر سے آئی ہوں اسی طرف لوٹ جاؤں، لیکن دل کا تقاضہ تھا کہ آگے

بڑھوں۔ مجھے خیال آیا کہ تم بڑی بےچینی سے میرے خط کے منتظر ہوگے۔ اس خیال کے آتے ہی میرے سُست قدم تیزی سے اُٹھنے لگے اور ہواؤں کے جھونکوں سے اُلجھتی ہوئی کبھی آگے کبھی پیچھے ہٹتی ہوئی اور اِدھر اُدھر گرتی پڑتی برابر آگے بڑھتی رہی ـــــــ مختصر یہ کہ دو گھنٹے کی اس کشاکش کے بعد میں وہاں پہونچ گئی اور خط ڈاک خانہ میں ڈال دیا ـــــ جب میں وہاں سے واپس ہوئی تو ہواؤں کی شدت کم ہو چکی تھی، لیکن صرف اس لئے کہ موسلا دھار بارش کے لئے راستہ صاف ہو جائے۔ چنانچہ اس سے پہلے کہ ہوائیں پوری طرح خاموش ہوں بارش ہونے لگی اور لحظہ بہ لحظہ تیز تر ہوتی گئی۔ میری چادر بھیگ گئی اور بدن کی بوٹی بوٹی کانپنے لگی اور رات اس قدر اندھیری ہو گئی کہ چلنا دشوار ہو گیا۔ میں چونکہ تھک کر چور چور ہو چکی تھی، میں نے سوچا کہ کیوں نہ یہیں کسی پہاڑ کی چٹان پر چڑھ کر اپنی موت کا انتظار کروں، لیکن پھر اس خیال سے رُک گئی کہ مجھے تمہاری خاطر زندہ رہنا ہے اور تمہاری زندگی کو خوشگوار بنانے کا جو عہد کر چکی ہوں اسے نباہنا ہے ـــــ یہ خیال آتے ہی میں چل پڑی اور جب گھر پر پہونچی تو بہت تیز بخار چڑھا ہوا تھا۔

میں نے اس بیماری میں بھی بڑی بڑی سختیاں اُٹھائیں، میں اپنی زندگی سے قطعاً مایوس ہو چکی تھی، میں سمجھ رہی تھی کہ بس اب تمہیں نہیں دیکھ سکوں گی۔ ایسے وقت میں جو چیز میرے لئے سب سے زیادہ تکلیف کا باعث تھی وہ یہ خیال تھا کہ یہ تو خیر تم سُن ہی لوگے کہ ماجد ولیبن اس دُنیا سے رخصت ہو گئی لیکن یہ تمہیں کون بتائے گا کہ وہ مرتے وقت بھی تمہیں کو یاد کرتی تھی۔

مَیں نے سوچا کہ تمہیں ایک آخری خط لکھ کر ان حالات سے مطلع کر دوں، لیکن صبح کے وقت میرا بُخار ہلکا ہوا اور خط تمہارے نام لکھنے لگی۔ میں نے اُس خط میں اپنی تمام چیزوں کی وصیت تمہارے حق میں کی تھی اور وہ چیزیں ہی کیا تھیں؟ یہی میری چند کتابیں، تمہارے خطوط اور وہ انگوٹھی جو میں نے تمہارے بالوں کو بُن کر تیار کی تھی۔ ان کے علاوہ ایک چھوٹی سی تھیلی بھی تھی جس میں سونے چاندی کے کچھ سکّے تھے جنہیں میں اپنے خرچ سے بچا کر رکھ چھوڑتی تھی، یہ تھی میری کُل کائنات! چنانچہ یہ وصیت نامہ لکھ کر مَیں نے جنفیاف کو دے دیا اور کہہ دیا کہ میرے مرنے کے بعد تمہارے سپرد کر دے لیکن خدا نے ہم دونوں پر بڑا فضل کیا کہ نہ مجھی کو تم سے محروم کیا اور نہ تمہیں کو میری موت سے دلگیر۔ اچھا ہونے کے بعد جب میں نے دوبارہ اس وصیت نامہ کو دیکھا تو مَیں بہت روئی، میں نے سوچا کہ اگر خدانخواستہ یہ وصیت نامہ تم تک پہونچ جاتا تو تمہاری کیا حالت ہوتی اور یہ تھا وہ خیال جو مجھے رُلا رہا تھا اور تمہیں عالم خیال میں روتا ہوا دیکھ کر خود بھی تڑپ رہی تھی۔

اے اسٹیفن، تم سے میری ایک آرزو ہے۔ آیندہ جب تم مجھے خط لکھو تو اپنے بھائی کا پتہ لکھ دینا کیونکہ میں اُنھیں ایک تحفہ بھیجنا چاہتی ہوں۔ کیونکہ اب میں تمہاری وجہ سے تمہارے بھائی کو بھی دوست رکھنے لگی ہوں اور بڑی بےچینی سے اس دن کی منتظر ہوں جب ہم تم اور وہ ایک ہی مکان میں زندگی کے دن گزاریں گے۔

اے اسٹیفن، میری بیماری کا حال پڑھ کر تم رنجیدہ نہ ہونا کیونکہ یہ تو ایک پرانا واقعہ ہے جو گزر گیا اور اب اس کا کوئی خفیف سا اثر بھی میری طبیعت پر نہیں ہے۔

(۳۱)

اسٹیفن کا خط ماجد ولین کے نام

"خدا تمہیں معاف کرے اے ماجد ولین! کیا تمہارا خیال ہے کہ میں تمہارے بعد ایک گھنٹے کے لئے بھی اس دُنیا میں زندہ رہ سکوں گا جو تم نے اس قسم کا ایک وصیت نامہ مرتب کیا تھا۔

کیا تمہیں خبر نہیں کہ تم ہی اس دنیا میں میری زندگی اور میری روح ہو اور جس دن اس دُنیا میں تمہاری جگہ خالی ہوگی وہی دن اس دُنیا میں میرا آخری دن ہوگا۔

مُردے نے مُردے کو کب تحفہ بھیجا ہے، اور قبر نے قبر کو کب وصیت کی ہے، اور کب کوئی محبت کرنے والا اپنے محبوب کے مرنے کے بعد اس دُنیا میں زندہ رہا ہے اور اگر جینا پڑا بھی ہے تو کب اس کی زندگی کا کوئی لمحہ مسرور و خوش گوار گزرا ہے۔

اوروں کی طرح خود میری زندگی بھی ہزاروں تمنائیں رکھتی ہے، لیکن قسم ہے تمہاری محبت کی اگر میں ان تمام آرزوؤں کو صرف اس ایک آرزو کے بدلے دینے کیلئے تیار ہوں کہ میرا دم اس طرح نکلے کہ میرا سر تمہارے سینہ پر ہو، میری آنکھیں تمہارے خوب صورت اور روشن چہرے کو دیکھ رہی ہوں، تمہاری آواز آخری آواز ہو جو میرے کانوں میں پہونچے اور تمہاری صورت آخری صورت ہو جو مجھے نظر آئے۔

خدا کا شکر ادا کرو کہ اس نے تمہیں صحت بخش کر تم پر اور تمہاری زندگی کو میرے لئے محفوظ رکھ کر مجھ پر بڑا احسان کیا ہے۔ میں تو سمجھتا ہوں کہ زمانہ گزشتہ میں جو جو تکلیفیں اور مصیبتیں ہم پر پڑی ہیں کچھ اس لئے نہ تھیں کہ خدا ہم سے ناراض ہے یا ہم لوگوں کو تکالیف میں مبتلا دیکھ کر خوش ہونا چاہتا ہے، بلکہ صرف اس لئے کہ آج کی تکلیفوں سے ہم کل کے عیش و آرام کا صحیح اندازہ کر سکیں۔

میں اپنے بھائی کو اُس تحفہ کے متعلق لکھ دوں گا جسے تم بھیجنا چاہتی ہو۔ میں تمہارا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ تم اس پر اس قدر مہربان ہو اور اس سے اتنی محبت کرتی ہو۔

---

(۳۲)

قسمت

موسم سرما ختم ہو رہا ہے اور اسٹیفن اپنے اُستاد ہوٹل کے پاس آتا رہتا ہے لیکن اب وہ وقت قریب ہے کہ اسٹیفن کا تمام سرمایہ ختم ہو جائے، وہ سخت پریشان ہے اور اس کی سمجھ میں نہیں آتا کہ اب کیا ہوگا۔ چنانچہ رفتہ رفتہ وہ وقت آیا کہ سوکھی روٹیاں چبانے لگا، پھٹے ہوئے کپڑے پہننے لگا، دو وقت کی بجائے ایک وقت پر قناعت کی اور شوربے کی جگہ روٹی کو پانی میں بھگو کر کھانے لگا۔

ایک دن وہ کسی دیوار کے نیچے کھڑا ہوا تھا کہ ایک خستہ حال نوجوان اس کے سامنے سے گزرا اور اس سے سوال کرنے لگا، اس نے شرمندگی سے اپنا منہ پھیر لیا۔ نوجوان نے کہا:۔ "میرے آقا میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں اپنی بیوی کو اپنے پیچھے اس حال میں چھوڑ آیا ہوں کہ وہ بھوک سے کھڑے ہونے کی طاقت بھی نہیں رکھتی۔ ہم دونوں پر پورے دو دن اسی طرح بیت گئے ہیں کہ سوائے غم کھانے اور آنسو پینے کے کوئی تیسری چیز میسر نہیں ہوئی ہے۔"

"اسٹیفن یہ سُن کر کانپ اُٹھا اور پوچھنے لگا:۔

" اے نوجوان کیا تم اپنی بیوی سے بہت محبت کرتے ہو" کہنے لگا: "ہاں میرے آقا اتنی ہی جتنی میں اپنی زندگی سے کرتا ہوں۔"

اسٹیفن نے تھوڑی دیر کے لئے اپنا سر جھکا لیا اور جو کچھ جیب میں تھا وہ سب اس کو دیدیا اور اپنی قیامگاہ پر اس حالت میں واپس آیا کہ اس کے پاس ایک وقت کے کھانے کا بھی سامان نہ تھا۔

(۳۳)

ماجد ولین کا خط
اسٹیفن کے نام

"آج میری سہیلی سوزان، اپنی قیام گاہ گرما سے واپسی پر کوبلانس جاتے ہوئے میرے پاس بھی آئی۔ مجھے اس کی ملاقات سے بڑی خوشی ہوئی، میری خواہش تھی کہ کاش تم بھی اس موقعہ پر ہمارے درمیان ہوتے اور تمہاری ملاقات ایک ایسی لڑکی سے ہوتی جو نہ صرف اپنی شکل وصورت بلکہ اپنے عادات وخصائل کے اعتبار سے بھی ممتاز درجہ رکھتی ہے۔ میری سہیلی مختلف زبانیں جانتی ہے، مصوری سے خوب واقف ہے۔ مختلف قسم کے ساز بجا لیتی ہے، اور

جس وقت گاتی ہے تو گاتی نہیں بلکہ جادو کرتی ہے۔ تصویر کشی اس کا خاص فن ہے۔ مسکراہٹ اُس کے ہونٹوں پر ہر وقت کھیلتی رہتی ہے، اور موتی سے دانت ہر وقت جھلکتے رہتے ہیں۔ سیر و تفریح اس کی زندگی کی جان اور رقص و سرود کی محفلوں کی شرکت اس کا دین و ایمان ہے، وہ بڑی شوخ و شریر ہے اور اے اسٹیفن میری التجا تم سے بھی یہی ہے کہ تم بھی اس سے اسی طرح محبت کرو جس طرح میں محبت کرتی ہوں اور پھر جب تم اسے دیکھو تو اس کے ساتھ بڑی اُلفت سے پیش آؤ، کاغذ میں اب اس قدر گنجایش نہیں کہ کچھ اور لکھ سکوں بجز اس کے کہ :۔

"تمہاری محبت کرنے والی"

(۳۴)

اسٹیفن کی طرف سے ماجد ولین کے نام

اے ماجد ولین، میں تمہارے حکم کے مطابق تمہاری سہیلی سے ضرور محبت کروں گا، لیکن اس لئے نہیں، جیسا کہ تم کہتی ہو وہ بہت شوخ و شریر ہے، کیونکہ تمہاری محبت نے مرے دل میں تمہارے علاوہ کسی دوسرے کے لئے گنجایش ہی کب چھوڑی ہے۔ اور نہ اس لئے کہ وہ خوب گاتی اور ناچتی ہے۔ کیونکہ میرا غمزدہ دل دنیا میں اب صرف دو ہی باتوں سے سکون پا سکتا ہے ایک تمہاری "ملاقات" سے دوسری "موت" سے بلکہ میں اس کی عزت کروں گا، صرف اس لئے کہ وہ تمہاری غمخوار و غمگسار ہے اور اسے دیکھ کر تمہاری تکلیفیں کچھ ہلکی ہو جاتی ہیں۔

اس لئے اے ماجد ولین، تم میری طرف سے ان کا بہت بہت شکریہ ادا کر دو اور سلام پہونچا دو۔ حالات ابھی تک ناساز گار ہیں اور تلخ کامیاں بدستور، لیکن میں صبر و تحمل کے ساتھ ان کا مقابلہ کر رہا ہوں۔

"اچھا خدا حافظ"

(۳۵)

اوجین[1] کا خط اسٹیفن کے نام

"محترمہ ماجد ولین کا مرسلہ ہدیہ پہونچا۔ میں ان کی اس عنایت کا انتہائی شکر گزار ہوں، ان کے اس تحفہ کی بدولت مجھے ایک

[1] اسٹیفن کا بھائی - ۱۲

نئی چادر مل گئی جس کی مجھے سخت ضرورت تھی اور جسے ان حالات میں خریدنا بھی میرے لئے ممکن نہ تھا ان کو میرا شکریہ پہونچا دو۔ مجھے اُمید ہے کہ میں جلد ان کی زیارت سے شرف اندوز ہوں گا اور ان کی خدمت میں ایک بہترین تحفہ پیش کروں گا اور اگر بدقسمتی سے ایسا نہ کرسکا تو کم از کم ان کو ایسے عجیب و غریب قصّے تو ضرور ہی سناؤں گا جن کو سُن کر وہ بہت خوش ہوں گی۔

کل میری نظر سے لڑائی کا پہلا واقعہ گزرا۔ پہلے تو میں اس خوفناک ٹکر کو دیکھ کر بہت ڈرا، لیکن جوں ہی گھوڑوں کی ہنہناہٹ، گولیوں کی سنسناہٹ، قرنا و بوق کی آوازیں اور جنگی گیتوں کے ترانے میرے کانوں میں پہونچے تو مجھ میں ایک نئی روح دوڑ گئی اور اپنے گرد و پیش سے بیخبر ہو کر میں نے اپنے گھوڑے کو تلواروں کی چھاؤں میں ڈال دیا۔

میں اس خوشی کا اظہار نہیں کرسکتا، جب میں نے دیکھا کہ دشمن کا لشکر ہمارے مقابلہ میں پسپا ہو رہا ہے، مجھے ایسا معلوم ہو رہا تھا گویا میں نے ہی ان لوگوں کو شکست دی ہے اور بھاگنے پر مجبور کر دیا ہے۔ میرے افسر نے اس موقعہ پر میری بہادری دیکھ کر میری بڑی تعریف کی۔ مجھے اُمید ہے کہ جلد تمھارے پاس لوٹوں گا۔"

(۳۶)

اسٹیفن کا خط ماجدولین کے نام

" اے ماجدولین، زمانہ کے خشک ہونٹوں پر تبسم کے کچھ آثار ظاہر ہونے لگے ہیں۔ میں بعض اسباب کی بنا پر چند ہفتوں سے اپنے اُستاد سے نہ مل سکا تھا۔ کل میری قیام گاہ پر وہ خود مجھ سے ملنے کے لئے آئے، اور مجھے یہ خوش خبری سُنائی کہ کسی ابتدائی مدرسہ میں اُنھوں نے میرے لئے کوئی جگہ تلاش کی ہے، جس کی تنخواہ گو اس وقت بہت کم ہے لیکن مدرسہ کے مہتمم نے آٹھ مہینہ کے بعد اس تنخواہ کو دوگنا کر دینے کا وعدہ کیا ہے۔ میں اس احسان پر خدا کا جتنا بھی شکر ادا کروں کم ہے۔

اے ماجدولین، زندگی کی عمارت کا پہلا پتھر بڑی مشکل سے رکھا جاتا ہے لیکن جب وہ رکھ جاتا ہے تو پھر اس کا بلند کرنا زیادہ مشکل نہیں ہوتا، اس لئے آج ہم اس کو پاکر مبارک باد کے مستحق ہیں اور کل جب ہم زندگی کی اس برکت کو بھی پالیں گے جس کی تمنا ایک مدت سے ہے تو ہماری مسرتوں کا کیا ٹھکانا ہوگا۔

(۳۷)

ایڈورڈ کا خط اسٹیفن کے نام

" اختلاف کی خلیج میرے اور میرے چچا کے درمیان اب تک حائل ہے۔ وہ نہیں چاہتا کہ میں عیش و آرام کی زندگی بسر کروں اور میں اس پر راضی نہیں کہ اپنے والد کے ترکہ سے اپنی خواہش اور مرضی کے مطابق فائدہ نہ اُٹھاؤں، سمجھ میں نہیں آتا وہ کیوں دوسروں کی دولت پر دندانِ آز تیز کیے ہوئے ہے۔ حالانکہ جب تک میں زندہ ہوں وہ اسے نہیں ہل سکتی۔

خیر یہ بھی چند دن کی بات ہے، قانوناً میرے جوان ہونے میں صرف چند ماہ کی مدت باقی ہے اس کے بعد دیکھوں گا وہ کیا کرتا ہے۔

تمہارے بعض حالات کی خبر مجھ تک بھی پہونچی ہے اور مجھے یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ تمہارے گھروالے تم سے بہت ناراض ہیں اُنھوں نے تمہیں علٰحدہ کر دیا ہے اور میں نے یہ بھی سُنا ہے کہ تم کو بلانس کو چھوڑ کر جوتیغ آگئے ہو اور فکرِ معاش میں سرگرداں ہو، اور ابھی تک تمہاری کوششیں بارآور نہیں ہوئیں۔

اے میرے دوست کاش تم میرا کہنا مان لیتے اور اس لڑکی سے شادی کر لیتے جو تمہارے عزیزوں نے تمہارے لئے پسند کی تھی اور اس کی دولت کے زیرِ سایہ عیش و آرام سے زندگی گزارتے۔

اے میرے دوست اس دُنیا میں اس سے بڑھ کر کوئی خوش نصیبی نہیں کہ انسان مالدار ہو۔ انسانوں کے دماغوں میں جس قدر بھی علم و عقل ہے، ان کے جسموں میں جتنی بھی قوت و طاقت ہے اور ان کے پاس جو کچھ بھی شرف و فضیلت ہے وہ حقیقت میں سب مال حاصل کرتے اور دولت تک پہونچنے کے ذریعہ ہیں۔

میں اس شخص کے پاس رہتے رہتے تنگ آگیا ہوں۔ اور اب اس کے ساتھ ایک شہر میں ایک لمحہ کے لئے بھی رہنا گوارا نہیں کرتا۔ ارادہ ہے کہ جلد تمہاری ملاقات کے لئے جوتیغ پہونچوں، اچھا رخصت۔ والسّلام "

(۳۸)

اسٹیفن کا خط ایڈورڈ کے نام

" اے میرے دوست مجھ سے ناراض نہ ہونا اگر میں یہ کہوں کہ زندگی کے متعلق میرا نظریہ تمہارے نظریہ سے

جُدا ہے۔

میرے نزدیک روحانی مسرت سے زیادہ کوئی سچی مسرت نہیں، دولت بھی اسی روحانی مسرت کے حاصل کرنے کا ایک ذریعہ ہے، پھر اگر یہ مسرت بغیر دولت کے مل جائے تو دولت کی کیا ضرورت ہے یا یہ کہ اگر تھوڑی سی دولت میسّر آجائے تو زیادہ کی ہوس کیوں ہو۔

مال و دولت بیکار ہے اگر ساتھ ایسے انسان کا ہو جس سے محبت نہیں، اس لئے میری رائے میں جو شخص کسی لڑکی سے اس کی دولت کے لئے شادی کرتا ہے، کمینہ اور بے غیرت ہے۔ وہ روٹی کی خاطر اپنے جسم کو عورتوں کے حوالہ کر دیتا ہے، بالکل اسی طرح جس طرح بدکار عورتیں اُجرت لیکر اپنا جسم حوالہ کر دیتی ہیں۔

جیسا کہ تم کہتے ہو میں بیشک فقیر و محتاج ہوں۔ لیکن میں اپنی حالت سدھارنے کے لئے انتہائی کوششیں کر رہا ہوں اور کل سے مجھے اپنی کوششوں میں کامیابی کی ایک جھلک بھی نظر آنے لگی ہے، سر دست مجھے ایک چھوٹی سی ملازمت مل گئی ہے اور میں نے اپنے لئے ایک معمولی سا کمرہ بھی کرایہ پر لے لیا ہے۔

اے ایڈورڈ، مجھے اُمید ہے کہ تم میری تلخ نوائی کو معاف کر دو گے، اور مجھ سے جو تنخواہ آنے کا جو وعدہ تم نے کیا ہے اسے جلد پورا کرو گے۔"

(۳۹)

اسٹیفن کا کمرہ

ملازمت ملنے کے بعد اسٹیفن ایک چھوٹے سے کمرہ میں رہنے لگا جو تقریباً دس فٹ لمبا اور سات فٹ چوڑا تھا۔ اس کمرہ میں اس نے لکڑی کا ایک پلنگ اور ایک چھوٹی سی میز بچھا رکھی تھی، رات کے وقت اس پر پڑھتا اور دن میں کھانا کھاتا۔ دو کُرسیاں بھی اس کمرے میں موجود تھیں۔ ان میں سے جو زیادہ بڑی اور نسبتاً اچھی تھی وہ خود اس کے لئے تھی اور دوسری پر اس نے کپڑوں کا بکس رکھ چھوڑا تھا۔ پکانے کے لئے ایک چولھا اور پانی کا ایک گھڑا بھی وہاں موجود تھا ان کے علاوہ دو چار چیزیں اور بھی تھیں۔

اس کے کمرے میں ایک چھوٹی سی کھڑکی بھی تھی جو کچھ ٹوٹے پھوٹے کھنڈروں میں کھلتی تھی۔ اسٹیفن نے جب اس میں سے جھانکا اور اس بھیانک منظر کو دیکھا تو وہ کچھ افسردہ سا ہوا لیکن پھر خود ہی کہنے لگا۔

"خیر کوئی مضائقہ نہیں میرے لئے یہی بہتر ہے کہ میرا یہ حال کسی کو معلوم نہ ہو۔"

پھر اس نے کچھ دور پر ایک بہت بڑا درخت دیکھا جو سرسبز و شاداب تھا اسے دیکھنے لگا:- "میرے لئے یہی باغ ہے میں ہر روز صبح کو اُٹھ کر سب سے پہلے اسی کو دیکھا کروں گا۔"

اس کے بعد اسے قریب ہی ایک گرجا دکھائی دیا جسے دیکھ کر اس نے کہا: "میں سمجھتا ہوں کہ اس گرجا کے گھنٹوں کی آواز وقت معلوم کرنے میں میری مدد کرے گی" تھوڑی دیر کے بعد اس کے کانوں میں گھنٹے بجنے کی آواز آنے لگی۔ اس نے خوش ہو ہو کر ان کو گنا اور کہا: "اب مجھے گھڑی خریدنے کی بھی کوئی ضرورت نہیں"

اسٹیفن، اپنے نئے مکان کو دیکھ کر اس کے مختصر اور حقیر ہونے کے باوجود بھی بہت خوش تھا کیونکہ یہ پہلا گھر تھا جس میں وہ اپنی قوت بازو کے بھروسے پر اُترا تھا۔ اور جس کا فرنیچر اس نے اپنے روپے سے خریدا تھا وہ اپنے دل ہی دل میں کہہ رہا تھا۔

"سچ تو یہ ہے انسان اپنے ہی گھر میں آزادی سے رہ سکتا ہے، جس طرح چاہے اُٹھے جس طرح چاہے بیٹھے، کوئی ٹوکنے والا نہیں۔ وہ اچانک اپنے ہاتھوں کو ہوا میں پھیلا لیتا ہے، بلا لحاظ اس امر کے کہ یہ کسی دوسرے کے لگ جائے گا، غور کرتے وقت وہ جس طرح چاہتا ہے اپنا سر ہلاتا ہے، اپنی اُنگلیوں کو حرکت دیتا رہتا ہے بلا لحاظ اس کے کہ کوئی اسے پاگل کہے گا"

مگر ان حالات میں اس کے لئے نہایت ضروری تھا کہ انتہائی کفایت شعاری سے زندگی بسر کرے۔ چنانچہ اس نے اپنی آمدنی کو اپنے کھانے پینے پہننے، کرایہ اور ادائے قرض پر تقسیم کر دیا اور ایک خاموش اور پرسکون زندگی گزارنے لگا۔

(۴۰)

نیا مہمان

ایک دن اتوار کی صبح کو اسٹیفن اپنے کمرے میں بیٹھا ہوا تھا۔ درس و تدریس کی محنت و مشقت سے اسے اتوار ہی کے دن کچھ راحت نصیب ہو جاتی تھی کہ اس نے اپنے زینہ پر بھاری قدموں کی آواز سُنی جو اس کی پڑوسن کے جوتوں کی آواز سے مختلف تھی۔

وہ گھبرا گیا اور اُس آواز کی طرف کان لگا کر سُننے لگا۔ آنے والا شخص اس کا نام لے کر زور زور سے پکار رہا تھا اسے خیال ہوا کہ یہ آواز اس کے لئے نا مانوس نہیں ہے، چنانچہ وہ جلد دروازہ کی طرف آیا اور دروازہ کھول کر دیکھا تو اس کا دوست ایڈورڈ کھڑا تھا۔ وہ اسے دیکھ کر باغ باغ ہو گیا اور بڑی دیر تک گلے سے لگائے رہا۔ پھر بولا:۔

"میرے عزیز دوست تم نے اپنے وعدہ کو خوب پورا کیا، جس کے لئے میں تمہارا ممنون ہوں۔ میں تمہاری آمد کا بڑی بیچینی سے منتظر تھا"

ایڈورڈ کہنے لگا:۔ "اب تو میں تمہارے اس مختصر سے گھر میں دو مہینہ تک مہمان رہوں گا۔ کیونکہ میرے سن بلوغ کو پہونچنے میں اتنی ہی مدت باقی ہے، میرے اور میرے چچا کے تعلقات بہت ناخوشگوار صورت اختیار کر چکے ہیں، چنانچہ میں اس کے گھر کو خیرباد کہہ چکا ہوں اور قسم کھا چکا ہوں کہ جب تک ترکہ کا یہ جھگڑا ختم نہ ہو جائے گا میں ان کی صورت

نہیں دیکھوں گا۔"

یہ کہکر وہ اندر آیا اور کہنے لگا: "تمہارا یہ کمرہ بہت ہی خوبصورت اور خوش قطع ہے اور میرے اندازہ سے کہیں زیادہ بڑا ہے۔"

پھر اس نے اپنا بکس کھولا اور اس میں سے عطر کی ایک شیشی، ایک کنگھا اور چند ریشمی رومال نکال کر اسٹیفن کو پیش کیے جنہیں اسٹیفن نے شکریہ کے ساتھ قبول کیا۔ اس کے بعد اسٹیفن اُٹھا اور گوشت کا ٹکڑا جو اس نے کل کے لئے رکھ چھوڑا تھا بھونا اور دستر خوان بچھا کر اس پر رکھ دیا اور اس کے قریب ہی شراب کی بوتل اور پنیر کا ایک ٹکڑا بھی رکھ دیا اور دونوں کھانے کے لئے بیٹھ گئے۔ وہ دونوں کھاتے جاتے تھے اور باتیں کرتے جاتے تھے۔

دن بھر اسی طرح ہنس بول کر انھوں نے گزار دیا اور جب سونے کا وقت قریب آگیا تو اسٹیفن نے کمرے کے ایک کونے میں اپنے لئے فرش پر دری بچھالی اور پلنگ ایڈورڈ کے لئے خالی کر دیا اور سو گئے۔

صبح کو مدرسہ جانے سے پہلے اسٹیفن نے جو کچھ اس کے پاس تھا ایڈورڈ کے حوالہ کیا اور کہنے لگا: "مجھے کُل دو سو فرانک ماہوار ملتے ہیں، ساٹھ فرانک تو کھانے پینے میں صرف ہو جاتے ہیں اور باقی گھر کا کرایہ ادا کرنے اور سامان کی خریداری کے وقت جو قرض لیا تھا اس کی ادائی کے لئے بچالیتا ہوں۔ میں گزشتہ دس دن میں پچاس فرانک صرف کر چکا ہوں، اب جو کچھ باقی ہیں یہ ہیں، اب تم ہی انہیں خرچ کرو، آج سے تم ہی اس گھر کے مالک اور اس کے نظم ونسق کے مختار ہو۔"

یہ کہہ کر وہ مدرسہ چلا گیا۔ تھوڑی دیر بعد ایڈورڈ نیچے اُترا، اور بازار جا کر گوشت، روٹی، کچھ پھل اور شراب خرید لایا اور اس طرح بارہ فرانک سب کے سب خرچ کر دیئے۔

جب اسٹیفن مدرسہ سے واپس آیا اور یہ سب سامان دیکھا تو بولا۔

"اے ایڈورڈ، کیا آج کسی کی دعوت تو نہیں ہے؟" اس نے کہا: "ہاں میرے آنے کی خوشی میں آج دعوت ہے۔"

اسٹیفن مُسکرایا اور کہنے لگا:۔ "تم نے بہت اچھا کیا، جس بات کو میں بھول گیا تھا وہ تم نے یاد دلا دی"۔ اور یہ کہہ کر پھر دونوں کھانے میں مصروف ہو گئے۔

کھانے سے فارغ ہونے کے بعد ایڈورڈ کہنے لگا:۔ "میں اس کمرہ میں چند چیزوں کی کمی محسوس کرتا ہوں براہ کرم مجھے ان کے خریدنے کی اجازت دو، میں تم سے وعدہ کرتا ہوں کہ صرف وہی چیزیں خریدوں گا جو بہت ضروری ہیں اور کم سے کم قیمت صرف کرنے کی کوشش کروں گا۔"

اسٹیفن نے کہا، بہتر ہے جو چاہو سو کرو۔"

چنانچہ ایڈورڈ بازار گیا اور جب ایک گھنٹہ کے بعد واپس آیا تو ایک سیاہ تنومند کُتے کی زنجیر اس کے

ہاتھ میں تھی اور پیچھے ایک قدِ آدم آئینہ اور کپڑا ٹانگنے کا اسٹینڈ ایک مزدور کے سر پر تھا اس نے اسٹیفن سے کہا۔ "مجھے وہ کمرہ بہت ہی بُرا لگتا ہے جس میں آئینہ نہ ہو' اور اس گھر سے مجھے بڑی وحشت ہوتی ہے جس میں کتا نہ بھونکے' اے اسٹیفن تمہیں یہ سُن کر تعجب ہوگا کہ میں نے ان تمام چیزوں کی خریداری میں صرف بیس فرانک صرف کیے ہیں"۔

اسٹیفن یہ سُن کر ہنسا اور کہنے لگا: "ایڈورڈ تمہارا جنون بھی کس قدر دلچسپ ہے"۔ اس نے کہا: "ہاں تو کیا زندگی بغیر جنون کے خوشگوار ہو سکتی ہے؟" اور اس طرح مہینہ کی بیس تاریخ سے پہلے ہی دونوں کے ہاتھ خالی ہو گئے۔

اسٹیفن کہنے لگا: "اے ایڈورڈ' اب کیا کرنا چاہیئے"؟ اس نے کہا: "یہ مسئلہ اس قدر دشوار نہیں' میں ابھی تمہارے سامنے ایک تجویز پیش کرتا ہوں جو یقیناً بہت مفید ہوگی"۔

یہ کہہ کر وہ اُٹھا اور باہر چلا گیا اور کچھ دیر بعد اپنے ہمراہ ایک مزدور اور ایک کبڑے کو لئے ہوئے واپس آیا وہ کمرے کے دروازہ میں کھڑا ہو گیا' اور اس شخص سے کہنے لگا: "لو اس پلنگ کو یہاں سے نکالو اس مختصر سے کمرے میں اس کی کوئی ضرورت نہیں اور سونے والے کے لئے زمین سے بہتر کوئی دوسری جگہ نہیں ہو سکتی۔ اور دیکھو یہ دونوں تکئے بھی زائد ہیں انھیں بھی یہاں سے ہٹاؤ اگر ایک تکیہ کو موڑ کر سر کے نیچے رکھ لیا جائے تو پھر دو تکیوں کی ضرورت نہیں رہتی"۔

یہ کہہ کر وہ اسٹیفن کی طرف دیکھنے لگا اور بولا۔ "کیوں دوست میں غلط تو نہیں کہہ رہا ہوں"۔

اسٹیفن یہ سُن کر چونک پڑا' وہ اپنی میز پر سر جھکائے ہوئے ماجد ولین کے نام خط لکھنے میں مصروف تھا۔ وہ اس کا مقصد سمجھ گیا اور کہنے لگا۔ "ہاں تم ٹھیک کہہ رہے ہو"۔

پھر ایڈورڈ نے پوچھا: "کیا تم سمجھتے ہو کہ یہ نازک شیشہ جو اس کھڑکی میں لگا ہوا ہے موسم سرما کی تند و تیز ہواؤں کا مقابلہ کر سکے گا؟ یقیناً نہیں' تو پھر بجائے اس کے کہ ہم اسے ہواؤں کے رحم و کرم پر چھوڑ دیں کیا یہ عقل کا تقاضہ نہیں ہے کہ ہم اس کی قیمت سے فائدہ حاصل کریں"۔

یہ کہہ کر وہ کھڑکی کی طرف بڑھا اور یکے بعد دیگرے اس کے تمام شیشے نکال کر مزدور کے حوالے کئے۔ اس کے بعد اس کی نظر پردے پر پڑی اور اسے دیکھ کر کہنے لگا۔ "میرے خیال میں تو مختصر کمرے کے لئے اس قدر بھاری پردے کی کوئی ضرورت نہیں ہے"۔ اور وہ بھی مزدور کو دیدیا۔

پھر کہنے لگا:۔ "کیا تم اس صندوق میں کوئی ایسی چیز رکھنا چاہتے ہو جس کے چوری ہو جانے کا تمہیں خوف ہو"۔ اسٹیفن یہ سُن کر ہنس پڑا اور کہنے لگا: "اگر میرے پاس ایسی کوئی چیز ہوتی تو آج یہ نوبت ہی کیوں آتی"۔ "تو پھر اس میں زبردست تالے کی کیا ضرورت ہے؟" یہ کہکر اس نے اپنا ہاتھ بڑھایا اور اس تالے کو نکال کر مزدور کے سپرد کیا' اور چاروں طرف کمرے میں اپنی تیز تیز نگاہیں دوڑانے لگا۔ یہاں تک کہ اس کی نگاہیں میز پر پڑیں' اسٹیفن ڈر گیا

اور کہنے لگا: "اے ایڈورڈ ٹھہرو، میز کو اس وقت تک ہاتھ نہ لگانا جب تک میں اس خط کو پورا نہ کر لوں"

ایڈورڈ مسکرایا اور بولا: "اچھا میں اس میز کو ماجد ولیین کی خاطر چھوڑے دیتا ہوں"

اس کے بعد اس شخص سے تمام سامان کی قیمت ٹھہرا کر تیس فرانک میں اس کے ہاتھ فروخت کر دیا۔ اس سے فارغ ہونے کے بعد وہ اسٹیفن کے پاس آیا اور کہنے لگا "یہ جو کچھ ہوا اس میں تمہاری کیا رائے ہے؟" اسٹیفن نے کہا "میری تو یہ رائے ہے کہ تم یہ قیمت مجھے دیدو، کیونکہ میں دیکھتا ہوں کہ تم اس معاملہ میں کچھ زیادہ دور اندیش ثابت نہیں ہوئے" ایڈورڈ کہنے لگا:۔

"میرے دوست میرا خیال ہے کہ اب ہمارے درمیان اختلاف رائے شروع ہو گیا ہے۔ کیونکہ تم جزرسی کو پسند کرتے ہو جو مجھے نہیں بھاتی، اور میں فراخ دستی کو محبوب رکھتا ہوں جو تمہیں پسند نہیں آتی، لہذا ہمارے تمہارے لئے یہی بہتر ہے کہ ہم تمہاری تنخواہ کو آدھا آدھا بانٹ لیں اور ہم میں سے ہر شخص اپنے حصے کو اپنی اپنی ضروریات پر صرف کرے"

یہ کہہ کر وہ ذرا دیر کے لئے خاموش ہو گیا پھر کہنے لگا:۔ "دیکھو ہماری یہ علٰحدگی اس وقت تک مکمل نہیں ہو سکتی جب تک کہ ہماری رہنے کی جگہ بھی علٰحدہ نہ ہو۔ لہذا یہ بہت ضروری ہے کہ ہم اس کمرے کو دو حصوں میں تقسیم کر لیں، اور تم دیکھو گے کہ میں کیسے انصاف اور خوبصورتی سے اس کو تقسیم کرتا ہوں"

یہ کہکر وہ چونے کی ایک کنکری اٹھا لایا اور کمرے کے عین وسط میں ایک خط کھینچ کر کہنے لگا: "دیکھو یہ نصف میرا ہے اس میں میرا کتا میرا آئینہ اور میرا اسٹینڈ رہے گا۔ اور باقی نصف تنہا تمہارے لئے چھوڑتا ہوں۔ تمہارا حصہ میرے حصے سے کہیں مفید اور بہتر ہے۔ کیونکہ اس میں کھانا پکانے کا چولہا، خط لکھنے کی میز اور وہ کھڑکی بھی ہے جس سے قمیص پہنتے یا چادر اوڑھتے وقت اپنا ہاتھ بھی باہر نکال سکتے ہو"

اسٹیفن یہ سن کر بہت ہنسا اور اسے وہیں چھوڑ کر کسی کام سے باہر چلا گیا۔

الغرض ایڈورڈ اسی طرح اسٹیفن کے عیش و آرام کو مکدر، اس کے دماغی سکون کو برباد کرتا رہا اور اسٹیفن بڑے صبر و تحمل سے ان سب باتوں کو برداشت کرتا رہا، کیونکہ وہ اس کا دوست تھا۔

(۴۱)

قربانی

ایک دن جبکہ ایڈورڈ سیر و تفریح کے لئے گاؤں سے باہر چلا گیا تھا، اور اسٹیفن تنہا اپنے کمرے میں بیٹھا ہوا صبح

کے لکچر کے لیے موسیقی کے کچھ نوٹ مرتب کر رہا تھا کہ دفعتاً اس نے زینہ پر قدموں کی آہٹ اور لوگوں کے بولنے اور زور زور سے چیخنے کی آوازیں سُنیں وہ گھبرا کر کھڑا ہو گیا اور دروازہ کھول کر دیکھنے لگا۔

اس نے دیکھا کہ ایک دراز قد تنومند چوڑا چکلا شخص کھدانوں میں کام کرنے والے آدمیوں کا لباس پہنے ہوئے آنکھوں سے چنگاریاں برساتا اور منھ سے جھاگ اُڑاتا ہوا، دونوں ہاتھوں میں دو تلواریں لئے ہوئے زینے پر موجود ہے جوں ہی اس کی نگاہ اسٹیفن پر پڑی وہ پوچھنے لگا۔ "کیا ایڈورڈ تم ہی ہو!"

اسٹیفن سمجھ گیا کہ یہ شخص کسی بُرے ارادے سے آیا ہے، لیکن خوش قسمتی سے اس کے دوست کا صورت شناس نہیں ہے۔ اسے ایڈورڈ پر ترس آگیا اور اس انتقام کا سبب دریافت کرنے کے ارادے سے آگے بڑھا اور کہنے لگا۔

"ہاں میں ہی ایڈورڈ ہوں، کہو تمھارا کیا مطلب ہے۔" اس کے جواب میں اس نے اسٹیفن کے منھ پر ایسا تھپڑ مارا کہ آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھا گیا، اور کہنے لگا۔ "شاید تیری وہ شجاعت اور بہادری جس نے تجھے میری بیوی کے ساتھ عشق کرنے اور میرے خاندان کی عزّت کو خاک میں ملانے پر اُبھارا، اس وقت تک تیرا پیچھا نہیں چھوڑے گی جب تک کہ اس دریا کے کنارے یہ تلواریں فیصلہ نہ کریں، اور دیکھو یہ لوگ جو میرے ساتھ ہیں ہماری اس عزّت و آبرو کی لڑائی پر گواہ ہیں، ہم میں سے ہر ایک کو اختیار ہے کہ ان میں سے جسے چاہے اپنا گواہ بنا لے۔"

وہ معاملہ کی تہ کو پہونچ چکا تھا اور ایڈورڈ اور اس شخص کی بیوی کے تعلقات کے متعلق پہلے ہی کچھ کچھ سُن چکا تھا۔ چنانچہ وہ اپنے دشمن کے ساتھ خاموشی سے چل دیا اور جب وہ دریا کے قریب پہونچ گئے تو دونوں نے اپنی اپنی تلواریں سونت لیں۔

ایسے وقت میں اسٹیفن کو ماجد ولین کا خیال آیا، اور سوچنے لگا کہ اگر وہ اسے اس وقت چند آخری جملے لکھ دیتا تو کیسا اچھا ہوتا، چنانچہ وہ گواہوں کی طرف دیکھنے لگا اور بولا: "کیا آپ لوگوں میں سے کسی کے پاس سے کوئی چھوٹا سا لفافہ مل سکتا ہے؟" ان میں سے ایک شخص نے ایک لفافہ نکال کر اسے دے دیا۔ اور اس نے اس میں یہ مختصر سا جملہ لکھ دیا "میں ایک شریف مقابلہ میں اپنی جان دے رہا ہوں اور اس آخری وقت میں بھی تمہارے ہی متعلق سوچ رہا ہوں ۔۔ اے ماجد ولین رخصت۔"

یہ پیام لکھنے کے بعد وہ چاروں طرف دیکھنے لگا، ایک ملاح جو دریا کے کنارے اپنی کشتی کے اگلے حصہ پر کھڑا ہوا تھا سمجھ گیا کہ وہ کسی ایسے شخص کی جستجو میں ہے جو اس کے اس خط کو مکتوب الیہ تک پہونچا دے، چنانچہ اس کی طرف بڑھا اور بولا۔ "جناب اگر آپ اجازت دیں تو میں آپ کے اس خط کو جہاں حکم ہو پہونچا دوں۔" اسٹیفن نے اس کا شکریہ ادا کیا اور لفافہ کی پشت پر پتہ لکھ کر اس کے حوالہ کیا۔

اس کے بعد لڑائی شروع ہو گئی اور چند لمحوں میں اسٹیفن کا بازو بیکار ہو گیا۔ گواہوں نے یہ دیکھ کر لڑائی کے

بند کر دینے کا فیصلہ کر دیا اور دونوں دشمنوں نے مصافحہ کر لیا۔

ملاح ابھی تک بدستور اپنی جگہ کھڑا ہوا تھا اس لئے اسٹیفن زمین پر پڑے ہی پڑے اپنی کمزور آواز میں اُس سے کہنے لگا: "تمہارے پاس جو خط ہے اسے پھاڑ ڈالو کیونکہ اب اس کی ضرورت نہیں ہے۔"

یہ سُن کر اس نے اس خط کو چاک کر دیا اور اپنی جیب سے ایک رومال نکال کر اور اُس کے بازو پر باندھ دیا اور آسے وہاں سے اُٹھا کر اس کے گھر لے گیا اور بستر پر لٹا کر مرہم پٹی میں مشغول ہو گیا۔

(۴۲)

دوستی

اسٹیفن کا زخم بھر چکا ہے اور ایڈورڈ جو صبح کو یہاں سے جانے والا ہے اپنے دوست کے پاس بیٹھا ہوا اس سے کہہ رہا ہے:۔

"اے اسٹیفن تم نے اپنے خون سے میرے دل کے صفحات پر محبت کے جو نقوش قائم کیے ہیں وہ تا زیست محو نہیں ہو سکتے، اور تم نے اپنی اس تنگدستی و مصیبت میں جو غمخواری و مدارات کی ہے اُسے میں تمام عمر فراموش نہیں کر سکتا۔ میں سمجھتا ہوں کہ کسی دوست نے اپنے دوست کے لئے اور کسی بھائی نے اپنے بھائی کے لئے وہ تکلیف برداشت نہ کی ہوگی جو تم نے میرے لئے برداشت کی ہے اور میں تمہارے ان احسانات کا بدلہ کبھی نہیں اُتار سکتا۔"

اسٹیفن کہنے لگا: "میں نے تمہارے ساتھ کوئی ایسا احسان نہیں کیا جو بدلے کا مستحق ہو۔ تم میرے دوست ہو اور دوستی کے کچھ حقوق ہوا کرتے ہیں، اس لئے اگر تم کبھی کسی زمانہ میں تمہیں یہ موقعہ میسّر ہو کہ تم میری مدد کے لئے اپنا ہاتھ بڑھاؤ تو صرف محبت کے لئے ایسا کرنا، احسان کے بدلے کے خیال سے نہیں۔

اے ایڈورڈ میں تو پیدائشی بدنصیب ہوں۔ یہی وجہ ہے کہ میں بدنصیبوں کو دوست رکھتا اور اُن سے محبت کرتا ہوں، اس دنیا میں فقر و فاقہ کی دوستی سے زیادہ مضبوط کوئی دوسری دوستی نہیں ہو سکتی، اور اگر مجھے ایسے دو شخصوں کی دوستی میں انتخاب کا اختیار دیا جائے جن میں سے ایک فقیر ہو، جو اپنے فاقہ کو میرے فاقہ سے ملا کر اسے دوچند کر دے، اور دوسرا مالدار ہو جو اپنی مدد کا ہاتھ میری طرف بڑھا کر میری مصیبت و تنگ دستی کو دور کر دے تو میں پہلے کو دوسرے پر ترجیح دوں گا۔

یہی وہ چیز تھی اے ایڈورڈ کہ میں نے تم سے محبت کی اور تمہیں اپنا عزیز دوست سمجھا۔ ہماری بدقسمتی ایک ایسا مرکز تھی جہاں پہونچ کر ہم نے اس بات کا عہد کیا کہ ہم میں سے ہر شخص دوسرے کی مدد کرے گا، خواہ یہ زمانہ کتنے ہی پلٹے کھائے۔"

اس کے بعد ایڈورڈ نے اسٹیفن کے ہاتھ کو اپنے ہاتھ میں لیکر قسم کھائی کہ اس کے دل کی دھڑکن اس وقت تک کم نہیں ہوسکتی، اور اس کا سینہ اس وقت تک ٹھنڈا نہیں ہوسکتا جب تک کہ وہ اسے زمانہ پر فتحمند اور کامیابی سے اسے ہم آغوش نہیں دیکھ لے گا۔ اس کے بعد اس نے نئی حاصل شدہ دولت میں سے اسٹیفن کو کچھ پیش کرنا چاہا لیکن اس نے یہ کہہ کر انکار کردیا کہ ایسا نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ وہ دنیوی آسودگی و سعادت کو اس قدر ارزاں خریدنا نہیں چاہتا ہے۔"

صبح کو اسٹیفن، ایڈورڈ کو رخصت کرنے کے لئے تھوڑی دور تک اس کے ساتھ گیا۔ یہاں تک کہ وہ ایسی جگہ پہونچ گئے جہاں سے انہیں جدا ہونا تھا۔ یہاں وہ دونوں دیر تک گلے ملتے رہے۔ اور جب اسٹیفن گھر واپس ہوا تو غم کے آنسو اس کی آنکھوں میں جھلک رہے تھے۔

(۴۳)

اسٹیفن کا خط ماجدولین کے نام

"میں کل رات ٹہلتا ہوا دریا کے کنارے کنارے چلا جارہا تھا۔ جب صاف ہوا اور کھلی فضا میں پہونچا تو مجھے ایسا محسوس ہوا گویا پتوں میں ایک قسم کی بےچینی پھیلی ہوئی ہے اور وہ اپنی نرم و نازک آواز سے کچھ کہہ رہے ہیں۔ ہوائیں بھی بڑی گرانی کے ساتھ جھولتی ہوئی چل رہی تھیں اور گہرے سیاہ بادلوں کے ٹکڑے بھی فضا میں ہاتھیوں کی طرح جھوم رہے تھے، مجھے محسوس ہورہا تھا گویا ان کی گہرائیوں میں ایک مبہم اور نہ سمجھ میں آنے والی آواز سن رہا ہوں، جو کبھی قریب آجاتی تھی اور کبھی دور ہو جاتی تھی۔

تھوڑی دیر میں، میں نے دیکھا کہ وہ پرندے جو ابھی ابھی پانی پر اُڑ رہے تھے جلدی جلدی اپنے گھونسلوں میں سمٹنے لگے۔ اور وہ جاندار جو ابھی پتھروں اور کنکریوں پر دوڑ رہے تھے اپنے اپنے بلوں میں سرکنے لگے۔ سیاہی ہر چیز کو اپنے رنگ میں رنگ رہی تھی اور پانی پر بھی اس کا سیاہ رنگ غالب آچکا تھا۔ آسمان و زمین اور ان دونوں کو ملانے والی چیز اُفق، کوئلے کی ایک گہری اور کھوکھلی کان معلوم ہورہی تھی۔ جس کی ٹھوس دیواروں سے باہر نکلنے کے لئے بجلیاں بیتاب تھیں۔

فطرت کی یہ خاموشی اور بے زبانی زیادہ دیر تک باقی نہیں رہی۔ کیونکہ فوراً ہی ایک زبردست طوفان نے اُٹھ کر در و دیوار کو جھنجھوڑ ڈالا، اور پتوں کو شاخوں سے علیحدہ کرکے کہیں کا کہیں لیجا کر پھینک دیا۔ اس کے بعد بادلوں کے سینوں کو چیرتی ہوئی اور بجلیوں کے لیے راستے بناتی ہوئی بارش بھی آئی اور اس زور شور سے آئی کہ وادیاں لبریز ہوگئیں، میدان بھر گئے، نالے

پانی اُگلنے لگے۔ اس وقت میں اپنے دوست "فرتز" کی کٹی کے قریب پہونچ چکا تھا۔ یہ ایک غریب ملاح ہے جس نے پچھلے دنوں میرے ساتھ وہ احسان کیا ہے جسے میں کبھی فراموش نہیں کر سکتا۔

میں نے اس آسمانی مصیبت سے بچنے کے لئے اس کے گھر میں پناہ لی، میرا خیال تھا کہ وہ ایک وحشت خیز ویرانہ ہوگا مگر جوں ہی بجلی چمکی اور میں نے اس کے اندرونی منظر کو دیکھا تو میں نہیں کہہ سکتا کہ وہ کس قدر خوبصورت اور عجیب معلوم ہوا اس ملاح کی بیوی اور بچّے دوزانو بیٹھے ہوئے بڑے ادب کے ساتھ آسمان کی طرف اپنے اپنے ہاتھ اُٹھائے ہوئے غمگین اور درد بھری آوازوں میں خدا سے دعائیں مانگ رہے تھے اور ہر چند وہاں نہ کوئی چراغ تھا اور نہ کوئی دوسری روشنی، لیکن میں اس تاریکی میں بھی ان کے چمکتے ہوئے چہرے دیکھ رہا تھا۔

میری آہٹ پاکر اس کی بیوی میری طرف متوجہ ہوئی اور بولی: "فرتز ابھی تک واپس نہیں آیا ہے، اور اسی پریشانی میں بیٹھے ہوئے ہم سب خدا سے دُعا کر رہے ہیں کہ وہ اسے بخیریت ہمارے پاس پہونچادے"۔ یہ سُن کر میں بیحد متاثر ہوا اور میں بھی ان کے ساتھ بیٹھ کر دعائیں مانگنے لگا۔

دُعا سے فارغ ہو کر جب میں نے اپنا سر اُٹھایا تو فرتز دروازے کی دہلیز پر کھڑا تھا۔ اسے دیکھ کر اس کی بیوی اس کے استقبال کے لئے دوڑی اور اس کی بھیگی ہوئی چادر اس کے سر سے اُتارنے لگی، اس کے بچّے اس کے چاروں طرف جمع ہو گئے اور وہ انھیں لپٹا کر پیار کرنے لگا۔ پھر سب مِل کر دسترخوان پر گئے تو اس کی پریشانیوں اور تکلیفوں کے متعلق سوالات کرنے لگے۔ میں بھی ان سب کے پاس بیٹھا ہوا ان کی باتیں سُن رہا تھا، اور ان کی سانسوں کی ٹھنڈک محسوس کر رہا تھا۔

ان کی اس حالت نے میری طبیعت پر بڑا گہرا اثر کیا، اور ہر چند میں نے اپنی زندگی میں کبھی کسی کی خوش نصیبی پر رشک نہیں کیا، لیکن اس وقت میں ان پر رشک کئے بغیر نہ رہ سکا۔ میں اپنے دل سے کہہ رہا تھا کہ وہ عورت جو اپنے شوہر سے محبّت کرتی ہے جو اس کی اُلفت میں رو سکتی ہے، اور اس کی تکلیف پر آنسو بہا سکتی ہے، اور وہ بچّے جو اپنے معصوم ہاتھ خدا کے سامنے پھیلا کر اپنے باپ کی زندگی اور عافیت کے لئے دعا مانگ سکتے ہیں، اور وہ باپ جو اپنے بچّوں کو اپنے سامنے ہنستا کھیلتا دیکھ کر خوشی سے رو دیتا ہے ——— کیا ان کے علاوہ سچّی مسرّت کہیں اور نصیب ہو سکتی ہے اور اے ماجد ولین عنقریب ہمارا مستقبل بھی ایسا ہی ہوگا یعنی بہت ممکن ہے کہ ہم غریبوں کی طرح زندگی بسر کرنے پر مجبور ہوں لیکن اس غربت و افلاس کے باوجود بھی ہم بڑے خوش نصیب کہلائیں گے۔

حسب وعدہ میری ترقی میں اب صرف تین مہینہ کی مدّت باقی ہے۔ اس کے بعد میں تمہارے پاس و لفاخ آؤں گا، تمہارے والد کے سامنے اپنی شادی کی درخواست پیش کروں گا اور اپنی ہستی کو تمہارے خوبصورت ہاتھوں میں دیدوں گا اور اس دن کے بعد، بدبختی کو ہماری طرف آنے کے لئے کبھی کوئی راستہ نہ مِل سکے گا۔

(۴۴)

مادیدولین کا خط اسٹیفن کے نام

" سوزان اپنے گھر کو بلانس چلی گئی اور مجھے افسردہ و آزردہ چھوڑ گئی۔ لیکن میں بھی بہت جلد اس کے پاس جانے والی ہوں، کیونکہ میرے والد نے اس سے وعدہ کر لیا ہے کہ ہم لوگ ایک ماہ بعد موسم سرما کے بقیہ دن وہیں گزاریں گے۔ وہاں پہونچ کر تمہیں پھر خط لکھوں گی اور کیا عجب وہیں ملنے کی کوئی صورت نکل آئے اور میں تمہیں دیکھ سکوں ——— دور ہی سے سہی "

(۴۵)

مادیدولین کا خط اسٹیفن کے نام

"مجھے اور والد کو بلانس آئے ہوئے آج تیسرا روز ہے، اور ہم دونوں سوزان کے گھر مہمان ہیں۔ میں اس سے مل کر بہت خوش ہوں۔

آج اس نے ہمارے لئے اوپیرا ہاؤس میں ایک کمرا مخصوص کرا لیا ہے۔ جہاں ہم لوگ ہر اتوار کی شام کو کھیل دیکھنے جایا کریں گے۔ دیکھو خوش قسمتی سے ہمیں ایک ایسی جگہ مل گئی ہے جہاں ہم دونوں ایک دوسرے کو دیکھ سکتے ہیں اور اگر ممکن ہوا تو مل بھی سکتے ہیں۔

اے اسٹیفن، تم میرے پاس ضرور آنا اور یہ خیال کر کے نہ رُک جانا کہ تمہیں دوبارہ اس منحوس شہر کی صورت دیکھنا پڑے گی جسے تم نفرت کے ساتھ چھوڑ چکے ہو۔ مجھے امید ہے کہ تم میری خاطر ان باتوں کو بھول جاؤ گے "

(۴۶)

نئی زندگی

مادیدولین جب اپنے والد کے ہمراہ کو بلانس پہونچی اور اپنی سہیلی سوزان کے گھر مہمان اُتری تو اس کے محل کی عظمت

اور کمروں کی شان و شوکت دیکھ کر حیران رہ گئی۔ اس کے زرق برق ساز و سامان، قیمتی فرنیچر، چمکدار ظروف اور آرائیش کی چیزوں سے اُس کی آنکھیں خیرہ ہوگئیں، خواصوں اور خدمتگاروں کی کثرت اور ان کے رنگ بہ رنگ لباس نے اسے اور بھی تعجب میں ڈال دیا۔

جب وہ آئینہ کے سامنے اپنے آپ کو دیکھتی، اور پھر اپنے برابر کھڑی ہوئی خادمہ پر نظر ڈالتی تو شرما جاتی اور ایسا محسوس کرتی گویا وہ اس کا اور اس کے ان چھوٹے چھوٹے دھاری دار دیہاتی کپڑوں کا جنھیں اس نے اپنے ہاتھ سے سیا ہے، مذاق اُڑا رہی ہے۔

سوزان نے اس کے لئے مختلف قسم کے ریشمی، مخملی، سوتی، اونی لباس تیار کر رکھے تھے۔ ایک بہت عمدہ سوٹ اس کے ناچنے کے لئے، دوسرا کلب کے لئے اور تیسرا کھانے کے لئے سلوا رکھا تھا، گھر میں پہننے کی قمیصیں اور شب خوابی کے لباس بھی بنوا لئے تھے۔ چنانچہ ماجدولین رفتہ رفتہ اس زندگی کی عادی ہو چلی اور کو بلانس کی دوشیزاؤں کے ساتھ ہنسنے بولنے لگی اور یہ نئی زندگی اس کے لئے اتنی دلچسپ ثابت ہوئی کہ اسٹیفن کی محبت کے علاوہ ماضی کی ہر چیز اس کی نظر میں بے کیف معلوم ہونے لگی۔

(۴۷)

فتنہ

ایک روز رات کو ماجدولین، سوزان کے کمرے میں اس سے ملنے کے لئے گئی۔ یہ کمرہ بہت ہی خوبصورت و دلکش تھا، اُس کی دیواریں اور فرش سُرخ قالینوں سے آراستہ تھے، کھڑکیوں اور دروازوں پر سفید ریشم کے پردے پڑے ہوئے تھے، جن کے بیچ بیچ میں چاندی کے باریک تار جھلک رہے تھے اور کناروں پر چمکتے ہوئے موتیوں کی جھالر بہت ہی حسین معلوم ہو رہی تھی۔

کمرے میں چاروں طرف قیمتی کرسیاں اور خوش قطع میزیں بچھی ہوئی تھیں۔ جن پر سونے چاندی کے برتن اور گلدان بڑے سلیقے سے سجے ہوئے تھے۔

اس نے دیکھا کہ سوزان کے سامنے چاندی کے چند چھوٹے چھوٹے صندوق رکھے ہوئے ہیں، سوزان اسے دیکھتے ہی کہنے لگی:۔ "آج میرے منگیتر نے میرے لئے شادی کا تحفہ بھیجا ہے کیا تم اسے دیکھنا پسند کرو گی" اور یہ کہکر سوزان نے وہ سب صندوق ایک ایک کرکے اس کے سامنے کھولنا شروع کیے، کسی میں ہار کسی میں بالیاں کسی میں کنگن، کسی میں جوشن، غرض موتیوں سے جڑے ہوئے مختلف قسم کے بہترین زیوران میں بند تھے۔

ماجدولین ان سب چیزوں کو دیکھ کر سکتے میں رہ گئی اور گھنٹہ بھر تک ایک ایک چیز کو اپنے ہاتھ میں لے کر اُٹھتی

پلٹتی رہی۔ اس کے بعد اس نے ہیرے کی بالیاں لیکر اپنے کانوں میں پہن لیں، یہ دیکھ کر سوزان نے ماجدولین سے اصرار کیا کہ وہ تمام زیور پہن کر دیکھے۔ چنانچہ وہ تمام زیور اُس نے پہن لیا۔ اور آئینہ کے سامنے کھڑی ہو کر اپنے آپ کو دیکھنے لگی۔

سوزان بولی:۔ "اے ماجدولین، تیرا حُسن اس زیور کا اور یہ زیور تیرے حُسن کا کس قدر محتاج ہے اور میری تو خدا سے یہی آرزو ہے کہ تجھے ایک ایسے شخص کی دُلہن دیکھوں جو صاحبِ دولت و ثروت ہو اور تیری زندگی کو دولت و محبت سے لبریز کردے۔"

اس کے بعد وہ اُس خوبصورت محل کا ذکر کرنے لگی جو اس کے منگیتر نے اس کے لئے کوبلانس کے قرب و جوار میں بنوایا ہے، اور جس میں عیش و عشرت کے تمام شاہانہ سازوسامان اُس کے لئے فراہم کیئے ہیں، یہ سُن کر ماجدولین نے اپنا سر تھوڑی دیر کے لئے جُھکا لیا۔ اُس نے اس وقت تک اپنی اور اسٹیفن کی محبت کے راز کو سوزان سے چھپایا تھا لیکن اب شاید وہ چھپانے پر قادر نہ تھی اس لئے کہنے لگی:۔ "اے سوزان، اگر میں اپنے کسی راز کا ذکر تمہارے سامنے کروں تو کیا تم اس کے مخفی رکھنے کا وعدہ کر سکتی ہو؟" وہ بولی: "کیوں نہیں اگر تمہارے راز کو میں بھی نہیں چھپا سکتی تو پھر کون چھپا سکتا ہے؟"

اس کے بعد ماجدولین نے اپنی اور اسٹیفن کی محبت کا پورا قصہ اسے سُنا دیا اور اس عہد کا بھی ذکر کیا جو ان دونوں نے آپس میں کیا تھا کہ موت کے علاوہ کوئی چیز ان دونوں کو ایک دوسرے سے جدا نہ کر سکے گی۔

سوزان کہنے لگی:۔ "ہاں، مجھے یاد پڑتا ہے کہ جب وہ نیا نیا تمہارے گھر میں آکر رہا تھا تو تم نے مجھے اس کے متعلق لکھا تھا کہ وہ نہ خوبصورت ہے اور نہ اپنے اندر کوئی خاص جذب و کشش رکھتا ہے۔"

ماجدولین کہنے لگی:۔ "بیشک وہ ایسا ہی ہے، لیکن اُس کا اخلاق مجھے اس کی ہر چیز سے زیادہ محبوب ہے۔ کیونکہ جو شخص اپنی زندگی کو خطرے میں ڈال کر، ایک ناواقف شخص کے بچانے کے لئے دریا میں کود پڑے اور موت کی پروا نہ کرے وہ یقیناً بڑا بلند ہمت، عالی حوصلہ اور شریف انسان ہوگا اور اے سوزان تم تو خود اس منظر کو دیکھ چکی ہو اور تمہیں نے تو یہ سب کچھ مجھے لکھا اس کے متعلق تم خود جانتی ہو۔"

سوزان بولی: "تو کیا یہ وہی شخص ہے؟" اس نے کہا: "ہاں یہ وہی ہے۔" سوزان نے کہا:۔ "تب تو میں اُسے خوب اچھی طرح جانتی ہوں، اور اس روز تو میں اسے دیکھ کر بڑے اچنبھے میں رہ گئی تھی۔ تو کیا یہ شخص کچھ مالدار بھی ہے؟"

ماجدولین کہنے لگی:۔ "نہیں مالدار تو نہیں ہے۔ لیکن وہ اس کوشش میں ہے کہ ضرورت کے لائق کما سکے اور پھر میرے لئے یہ کیا کم ہے کہ وہ مجھ سے اس قدر محبت کرتا ہے کہ شاید ہی کسی نے کسی سے کبھی کی ہو۔"

سوزان کہنے لگی: "اے ماجدولین محبّت دُنیا کی کوئی بڑی نعمت نہیں، خوش حالی اور دولت اس سے زیادہ بڑی نعمت ہے، اس لئے کوئی عورت پسند نہیں کرسکتی کہ دُنیا اور اس کی تمام دلچسپیوں کو چھوڑ کر کسی سنسان ویرانہ میں اپنی زندگی گزار دے۔"

ماجدولین یہ سُن کر چُپ ہوگئی، اس لئے نہیں کہ وہ اپنی سہیلی کی رائے سے متفق تھی، بلکہ اس لئے کہ وہ بہت زیادہ شرمیلی اور باحیا لڑکی تھی۔ اس کے بعد وہ وہاں سے اُٹھ کر اپنے کمرے میں چلی آئی۔

(۴۸)

تماشاگاہ

ماجدولین اور سوزان "اوپیرا" میں بیٹھی ہوئی ہیں، اور ان کے برابر ہی ماجدولین کا پھوپی زاد بھائی البرٹ اور سوزان کا چچا زاد بھائی ارشمید بھی بیٹھے ہوئے ہیں۔ یہ دونوں دو خوبصورت نوجوان ہیں، جو لباس کے دلدادہ اور زیب وزینت کے فریفتہ ہیں، ان کی پوری زندگی صرف دو گھنٹوں میں تقسیم کی جاسکتی ہے۔ ایک ہنسنے کے لئے، دوسرا عورتوں کو اپنے اوپر مائل کرنے کے لئے اس لئے پہلے گھنٹے میں یہ لوگ اپنی عقل کھو بیٹھتے ہیں اور دوسرے گھنٹے میں اپنی دولت، یہاں تک کہ ان کے پاس نہ وہ رہ جاتی ہے نہ یہ۔

یہ دونوں بیٹھے ہوئے اپنے سامنے کی عورتوں کو دیکھ رہے تھے، اگر انھیں کوئی خوبصورت چہرا نظر آجاتا تو اسے دیکھ کر آنکھ مارنے لگتے تھے اور اگر کوئی بدصورت شکل دکھائی دیتی تھی تو زور سے ہنس پڑتے اور اس کا مذاق اُڑانے لگتے تھے۔ سوزان تو شروع ہی سے اس تمسخر میں ان کا ساتھ دے رہی تھی، لیکن اس کی دیکھا دیکھی ماجدولین بھی کچھ دیر بعد شریک ہوگئی اور اس بے باکانہ مذاق سے مانوس ہو کر اس میں حصّہ لینے لگی۔

یہ لوگ اسی خوش طبعی میں معروف تھے کہ یکایک البرٹ چیخ اُٹھا، اور ایک شخص کی طرف اشارہ کرکے جو سب سے پچھلی صف میں ایک کرسی پر بیٹھا ہوا تھا کہنے لگا۔ "کیا آپ لوگوں نے اس انسان نما بندر سے زیادہ عجیب چیز کبھی دیکھی ہے؟"

ارشمید بولا: "ہاں مجھے یاد پڑتا ہے کہ آج سے پہلے بھی میں نے اس جانور کو کہیں دیکھا ہے، مگر یہ نہیں کہہ سکتا کہ کہاں۔"

سوزان بولی: "شاید وہ ابھی ابھی اندر آیا ہے اور میرے خیال میں یہ وہی بھوت ہے جس سے بچپن میں ہمیں ڈرایا جاتا تھا اور وہ ہمیں نظر نہیں آتا تھا۔"

ارشمید نے کہا: "اگرچہ اس کا لباس قیمتی ہے لیکن بالکل ایسا جیسے پہلے زمانہ میں صرف بھانڈ پہنا کرتے تھے۔"

ارشمبید کہنے لگا: "ممکن ہے کسی نرغیزنا گزاتیہ یا کسی عجائب خانہ کی الماری سے چرالایا ہو۔ کیونکہ وہ شخص جو ایسا لباس پہن سکتا ہے، کیا ایک کنگھا نہیں خرید سکتا جس سے وہ اپنے بکھرے ہوئے پریشان بالوں کو درست کر لے۔"

سوزان بولی:۔ "غیر مرد کے لئے بدشکل ہونا تو کوئی عیب نہیں ہے، شرم کی بات تو یہ ہے کہ وہ ایسے خوبصورت کپڑے پہنے جو اس شکل و صورت سے مختلف ہوں۔"

اس کے بعد جب سب لوگ ماجدولین کی طرف متوجہ ہوئے تو دیکھا وہ اپنی جگہ سے ہٹ کر پیچھے جاکر بیٹھ گئی ہے اور کانپ رہی ہے۔ سب لوگ اس کا حال پوچھنے لگے۔ وہ بولی "مجھے سردی لگ رہی ہے میرا جسم کانپ رہا ہے اور سر گھوم رہا ہے۔" حالانکہ حقیقت یہ تھی کہ وہ شخص جس کا یہ لوگ ابھی ابھی مذاق اڑا رہے تھے اسٹیفن تھا اور وہ اس کی توہین برداشت نہ کر سکتی تھی، ——— ماجدولین کو اس حالت میں دیکھ کر یہ لوگ ذرا دیر کے لئے خاموش ہو گئے، اور جب اس کی یہ کیفیت دور ہو گئی تو پھر اپنی جگہ واپس آکر بیٹھ گئے۔

تھوڑی دیر کے بعد ماجدولین اسٹیفن کو دیکھنے لگی یہاں تک کہ اس نے بھی اسے دیکھ لیا اور ایک ہلکے سے تبسم کے ساتھ اسے سلام کیا جسے ماجدولین کے علاوہ کوئی دوسرا شخص نہیں دیکھ سکا۔ تھوڑی دیر کے بعد کھیل ختم ہو گیا ——— اور لوگ گھروں کو جانے کے لئے کھڑے ہو گئے، چلتے وقت ماجدولین نے اسٹیفن پر ایک آخری نگاہ ڈالی اور اس کے بعد سب لوگ رخصت ہو گئے۔

(۴۹)

اسٹیفن کا خط ماجدولین کے نام

"اے ماجدولین، اس روز جدائی کے پورے ایک سال بعد تمہیں دیکھا۔ اللہ اللہ! وہ بھی کیسی مبارک گھڑی تھی جب میں نے زمانہ کی تمام بدسلوکیوں کو معاف کر دیا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا گویا میں نے اپنی زندگی میں بدبختی کا تلخ ذائقہ کبھی چکھا ہی نہیں۔ میں سوچ رہا تھا کہ تمہیں دور ہی سے دیکھ کر میری خوشی کا یہ عالم ہے تو اس وقت میرا کیا حال ہو گا جب میری زندگی کا ہر لمحہ تمہاری قربت کی مسرتوں سے لبریز ہو گا۔

اے ماجدولین، میں سمجھتا ہوں کہ میرا کمزور دل شاید اس خوش نصیبی کا تحمل نہ کر سکے گا اور جس دن مسرت مجھے نصیب ہو گی، وہ غالباً میری زندگی کا آخری دن ہو گا۔

اے ماجدولین معاف کرنا، میں نے تمہارے متعلق ذرا بدظنی سے کام لیا تھا اس لئے ضروری ہے کہ تمہارے سامنے اپنے اس گناہ کا اقرار کروں اور تم سے اسے چھپا کر دوسرے گناہ میں مبتلا نہ ہوں۔

جس وقت تم جو تیج کو چھوڑ رہی تھیں، اس وقت میرا دل وحشت و خوف سے دھڑک رہا تھا کہ مبادا اس نئی زندگی کا جس میں تم قدم رکھ رہی ہو، تم پر بھی وہی اثر پڑے، جو اُن کمزور طبیعت جوان لڑکیوں پر ہوا کرتا ہے، جن کے دل ہر نئے ماحول کے اثر سے بدل جاتے ہیں اور جن کی خواہشوں پر ہر اس فضا کا رنگ چڑھ جاتا ہے جس میں وہ سانس لینے لگیں لیکن جب میں نے تمہارے چہرے پر غم کی وہی جھلک دیکھی جو ہمیشہ نظر آیا کرتی تھی، اور تمہاری سوگوار نیم باز آنکھوں کو بدستور غم و اندوہ سے لبریز پایا تو تمہارے متعلق میرے تمام شکوک و شبہات جو در اصل محض محبت کی بدگمانیاں تھیں، بالکل دور ہو گئے۔

پھر بھی مجھے تم سے ایک بات کہنا ہے اور مجھے اُمید ہے کہ تم اسے غور سے سنو گی ——— اُس روز تماشہ گاہ میں مینے تمہیں بہت ہی باریک کپڑے پہنے ہوئے دیکھا جس سے تمہارے بازو، تمہارے شانے اور تمہاری گردن صاف جھلک رہی تھی اور لوگوں کی بیتاب نگاہیں تم پر پڑ رہی تھیں۔ یہ بات مجھ پر بہت گراں گزری۔

میں سمجھتا ہوں کہ تم خود اپنی خوشی سے اس طرح لوگوں کے سامنے آنے پر راضی نہ ہوئی ہوگی۔ بلکہ تمہیں دوسروں کی رائے کے آگے جھکنا پڑا ہوگا۔ بہر حال تم سے میری یہی التجا ہے کہ تم اس لباس کو اُتار کر پھینک دو، اور وہی کپڑے پہن لو جو پہلے پہنا کرتی تھیں، تاکہ تمہارا جسم لوگوں کی گستاخ نگاہوں سے محفوظ رہ سکے۔

اچھا سلام شوق قبول کرو۔ محترمہ سوزان سے بھی آداب کہنا۔ میں ہر اتوار کی شام کو تمہارے دیکھنے کے لئے اُدھر پہونچا کروں گا، اور تم سے ملنے کی کوئی نہ کوئی سبیل نکالوں گا۔"

(۵۰)

سازش

سوزان، ماجدولین کے کمرے میں داخل ہوئی اور دیکھا کہ وہ بہت مغموم انداز میں ایک خط اپنے ہاتھ میں لئے ہوئے پڑھ رہی ہے، اس نے جلدی سے یہ خط اس کے ہاتھ سے چھین لیا اور پڑھنے لگی۔ پڑھ کر وہ پہلے تو مسکرائی پھر بولی:۔

"اے ماجدولین، اب یہی کسر رہ گئی ہے کہ استیفن آئندہ تجھے یہ حکم دے کہ تو اپنی صورت بگاڑ لے، اپنی ایک آنکھ پھوڑ لے، اپنی ناک تھوڑی سی کاٹ لے، یا اپنے اگلے دو چار دانت اُکھاڑ دے تاکہ لوگ تجھے دیکھ کر ڈر جایا کریں۔

بہتر تو یہ ہے کہ تو اپنے ہاتھ میں ایک بانسری لے لے اور جس طرح یونان وروما کے شاعر اپنے زمانوں میں کیا کرتے تھے تو بھی اپنے منگیتر کے حسن وجمال کے گیت گاتی پھرے۔ افسوس اسٹیفن بھی کس قدر بے وقوف اور کوتاہ نظر ہے میرا تو یہ خیال ہے کہ اس نے ابھی سے تیرے لئے اپنے گھر میں کوئی پنجرا منگوالیا ہوگا اور شادی کے بعد اس میں تجھے بند کردے گا اور خود اس کے دروازہ پر کھڑا ہو کر پاسبانی اور نگہبانی کے فرائض انجام دے گا تاکہ تجھے گستاخ نگاہوں سے محفوظ رکھ سکے "

ماجدولین کہنے لگی:۔ "میری بہن آپ اس پر غلط اتہام نہ لگائیں، وہ حد سے زیادہ مہذب اور انتہائی شریف النفس انسان ہے، لیکن وہ مجھ سے محبت کرتا ہے اور ہر چاہنے والا غیور وخوددار ہوا کرتا ہے "

سوزان کہنے لگی: "خدا مجھے اور تجھے دونوں کو ایسی محبت سے محفوظ رکھے، خدا کی قسم اگر آسمانی فرشتوں میں سے کوئی فرشتہ ملاء اعلیٰ کا تاج اپنے سر پر رکھ کر، جنت اور اس کی تمام ابدی لذتیں پیش کر کے مجھ سے اس شرط پر شادی کرنا چاہے کہ وہ مجھے کسی پنجرے میں بند کردے گا، تو خدا گواہ ہے میں اس ابدی زندگی پر، ناگہانی موت کو اور کسی بے آب وگیاہ جنگل کے ویران عبادت خانہ میں پڑے رہنے کو ہزار بار ترجیح دوں گی "

یہ کہہ کر وہ کھڑی ہوگئی اور بولی: "ناممکن ہے اے ماجدولین کہ میں تجھے آگ میں ڈھکیل دوں اور اس وحشی درندے کے قبضہ میں رہنے دوں جو تیری زندگی کو برباد کردینا چاہتا ہے " یہ کہکر وہ اپنی خواب گاہ میں چلی گئی۔

(۵۱)

اوجین کا خط اسٹیفن کے نام

"کمان اعلیٰ کا حکم صادر ہوا ہے کہ ہم لوگ سفر کے لئے تیار ہو جائیں، ہمیں کہاں جانا پڑے گا ابھی نہیں معلوم، لیکن کمانڈر کا خیال ہے کہ بہت بڑی لڑائی پر جانا ہے، بہر حال اگر زندگی ہے تو پھر لکھوں گا ورنہ کسی اخبار میں میرا نام مقتولین کی فہرست میں پڑھ لینا۔

اے اسٹیفن مجھے ایک ضرورت ہے اور امید ہے کہ تم میری اس ضرورت کے پورا کرنے میں تامل سے کام نہ لوگے۔ میرے گھوڑے کی زین پرانی ہوگئی ہے اور اس کے تسمے بہت کمزور ہو چکے ہیں، میں نے اپنی اس مہینہ کی پوری تنخواہ صرف کردی ہے اور اب میرے پاس اس قدر نہیں ہے کہ نئی زین خرید سکوں۔ اس لئے دس دن سے

پہلے پہلے مجھے دس فرانک بھیج دیجئے۔ لیکن اگر اس مدت میں نہ بھیج سکیں تو پھر زحمت اُٹھانے کی ضرورت نہیں کیونکہ وہ مجھے نہیں مل سکیں گے۔

محترمہ ماجد ولین کی خدمت میں آداب۔ والسّلام "

(۵۲)

شادی

ایڈورڈ کے چلے جانے کے بعد اسٹیفن نے کوشش کی کہ وہ اپنی تنخواہ سے کچھ پس انداز کرے، چنانچہ مہینوں میں وہ بدقت پچاس فرانک جمع کر سکا تھا، لیکن اس میں سے سات فرانک تو اس نے اپنے اس لباس کے کرایہ میں صرف کر دیئے تھے جسے پہنکر وہ ماجد ولین کے دیکھنے کے لئے اوپیرا گیا تھا، اور پانچ فرانک میں ریل کا ٹکٹ خریدا تھا۔ اس کے علاوہ کچھ کھانے پینے میں خرچ ہوا تھا اور ان تمام اخراجات کے بعد اب اس کے پاس صرف ۲۲ فرانک موجود تھے۔

جوتیج سے واپس ہونے کے بعد کئی دن تک وہ اپنے پچھلے خط کے جواب میں ماجد ولین کے خط کا انتظار کرتا رہا لیکن بدقسمتی سے کوئی جواب نہ آیا، اسے خیال ہوا کہ شاید وہ اس کی پچھلی تحریر سے کچھ رنجیدہ ہو گئی ہے۔ اس لئے اس نے ایک دوسرا خط معذرت کا لکھا، اس کے جواب میں ماجد ولین کا خط آیا کہ بیشک وہ ناراض تھی، کیونکہ اس نے اس کے متعلق سخت بدگمانی سے کام لیا تھا لیکن اب اس نے معاف کر دیا ہے، اسی کے ساتھ یہ بھی خواہش کی کہ وہ تماشہ گاہ میں آنا نہ چھوڑے۔ چنانچہ اس نے ماجد ولین کے دیکھنے کے لئے اتوار کو وہاں جانے کا قصد کیا۔

جس دن وہ جانے والا تھا اسی دن صبح کو اسے اپنے بھائی کا خط ملا جسے پڑھ کر وہ بہت ملول و رنجیدہ ہوا اور دل میں سوچنے لگا کہ اس وقت اُس کے پاس ان چند سکّوں کے سوا کچھ نہیں اور آج اسے خود ان کی سخت ضرورت ہے کیونکہ اسے ماجد ولین سے ملنے کے لئے جانا ہے۔

وہ حیران تھا اور کچھ اس کی سمجھ میں نہ آتا تھا کہ کیا کرے۔ آخرکار محبت کا جذبہ غالب آیا اور وہ سفر کی تیاری کرنے لگا۔ اس نے ایک نیا جوڑا جوتا کا خریدا کیونکہ اس کا جوتا کافی بوسیدہ ہو چکا تھا۔ اس مرتبہ وہ اس لباس کو بھی کرایہ پر نہ لے سکا جو پچھلی مرتبہ لیا تھا اور مجبوراً اپنے موجودہ لباس ہی کو درست کرنا پڑا۔ جابجا اس نے پیوند لگائے اور بخیہ کے دھاگے جہاں جہاں سفید ہو گئے تھے انہیں روشنائی لگا لگا کر سیاہ کیا اور اس کے بعد ایک گاڑی پر سوار ہو کر کو بلانس روانہ ہو گیا۔ وہاں پہونچ کر ایک چھوٹی سی دوکان پر اس نے کھانا کھایا اور اوپیرا میں داخل ہو گیا۔

ماجد ولین اپنے درجہ میں موجود نہ تھی، لیکن اسے نہ پاکر وہ کچھ زیادہ پریشان نہیں ہوا اور سوچنے لگا: "ممکن ہے

کسی وجہ سے جلدی نہ آسکی ہو لیکن اس کا آنا یقینی ہے وہ ضرور آئے گی۔"

اس کے بعد وہ تماشہ دیکھنے لگا۔ جس میں بتایا گیا تھا کہ ایک امیر شخص کسی عورت پر فریفتہ ہوا اور وہ عورت بھی اس مرد سے محبت کرنے لگی۔ شدہ شدہ اس مرد پر مالی مشکلات کا ہجوم ہوا اور وہ نادار ہوگیا، اس کا نادار ہونا تھا کہ اس عورت نے بھی اپنی نگاہیں پھیر لیں اور مرد نے بہت منت و زاری کی لیکن عورت پر کوئی اثر نہ ہوا اور اس نے صاف صاف کہہ دیا کہ چونکہ اب وہ فقیر و محتاج ہو چکا ہے اس لئے وہ اس کے ساتھ نہیں رہ سکتی۔

اسٹیفن تماشہ کے یہ مناظر دیکھ کر بہت مکدر ہوا اور اپنے دل میں کہنے لگا کہ "یہ لوگ درحقیقت کسبیوں اور بدکار عورتوں کے اخلاق و عادات پردوں پر پیش کرتے ہیں، ماجد ولین ہی کو دیکھو کہ وہ میری محبت میں میری پرستش کرنے کو تیار ہے نہ میں کچھ خوبصورت ہوں جو مجھ میں اپنی خواہشات نفسانی کی پرستش کرے اور نہ مالدار ہوں جو مجھ میں اپنی زیب و زینت کو تلاش کرے۔ اچھا ہوا کہ اس نے یہ تماشہ نہ دیکھا ورنہ اس کو سخت اذیت و تکلیف ہوتی۔

اس کے بعد بھی ایک گھنٹہ تک وہ اس کی آمد کا انتظار کرتا رہا لیکن وہ نہیں آئی، وہ ڈر رہا تھا کہیں بیمار نہ ہو گئی ہو اس لئے جانے سے پہلے پہلے اس کا حال معلوم کرنے کے لئے وہ تماشہ گاہ سے نکلا۔ سوزان کے محل کی طرف روانہ ہو گیا، لیکن وہ حیران تھا کہ اس تک پہونچنے کی کیا صورت اختیار کرے۔

جب وہ محل کے قریب پہونچ گیا تو اس نے دیکھا کہ محل بقعہ نور بنا ہوا ہے اور بے شمار فانوس کمروں اور برآمدوں میں جل رہے ہیں، جن کی روشنی کھڑکیوں، اور روشن دانوں میں سے چھن چھن کر باہر پڑ رہی تھی۔ محل میں ہر طرف گانا بجانا ہو رہا تھا اور مختلف قسم کے ساز چھڑے ہوئے تھے۔ اس نے دیکھا کہ نوکر ادھر سے اُدھر شراب کے ظروف ہاتھوں میں لئے، کھانوں کے طباق اٹھائے جا رہے ہیں۔

جب دروازے کے قریب پہونچا تو اس نے دیکھا کہ ——— سامنے بہت سی گاڑیاں قطار اندر قطار کھڑی ہوئی ہیں، اور ایک گاڑی کے بالائی حصے پر ایک کوچوان تکیہ سے ٹیک لگائے بیٹھا ہوا ہے، وہ اس سے پوچھنے لگا:۔

"آج اس محل میں یہ چہل پہل کیسی ہے ؟"۔ اس شخص نے پہلے تو اُسے اوپر سے نیچے تک دیکھا اور پھر اپنی جگہ سے حرکت کیئے بغیر کہنے لگا: "اس محل کے مالک کی لڑکی سوزان کی شادی ہے۔"

یہ سن کر اسے اطمینان ہوا اور ماجد ولین کی صحت کی طرف سے جو فکر تھی وہ دور ہو گئی۔ اس کے بعد اس نے لوٹ جانے کا ارادہ کیا، لیکن وہ چاہتا تھا کہ گھر جانے سے پہلے ماجد ولین سے کسی نہ کسی طرح دو دو باتیں ضرور کرلے۔ چنانچہ وہ محل کے قریب ہی ایک سائبان کے نیچے جا کر کھڑا ہو گیا اور سوچنے لگا کہ اندر جانے کی کیا صورت ہو سکتی ہے

اتنے میں اس نے ایک گاڑی کو آتے ہوئے دیکھا جس میں کوئی بڑا آدمی سوار تھا، گاڑی کے رُکتے ہی تمام نوکر اس کی طرف دوڑ پڑے، اور یہ بھی ان لوگوں میں رل مل گیا کیونکہ خود اس کی ہیئت بھی ان لوگوں سے کچھ مختلف نہ تھی۔

آنے والا شخص گاڑی سے اُترا اور لوگوں کے جُھرمٹ میں آگے بڑھا، یہاں تک کہ صحن سے گزر کر ایوانِ رقص تک پہونچ گیا، اور اس کے پیچھے پیچھے سب نوکر بھی اندر چلے گئے۔ لیکن اسٹیفن تنہا دروازے پر رہ گیا اور دروازے کے شیشوں میں سے اندر کی طرف جھانکنے لگا۔

اُس نے دیکھا کہ یہاں رقص کا ہنگامہ برپا ہے اور گوشہ گوشہ سے مسرّت اُبل پڑی ہے۔ اسکی نگاہیں ماجدولین کو ڈھونڈھ رہی تھیں کہ دفعتاً اس نے ایک شخص کے ساتھ اسے ناچتے ہوئے دیکھا اور غور سے دیکھنے پر معلوم ہوا کہ وہ اس کا دوست ایڈورڈ ہے۔ یہ دیکھ کر وہ کچھ زیادہ پریشان نہیں ہوا۔ لیکن جس بات نے اسے برہم و ملول کردیا وہ یہ تھی کہ ماجدولین باریک لباس پہنے ناچ رہی تھی جس سے اس کا سارا جسم جھلک رہا تھا، اس نے دیکھا کہ اس کا سینہ ایڈورڈ کے سینہ سے ملا ہوا ہے، اس کا سر اس کے کندھے پر رکھا ہوا ہے اور ایڈورڈ اس کا ہاتھ پکڑ کر ناچنے کی بجائے اسے بار بار اپنے سینہ سے لگا لیتا ہے۔ یہ دیکھ کر ایک شعلہ سا اس کے جسم سے نکلا اور کئی دفعہ اس کے جی میں آیا کہ دروازہ کھول کر اندر پہونچ جائے اور بزم عیش و طرب کو درہم و برہم کرتا ہوا ماجدولین تک جا پہونچے، لیکن پھر اس شرم سے کہ لوگ اس کو موٹے اور دبیز کپڑوں میں دیکھ کر کیا کہیں گے، وہ رُک گیا اور اپنے دل کو سمجھانے لگا کہ ناچ میں ہمیشہ اور ہر جگہ یہی ہوتا ہے، سب لوگ اسی قسم کے کپڑے پہنا کرتے ہیں اور اسی قسم کی حرکتیں کیا کرتے ہیں، میں اسے کیوں ملامت کروں اور کیوں اس پر عتاب کروں، جو اس کا دل چاہے پہنے اور جس کے ساتھ اس کا دل چاہے ناچے، میرے لئے یہی کیا کم ہے کہ ان تمام لوگوں میں تنہا میں ہی وہ شخص ہوں جس کی وہ پرستش کرتی ہے۔

اب ماجدولین رقص سے فارغ ہو چکی تھی اور دروازے کے قریب ہی ایک سوفے پر بیٹھنے کے لئے ایڈورڈ کے ساتھ آرہی تھی۔

اسی وقت اچانک دروازہ کھلا اور ایک خوش لباس نوجوان اتراتا ہوا اور ایک کوڑا اپنے ہاتھ میں ہلاتا ہوا اندر سے باہر آیا اور اسے دروازے پر کھڑا ہوا دیکھ کر کوئی نوکر سمجھا اور ڈپٹ کر کہنے لگا: "جاؤ اور ہمارے سائیس کو ہمارے آنے کی خبر کردو"

پہلے تو وہ کچھ دیر رُکا، لیکن پھر اس خیال سے کہ کہیں اس کا راز فاش نہ ہوجائے، بیرونی دروازے کی طرف تیزی سے چل دیا، وہ سائیس کا نام بھول چکا تھا اور کوئی دوسرا نام لے کر پکار رہا تھا، یہ دیکھ کر اس نوجوان کو سخت

طیش آیا اور آگے بڑھ کر اس زور سے اُس کے منہ پر ایک کوڑا رسید کیا کہ اس کا چہرہ زخمی ہو گیا۔ اسٹیفن نے اس ذلت کو خاموشی سے برداشت کیا اور چپکا نکلا ہوا باہر چلا گیا۔

وہ کچھ ہی دور گیا تھا کہ اس کی آنکھ سے آنسو کا ایک قطرہ ٹپک کر اس کے زخمی رخسار تک پہونچا اور وہ تکلیف سے بیتاب ہو گیا۔

(۵۴)

بیمار

اسٹیفن جب جوتنج واپس آیا تو اسے ایک عزیز کا خط ملا۔ اور یہ وہی عزیز تھا جس نے کو بلانس سے چلتے وقت اسٹیفن کی جیب میں کچھ سکے ڈال دیئے تھے۔ اس خط میں لکھا ہوا تھا کہ وہ سخت بیمار ہے اور اس کی خواہش ہے کہ وہ اپنے آخری لمحاتِ زندگی میں ایک بار اور اسے دیکھ لے۔

اسٹیفن اس خط کو پڑھ کر بہت رنجیدہ ہوا' اس نے مدرسے سے چند روز کی رخصت طلب کی لیکن تین روز سے زیادہ کی اجازت نہ مل سکی اور وہ اسی قدر چھٹی لیکر روانہ ہو گیا۔

یہ شخص ایک مکان میں جو کو بلانس کے قریب واقع تھا تنہا رہا کرتا تھا اور یہاں وہ اور اس کے ملازم کے علاوہ کوئی تیسری صورت نظر نہ آتی تھی۔ اس کی بیوی حال ہی میں مر چکی تھی اور اس کے قریبی رشتہ داروں میں سوا اُس کے ایک چچا زاد بھائی کے جو دولت مند تو تھا لیکن نہایت سخت دل' کوئی اور نہ تھا۔

رات کے وقت اسٹیفن وہاں پہونچا اور دیکھا کہ وہ درد و کرب سے کراہ رہا ہے' وہ اس قدر کمزور ہو گیا تھا کہ اس کو بات کرنا بھی دشوار تھا' اور جب کچھ کہنا چاہتا تھا تو آواز کبھی اس کے سینہ ہی میں رُک جاتی تھی اور کبھی ہونٹوں تک آکر رہ جاتی تھی۔

اسٹیفن اس کے پاس جا کر بیٹھ گیا اور اس کو تسلی دینے لگا۔ اس کے مریض دوست نے کہا:- "مجھے بیماری کے بستر پر پڑے ہوئے کئی مہینے ہو چکے ہیں اور ایک لمحہ کے لئے بھی اس سے علیحدہ نہیں ہوا ہوں اور میں اب اپنی زندگی سے تنگ آگیا ہوں' اس لئے اے اسٹیفن وعدہ کرو کہ مجھے اس وقت تک چھوڑ کر کہیں نہ جاؤ گے جب تک قدرت میرے متعلق کوئی آخری فیصلہ نہ کرے۔"

چنانچہ اسٹیفن نے اپنی رخصت کے تینوں دن اس کے سرہانے بیٹھ کر گزار دیئے اور تیسرے روز جب اس نے واپسی کا ارادہ کیا تو بیمار رونے لگا۔ اب اس کی حالت بہت خراب تھی' اس کا بدن بھاری پڑ چکا تھا۔ پتلیاں پھیل چکی تھیں اور دُنیا سے جُدا ہونے میں چند دن باقی تھے۔

اس نازک حالت میں چھوڑ کر چلا جانا اسٹیفن کو بھی مناسب نہ معلوم ہوا اور اس نے اپنے مدرسہ کو لکھا کہ اسے

چند روز کی رخصت اور عطا کی جائے"۔

کئی روز کے شدید انتظار کے بعد آخر ایک روز جواب آیا کہ: "ہم نے دوسرے آدمی کا انتظام کر لیا ہے، اب آپ کو تکلیف کرنے کی ضرورت نہیں، مدرسہ کے ذمہ آپ کی جو تنخواہ نکلتی تھی وہ بھیجی جا رہی ہے۔"

(۵۴)

موت

دُنیا کی آنکھوں میں نیند آ چکی تھی اور خوابگاہوں پر خاموشی پوری طرح مسلط ہو چکی تھی، زمین پر چلنے والے رُک گئے تھے۔ اور آسمان میں اُڑنے والے ٹھہر گئے تھے، لیکن اسٹیفن اپنے قریب الموت بیمار کے سرہانے بیٹھا ہوا اب بھی جاگ رہا تھا۔ اور رات کی خاموشی میں زندگی اور موت کی کشاکش کا بیمار کے چہرہ پر مطالعہ کر رہا تھا، اُسے ایسا محسوس ہو رہا تھا گویا وہ کسی بے آب و گیاہ ڈراونے جنگل میں کھڑا ہوا ہے، جہاں سے بھوتوں کے چیخنے کی آوازیں چلی آ رہی ہیں اور اس کا دل خوف و دہشت سے دھڑک کر باہر آ جانا چاہتا ہے۔

وہ دیکھ رہا تھا کہ مرنے والے کے سینہ میں جسم و روح کے درمیان جنگ جاری ہے، روح جسم سے نکل جانا چاہتی ہے اور جسم اس سے چمٹ رہا ہے، یہاں تک کہ جسم اس مقابلہ میں تھک گیا، اور آنکھوں میں جنبش اور نبضوں کی تڑپ بھی ختم ہو گئی۔

اسٹیفن اس کے سینہ پر جھک گیا اور کان لگا کر سننے لگا، مگر کوئی آواز اس کے کانوں میں نہیں آئی، وہ سمجھ گیا کہ قصہ ختم ہو گیا، زندگی کے عناصر منتشر ہو کر اپنے مرکز کی طرف لوٹ گئے اور جو اُڑنے والے تھے وہ اُڑ گئے، جو تہ نشین ہونے والے تھے وہ تہ نشین ہو گئے۔

اسٹیفن کبھی اس پر روتا اور کبھی خود اپنے اوپر۔ اس کی گزشتہ زندگی کی پوری کتاب اس کے سامنے تھی، وہ اسے صفحہ بہ صفحہ پڑھ رہا تھا، اور اس کی ہر ہر سطر بلکہ ہر ہر لفظ پر غور کر رہا تھا، اسے ہر جگہ بدقسمتی، بدبختی، احتیاج غم، تنگدستی، ناکامی کے الفاظ لکھے ہوئے نظر آتے تھے، یہاں تک کہ جب وہ اپنی کتاب زندگی کے آخری صفحہ پر پہونچا تو اسے مدرسے سے اپنی معزولی کی خبر ملی۔ وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا، اور اس کے مُنہ سے ایک چیخ نکل گئی جس سے کمرہ کے در و دیوار گونج اُٹھے۔

وہ بہت دیر تک سر جھکائے بیٹھا رہا اور خدا جانے کیا کیا سوچتا رہا، جب کوئی ایک گھنٹہ کے بعد اس نے اپنا سر اُٹھایا، تو اس کی دونوں آنکھیں سُرخ انگاروں کی طرح چمک رہی تھیں، اس کے چہرے کا رنگ ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے اس پر ایک نئی کھال چڑھا دی گئی ہو، وہ اپنے چاروں طرف کمرے میں اس طرح نگاہیں دوڑانے لگا جس طرح کوئی سانپ اپنے

سوراخ میں چکر لگا رہا ہو، یہاں تک کہ اس کی نگاہ اس صندوق تک پہونچی جس میں مرنے والے کی پونجی جمع تھی وہ بہت دیر تک اس صندوق کو گھورتا رہا اور اسی پر اس کی نگاہیں جمی رہیں، ایسا معلوم ہو رہا تھا گویا اس وقت اس کی دونوں آنکھیں اس صندوق کی دو چمکدار کیلیں ہیں۔

پھر وہ یک بیک کھڑا ہو گیا۔ وہ اس وقت کچھ دیوانہ سا معلوم ہو رہا تھا۔ اور چیخ چیخ کر کہنے لگا: "مجھے اپنی زندگی میں ضرور کامیاب ہونا ہے، زمانہ ہرگز مجھ پر غالب نہیں آسکتا۔ وہ صرف انہی لوگوں کو مغلوب کرسکتا ہے جو کمزور ہیں، اور انہی لوگوں پر غالب آسکتا ہے جو کند ذہن اور بے وقوف ہیں، اور میں ان دونوں میں سے ایک بھی نہیں ہوں، اس لئے یقیناً یہ بڑی بزدلی اور پست ہمتی ہوگی اگر میں اپنی زندگی کو زمانے کے حوالے کر دوں، کون زمانہ؟ کیسا زمانہ؟ میں آپ اپنا زمانہ ہوں، میں آپ اپنی زندگی کا مالک ہوں، اگر کارزار زندگی میں لوگوں کے قدم اُکھڑ گئے تو یہ وہی لوگ تھے جو صرف ایک نقطہ پر جمے رہے اور آگے نہ بڑھے، اگر یہ لوگ زندگی کے تھپیڑوں کے ساتھ ساتھ اپنا رُخ بھی بدلتے رہتے تو ضرور کامیاب ہوتے۔

وہ کون لوگ ہیں جو عالیشان کوٹھیوں اور محلوں کے مالک ہیں، بڑی بڑی زمینوں اور شاداب باغوں کے ٹھیکہ دار ہیں، سونا جن کے خزانوں سے اس طرح اُبل رہا ہے جس طرح شعلے تنور سے، کیا یہ لوگ جرائم پیشہ اور ڈاکو نہیں ہیں؟

پھر وہ کون لوگ ہیں جو رات بھر بھوک سے تڑپتے رہتے ہیں، دن بھر رزق کی تلاش میں مارے مارے پھرتے ہیں، لیکن روٹی کا ایک ٹکڑا اور پانی کا ایک گھونٹ انہیں اس وقت تک میسر نہیں ہوتا جب تک کہ اس کے عوض چلو بھر خون جگر پیش نہ کریں، کیا یہ لوگ شریف اور باعزت نہیں ہیں؟

ملکیت اور وراثت کا قانون مہمل چیز ہے، کیونکہ جو لوگ مالک ہیں وہ چور ہیں، اور جو لوگ ان کے وارث ہیں وہ چوروں کے بچے ہیں، لیکن میں اس وقت تک اپنے آپ کو چور نہیں کہہ سکتا جب تک میں کسی شخص کا لقمۂ حیات نہ چھین لوں اور نہ میں اس وقت تک اپنے آپ کو ظالم کہہ سکتا ہوں جب تک میں کسی سچے اور راست باز انسان پر ظلم نہ کروں۔

وہ انھیں خیالات و تصورات میں بڑبڑاتا رہا، اور کمرے میں اِدھر سے اُدھر لانبے لانبے قدم رکھتا ہوا ٹہلتا رہا۔ پھر یکایک وہ ٹھہر گیا اور اپنے سامنے پڑی ہوئی لاش کو دیکھ کر کہنے لگا:۔

"اے شخص آخر کار تو مر ہی گیا۔ اب یہ مال جو تو نے چھوڑا ہے، تیرے کس کام کا، تیری بلا سے اب اس کا مالک تیرا کوئی دوست ہو یا دشمن، اے شخص کیا تیرے لئے یہ مناسب تھا کہ تو اس دولت کی وصیت میرے حق میں کر جاتا کیونکہ میں تیرا دوست تھا، وہ دوست جس نے تیرے آخری وقت میں تیری غمخواری کی، اور ایسے وقت میں تیرا ساتھ دیا جب

کوئی دوست اور کوئی رفیق تیرا ساتھ نہ دے سکا میں تیرے چچا کے لڑکے سے کہیں زیادہ تیری دولت کا محتاج ہوں۔ وہ تو پہلے ہی سے آسودہ حال ہے اور اسے پرپروا نہیں۔ تیری دولت اُسے ملے یا نہ ملے، اس لئے جس کام کو تو اپنی زندگی میں نہ کو سکا میں اُسے تیرے مرنے کے بعد تیری طرف سے انجام دونگا"

اس کے بعد وہ نعش کی طرف سے منہ موڑ کر روپے کے صندوق کی طرف بڑھا اور اس کی کنڈی پر اپنا ہاتھ رکھ دیا ہاتھ کا رکھنا تھا کہ اُس کا تمام جسم کانپنے لگا، اور اسے ایسا معلوم ہونے لگا گویا تمام کمرے میں ہر طرف آنکھیں ہی آنکھیں ہیں جو اُسے گھور رہی ہیں اور مردے کی روح اس کے جسم کے ایک ایک مسام سے غضب آلود نگاہیں اس پر ڈال رہی ہے۔

وہ تھوڑی دیر کے لئے وہیں کا وہیں ٹھٹک گیا۔ لیکن پھر ہمت کی اور کنڈی کو ہٹا دیا۔ کنڈی کے ہٹتے ہی دروازہ کھلا اور ایک زور کی آواز اس کے کھلنے سے پیدا ہوئی۔ وہ کانپنے لگا اور سمجھا کہ یہ کسی سپاہی کی آواز ہے جس نے اسے صندوق کھولتے ہوئے دیکھ لیا ہے۔

وہ صندوق کے پاس سے ایک قدم پیچھے ہٹ گیا اور اپنے اردگرد دیکھنے لگا، لیکن وہاں کوئی نہ تھا اس نے پھر حواس جمع کرکے صندوق سے نوٹ نکالے اور چراغ کی دھیمی روشنی میں انہیں اُلٹ پلٹ کر دیکھنے لگا لیکن اب اسے ایسا محسوس ہو رہا تھا کہ وہ خون جو کچھ دیر پہلے اس کی رگوں میں جوش مار رہا تھا، اب اس کی روانی ختم ہونے لگی ہے۔ اور ٹھنڈے پسینے کے قطرے پیشانی سے پے درپے اس کے چہرے پر ٹپکنے لگے اور اسے ایک ایسا گھرا سکون محسوس ہوا جیسے مرگی کے دورہ کے ختم ہونے کے بعد محسوس ہوا کرتا ہے۔ اسے ایسا معلوم ہو رہا تھا گویا صندوق اس کے سامنے بل رہا ہے اور خود بخود پیچ وتاب کھا رہا ہے۔ پھر ایسا معلوم ہوا جیسے اس نے ایک چمک دار آئینہ کی شکل اختیار کرلی ہے اور اس آئینہ میں اسے اپنی شکل نظر آرہی ہے۔ وہ اپنی اس شکل کو دیکھ کر ڈر گیا اور اپنے تئیں نہ پہچان سکا۔ اس نے اپنے چہرے کی ہر شکن میں وہ مکروہ کیفیت دیکھی جو عام طور پر مجرموں اور گناہگاروں کے چہروں میں دکھائی دیتی ہے۔ اور اپنی دونوں آنکھوں میں وہ بے رنگی پائی جو عموماً ان لوگوں کی آنکھوں میں نظر آتی ہے جن کے سروں پر جلاد تلوار لئے ہوئے کھڑا ہوتا ہے۔

وہ لرزنے لگا، کانپنے لگا اور نوٹ یکے بعد دیگرے اس کے ہاتھ سے لرزنے لگے۔ اسی وقت یکایک اسے ایسا محسوس ہوا جیسے کسی نے اپنا بھاری ہاتھ اس کے کندھے پر رکھ دیا ہے۔ پہلے تو اس نے اس طرف کچھ زیادہ توجہ نہ کی اور اسے بھی اپنے ہی متوحش خیالات کا نتیجہ سمجھا لیکن جب ہاتھ کی ٹھنڈک بھی اسے اپنے کندھے میں محسوس ہونے لگی تو وہ اپنی زندگی سے نااُمید ہوگیا اور اس نے اپنے آپ کو اس طرح سکیڑ لیا جس طرح کوئی شخص اپنے سر پر کسی خطرناک چیز کو گرتے ہوئے دیکھ کر سکڑ جاتا ہے۔

اس نے ڈرتے ڈرتے کنکھیوں سے پیچھے کی طرف دیکھا تو معلوم ہوا کہ وہی مردہ اس کے پیچھے کھڑا ہوا ہے اور سر سے پاؤں تک برہنہ اپنی پتھرلی بے نور آنکھوں سے اسے دیکھ رہا ہے۔ اس نے ڈر کر ایک چیخ ماری اور اپنی پوری

قوت کے ساتھ اسے اپنے پاس سے ڈھکیل دیا۔ چنانچہ وہ اپنے بستر سے دور زمین پر جا کر گر پڑا۔ اس کا سر کمرے کے پختہ فرش سے ٹکرایا اور پھر سناٹا چھا گیا۔ یہ دیکھ کر وہ کچھ پاگل سا ہو گیا، اس نے چراغ اپنے ہاتھ سے پٹخ دیا، اور وہ ڈرا کہ جلدی سے دروازے کھول کر باہر نکل جائے، لیکن اندھیرے میں راستہ نہ پا سکا۔

وہ ہر طرف کمرے میں دوڑنے لگا، اس کا خیال تھا کہ نعش اس کے پیچھے دوڑ رہی ہے اور وہ جہاں جاتا ہے اس کے تعاقب میں پہونچ جاتی ہے۔ آخر وہ اس دوڑ دھوپ سے تھک گیا، اور بیہوش ہو کر گر پڑا

جو کچھ اس نے دیکھا، وہ کوئی وہم و خیال نہ تھا بلکہ حقیقت تھی۔ ہوا یہ کہ اس کے دوست کے جسم میں کچھ کچھ جان باقی تھی، جب اس نے آخری مرتبہ اپنی آنکھیں کھولیں تو اس نے صندوق کو کھلا ہوا دیکھا اور ایک ایسے شخص کو جسے اب وہ پہچانتا بھی نہیں تھا، اپنے کاغذات اُلٹتے پلٹتے پایا۔ انسان کی فطری حرص جو پیدائش سے لے کر موت تک اس کا ساتھ نہیں چھوڑتی اپنی پوری قوت کے ساتھ بھڑک اٹھی، وہ بستر مرگ سے اُٹھ کھڑا ہوا اور جھپٹ کر چور کے کندھے پر اپنا ہاتھ رکھ دیا۔ پھر جو ہونا تھا وہ ہوا، وہ کمرے کے فرش پر گرا اور گرتے ہی ہمیشہ کے لئے رخصت ہو گیا۔

اسٹیفن، رات بھر بیہوش پڑا رہا، یہاں تک کہ صبح ہو گئی اور سورج کی کرنیں روشن دان میں سے گزر کر کمرے میں پھیلنے لگیں۔ اس وقت اس نے اپنی آنکھیں کھولیں اور اپنے گرد و پیش دیکھنے لگا، زمین پر پڑا ہوا چراغ، کھلا ہوا صندوق، بکھرے ہوئے کاغذات اور زمین پر پڑی ہوئی لاش ——— ! یہ دیکھ کر یکے بعد دیگرے رات کے تمام واقعات اس کی آنکھوں میں پھر گئے۔ وہ بمشکل اٹھا اور پھیلی ہوئی چیزوں کو اپنی اپنی جگہ رکھ دیا، اور لاش کو اس کے بستر پر لٹا کر ایک چادر اُڑھا دی۔

دن چھپنے سے پہلے لاش کو دفن کر دیا گیا اور اسٹیفن، جو تیج کی طرف روانہ ہو گیا۔ لیکن جس وقت وہ گھر پہونچا تو تھک کر چور ہو چکا تھا۔ چنانچہ وہ اپنے بستر پر پڑ گیا اور بہت دنوں تک اٹھنے کے قابل نہ ہو سکا۔

(۵۵)

ایڈورڈ

ایڈورڈ، ماجد ولین کے ساتھ اسی رات سے دلچسپی لینے لگا تھا جس رات اسٹیفن نے ان دونوں کو شیشوں کے پیچھے سے ایک دوسرے ساتھ ناچتے ہوئے دیکھا تھا۔ چنانچہ وہ وقتاً فوقتاً سوزان کے گھر جانے لگا اور ماجد ولین بھی بہت جلد اس سے مانوس ہو گئی۔ وہ جب کبھی اس کے پاس بیٹھتا تو جلسوں کے قصے سنایا کرتا وہ نام بنام ہر ناچنے والی اور ناچنے والے کا ذکر کرتا، فنی حیثیت سے ان کی اداکاری پر محاکمہ کرتا اور عشق و محبت کی تمام وہ داستانیں

سناتا جو محفل رقص و سرود کا معمول ہیں۔

ماجد ولین، چونکہ اس دنیا میں نئی نئی داخل ہوئی تھی اس لئے اس ذکر سے زیادہ دلچسپی لینے لگی۔ ایڈورڈ کی عادت تھی کہ اگر اثنائے گفتگو میں کبھی اسٹیفن کا ذکر آجاتا تو اس کی بیحد تعریف کرتا اور زمانۂ گزشتہ میں ان دونوں پر فراخی و تنگدستی وسعت و احتیاج کے جو دو مختلف دور گزرے تھے اُن کا تذکرہ کرتا اور اس کے بعد بڑے پُردرد اور غمگین لہجہ میں اُس کی موجودہ زندگی کا حال بیان کرتا جسے وہ آجکل جرسی میں گزار رہا تھا۔

ایڈورڈ اسی طرح رفتہ رفتہ اسے اپنی طرف مائل کرنے میں کامیاب ہوگیا یہاں تک کہ ماجد ولین اس کے بغیر بے چین سی رہنے لگی اور جب وہ اس کے پاس سے ہٹتا تو اسے ڈھونڈنے لگتی اور یہ سمجھتی کہ درحقیقت وہ محض اسٹیفن کی خاطر اس سے محبت کر رہی ہے، حالانکہ اگر فریب نفس کے پردے اس کی نگاہوں سے اُٹھ گئے ہوتے تو اسے معلوم ہو جاتا کہ وہ دراصل اس کی خاطر اسٹیفن کو فراموش کرنے لگی ہے۔

سوزان اپنی سہیلی ماجد ولین اور اپنے رشتہ دار ایڈورڈ کے تعلقات کو دیکھ کر بہت خوش ہوئی۔ وہ ایڈورڈ کی بعض ناقابل قبول سے خوب واقف تھی۔ لیکن اس کے خیال میں یہ عیوب اسی کی ذات سے مخصوص تھے، اور کسی دوسرے کی طرف تجاوز نہیں کر سکتے تھے اس نے ایڈورڈ کو سمجھایا کہ وہ شیخ موکر سے اپنے تعلقات پیدا کرے اور چونکہ موکر علم نباتات کا بڑا شائق تھا اور جو شخص اس علم سے واقفیت رکھتا تھا وہ اس کی بڑی عزت کرتا تھا، اس لئے وہ ایڈورڈ سے بہت جلد مالوف ہوگیا کیونکہ اس نے بھی مدرسہ میں علم نباتات کے کچھ سبق پڑھے تھے، اور جو بات اسے معلوم نہ ہوتی تھی وہ اپنے باغ کے مالی سے پوچھ لیتا تھا۔ اس نے اپنے باغ میں مختلف قسم کے عمدہ عمدہ پودے پھولوں کے نصب کرائے اور ان کی خصوصیات کا غور سے مطالعہ کیا۔ اس کے بعد اس نے موکر سے دوستی کی ابتدا کی، اسے اپنے گھر بلایا اور اپنے پائیں باغ کی سیر کرائی۔ اور اس طرح تھوڑے ہی عرصہ میں موکر اُسے پسند کرنے لگا۔

(۵۶)

عورت کا ضمیر

ماجد ولین کو نہ اسٹیفن سے نفرت ہوئی اور نہ ایڈورڈ سے محبت، لیکن وہ ایک نئے رنگ میں ضرور رنگ گئی، چونکہ اب وہ محفلوں اور جلسوں سے دلچسپی لینے لگی تھی، رقص گاہوں اور تفریح گاہوں سے مانوس ہوگئی تھی، دوسری لڑکیوں کی دیکھا دیکھی گانے اور ناچنے لگی تھی اس لئے زندگی کا مفہوم اس کے نزدیک بھی وہی ہوگیا جو دوسروں کا تھا اور وہ اسٹیفن کو بھول گئی، کیونکہ وہ بھی گزری ہوئی زندگی کی تصویروں میں سے ایک تصویر تھا اور ایڈورڈ سے مانوس ہوگئی، کیونکہ وہ اُس کی نئی

زندگی سے تعلق رکھتا تھا۔

باایں ہمہ جب وہ خالی الذہن ہوکر غور کرتی، اور زندگی کے ہائے وہو سے الگ ہوکر جب اسے خلوت میسّر ہوتی اور اپنے دل کی گہرائیوں پر ایک نگاہ ڈالنے کی فرصت ملتی تو اسٹیفن کی تصویر، اپنی ناتوانی وزردروئی، محرومی وتنگدلی، بدبختی وبدنصیبی کے ساتھ پھر اُس کے سامنے آجاتی۔ آنسوؤں سے بھری ہوئی اس کی آنکھوں کا منظر، عشق ومحبت کی آگ میں اس کے جلتے ہوئے دل کا خیال اسے تڑپادیتا، وہ اس کے لئے بیقرار ہوجاتی اور اشک آلود ہوجاتی، لیکن تھوڑی ہی دیر بعد جب یہ بادل چھٹ جاتے اور ایوان رقص میں چمکتے ہوئے چہروں، متبسم نگاہوں، زرتار کپڑوں، خوش آب موتیوں، گردن میں پڑے ہوئے ہاروں اور ہنگامۂ مسرت ونشاط کا خیال آجاتا تو پہلی تصویر پھر دھندلی ہوجاتی۔

شادی کے دو ماہ بعد ایک روز صبح کو سوزان، ماجد ولین کے کمرے میں آئی اور کہنے لگی:۔ "ماجد ولین کچھ تمہیں خبر ہے کہ کل رات ہم نے اور تمہارے والد نے مل کر کیا طے کیا ہے؟" اس نے کہا "نہیں مجھے نہیں معلوم" کہنے لگی: "یہ طے کیا ہے کہ ہم سب لوگ یہاں سے "شان مارک" چلیں اور وہاں دو تین ہفتے سب میرے شوہر کے یہاں رہیں، پھر وہاں سے "ولفاخ" چلیں جو قریب ہی چند میل کے فاصلے پر ہے اور ایک ہفتہ تمہارے یہاں ٹھہریں، اور کھیتوں اور باغوں کی اچھی طرح سیروتفریح کریں۔

یہ سُن کر پہلے تو ماجد ولین کا چہرہ خوشی سے دمک اُٹھا، لیکن پھر کسی خیال نے اس کے چہرے کی شگفتگی ختم ہوگئی اور وہ افسردہ نظر آنے لگی۔ کیونکہ یہ سیروتفریح حقیقتاً عزیز دوستوں سے جُدائی کا پیش خیمہ تھی اور سمجھتی تھی کہ چند ہی دن بعد پھر وہ اپنے گاؤں میں وحشت وتنہائی کی زندگی گزارنے پر مجبور ہوگی اور کوبلانس کی محفلوں اور وہاں کی چہل پہل سے دور ہوجائے گی۔

سوزان اس کے دل کی اس کیفیت کو سمجھ گئی، لیکن انجان بنی رہی اور سلسلۂ کلام کو جاری رکھتے ہوئے کہنے لگی:۔ "اور ہاں، اس سیاحت میں ایڈورڈ بھی ہمارے ساتھ ہوگا اور اس کی وجہ سے ہماری دلچسپیاں بہت بڑھ جائیں گی، کیوں ماجد ولین تم بھی میری اس رائے سے ضرور متفق ہوگی؟"

ماجد ولین، اس اشارے کو پہچان گئی اور بولی: "تمہیں اختیار ہے اپنے عزیزوں اور دوستوں میں سے جسے چاہو اپنے ساتھ لے جاؤ مجھے اس سے کیا بحث کہ کون شخص جائے گا اور کون نہیں جائے گا۔"

سوزان یہ سُن کر مسکرائی اور بولی:۔ "نہیں اس سفر میں ایڈورڈ تمہارے منگیتر کی حیثیت سے تمہارے ساتھ ہوگا۔"

ماجد ولین یہ سُن کر پریشان ہوگئی اور بولی:۔ "اے سوزان، میں تم سے کہہ چکی ہوں کہ میں اس سے شادی نہیں کرسکتی۔"

سوزان کہنے لگی: "آخر کیوں کیا بات ہے؟ کیا کوئی لڑکی اس سے زیادہ عقلمند، اس سے زیادہ ہوشیار اس سے زیادہ مہذب اور اس سے زیادہ شریف شوہر کی تمنا کر سکتی ہے؟ پھر یہ کہ وہ تم سے محبت بھی کرتا ہے اور اس کی زندگی کا یہی ایک مقصد ہے کہ وہ تمہیں مسرور و شادکام دیکھے!"

ماجد ولین کہنے لگی: "یہ سب کچھ سہی مگر آسٹیفن کی سی محبت کہاں؟"

سوزان بولی: "ہاں یہ بات تو ٹھیک ہے کیونکہ وہ تم سے عقلمند لوگوں کی طرح محبت کرتا ہے۔ احمق اور نادانوں کی سی محبت نہیں کر سکتا۔

وہ شخص جس کے متعلق تم یہ سمجھ رہی ہو کہ وہ تمہاری محبت میں بیقرار ہے، وہ تم سے محبت قطعاً نہیں کرتا، بلکہ ایک ایسی خیالی عورت سے محبت کرتا ہے جو صرف اس کے ذہن و خیال کی پیداوار ہے وہ تمہاری پرستش نہیں کرتا، بلکہ تمہارے اندر اس خدا کی پرستش کرتا ہے جو اس کے خیال میں تمہارے جسم میں حلول کئے ہوئے ہے، بالکل اسی طرح جس طرح ہمارے باپ دادا پتھر کے ٹکڑوں اور پیڑوں میں خداؤں کا جلوہ دیکھتے تھے۔

وہ تجھے آسمانی فرشتوں میں سے ایک فرشتہ سمجھتا ہے، جس کا چہرہ نور کے سانچے میں ڈھلا ہوا ہے، جس کے دو سفید و شفاف سورج کی شعاعوں کی طرح چمکدار بازو ہیں اور جو خواہشات کے مفہوم سے ناآشنا اور لذتوں کی دنیا سے بیگانہ ہے۔

اے ماجد ولین، یاد رکھ کہ تیری تباہی کا سب سے پہلا وہ دن ہوگا جب شادی کے بعد گزشتہ محبت کا پردہ اس کی نگاہوں سے اٹھنے لگے گا اور تو اپنے اصلی رنگ و روپ اور شکل و صورت میں اس کے سامنے موجود ہو گی، اُس وقت وہ تیرے اور تیری اس خیالی تصویر کے فرق کو محسوس کرے گا اور مجبور ہو گا کہ تجھے حقارت و نفرت کی نگاہوں سے دیکھے۔

اس لئے اے ماجد ولین اگر تو چاہتی ہے کہ اپنی قدر و منزلت کو اس کے دل میں اسی طرح محفوظ و برقرار رکھے، تو تیرے لئے ضروری ہے کہ تو اس سے کبھی شادی نہ کرے، کیونکہ تجھے کھو کر جو صدمہ اسے پہونچے گا وہ اس صدمہ سے زیادہ سخت نہ ہوگا، جو اپنی امیدوں اور تمناؤں کے خلاف ایک ایسی عورت کو دیکھ کر ہو گا جو اس عورت کے علاوہ تھی، جس کا وہ منتظر تھا اور جس کے لئے اُس کی آغوش محبت وا تھی۔

زندگی اور اس کی فریب کاریوں سے جس قدر میں واقف ہوں، اے ماجد ولین، تم نہیں ہو سکتیں، زندگی کے تجربات ہمیں بتاتے ہیں کہ میاں بیوی کے تعلقات میں عشق کا تعلق بہت کمزور اور مصلحت کا تعلق بہت مضبوط و مستحکم ہے، محبت ایک پھول ہے اور دولت اس پھول پر پڑی ہوئی اوس ہے، پھر اگر یہ اوس چند روز تک اس پھول پر نہ پڑے تو اس کی پتیاں کمہلا کر گر پڑیں اور ہوا میں اڑ جائیں۔

نفس کی وہ ہیجانی کیفیت جسے لوگ عام طور پر عشق و محبت، سوز و گداز کے نام سے یاد کرتے ہیں، درحقیقت ایک

بیماری ہے، یاد رکھو کہ زندگی کو خوبصورتی سے گزارنے کے لئے بہت سی چیزوں کی ضرورت پڑتی ہے اور اگر بدقسمتی سے یہ چیزیں میسر نہ ہوں تو محبت کے تمام جذبات یکسر سرد پڑ جاتے ہیں، یہاں تک کہ ان کی محبت عداوت میں تبدیل ہو جاتی ہے اور یہ آگ اس وقت تک نہیں بجھتی جب تک موت ان دونوں کے درمیان حایل نہ ہو جائے۔

اے ماجدولین تو غریب ہے اور اسٹیفن تجھ سے زیادہ غریب ہے، اس لئے تم دونوں کے لئے مناسب یہی ہے کہ تم میں سے ہر ایک اپنے لئے ایسا رفیق زندگی تلاش کرے جس کے متعلق یہ یقین ہو کہ وہ دوسرے کو خوش نصیب بنا سکتا ہے اور اس کی زندگی کو مسرت و شادمانی سے معمور کر سکتا ہے اور اگر تمہاری یہی خواہش ہے کہ تم اس سے بیوفائی نہ کرو تو انسان کی سب سے بڑی وفاداری یہی ہے کہ وہ اپنی ذاتی منفعت پر دوسرے کی مصلحت کو ترجیح دے اور اس کی سعادت اور کامرانی کے راستے میں اپنی خواہشات اور آرزوؤں کو قربان کر دے۔

اس لئے تو بھی اس کے ساتھ یہی سلوک کر، اور اس کے فراق کی تلخی، اور رنج محرومی کو اس کی خاطر برداشت کر مجھے اندیشہ ہے کہ وہ اپنی کوششوں میں ناکام و نامراد رہ کر جرم کا ارتکاب نہ کرے یا وہ زندگی کی تکلیفوں اور مصیبتوں سے نجات پانے کے لئے خودکشی نہ کرے۔ اگر ایسا ہوا تو یاد رکھ اس کا خون تیری گردن پر ہوگا۔"

ماجدولین یہ سُن کر سر جھکائے ہوئے دیر تک روتی رہی اور پھر ذرا گردن اُٹھا کر کہنے لگی:۔

"اے سوزان اس وقت تم مجھے تنہا چھوڑ دو، میں ابھی کوئی فیصلہ نہیں کر سکتی۔"

(۵۷)

فوجی اخبار

"کل ہمارے لشکر کا دشمن کے لشکر سے مقابلہ ہوا، اور دس گھنٹے تک برابر لڑائی ہوتی رہی، دشمن کی قوت ہم سے بہت زیادہ تھی اور قریب تھا کہ ہم مایوسی سے دوچار ہوں کہ یکایک ہمارا ایک کمانڈر جس کا نام "ادجین ولز" تھا، دشمن پر بلائے آسمانی کی طرح ٹوٹ پڑا اور اُسے دیکھ کر پورے لشکر میں غیرت و حمیت کی ایک لہر دوڑ گئی اور اسکی کمان میں پورے لشکر نے اس زور کا حملہ کیا کہ دشمن شکست کھا کر بھاگ نکلا۔

مگر اس جنگ کے اختتام پر اس بہادر فوجی افسر پر ایک ایسا حادثہ گزر گیا جس نے ہماری فتح کی تمام خوشی کو خاک میں ملا دیا۔ جس وقت وہ دشمن کا پیچھا کرتا ہوا جا رہا تھا یکایک اس کے گھوڑے کی زین کا تسمہ ٹوٹ گیا، جو شاید پہلے ہی سے پرانا اور کمزور تھا، اور وہ گھوڑے سے گر گیا۔ فوج کے سپاہی اُسے اُٹھا کر لشکر گاہ میں لے گئے، ابھی تک اس میں کچھ کچھ جان باقی تھی، وہاں ایک گھنٹہ اس نے سخت تکلیف میں گزارا، اور اپنے کسی بھائی اسٹیفن کو یاد کرتا رہا، ہمارے لشکر کو اس کی موت

کا سخت صدمہ ہوا۔"

(۵۸)

نیا گھر

ایک روز آسٹیفن اپنے نئے گھر کے دروازے پر کھڑا ہوا تھا، اور معمار اس کے بعض حصّوں کی اصلاح و درستی میں مصروف تھا، کہ اس نے اپنے دوست "فرو تز" کو آواز دی اور جب وہ قریب آگیا تو اس سے کہنے لگا :۔

"اے فرتز، کیا وہ دونوں نئے کمرے جیسا کہ ہم چاہتے تھے مکمل ہو گئے؟"

اس نے کہا "جی ہاں، وہ تو مکمل ہو چکے ہیں، بلکہ دیواروں پر پلاسٹر بھی ہو چکا ہے اور کھڑکیوں میں شیشے بھی لگ گئے ہیں۔"

یہ سُن کر وہ بہت خوش ہوا پھر مالی کی طرف متوجہ ہو کر بولا :۔ "کیوں مالی کیا تم نے پھولوں کے وہ درخت جو میں نے کل بھیجے تھے لگا دیئے؟"

مالی نے جواب دیا: "جی ہاں، لگا دیئے، آپ دیکھیں گے کہ دیوار پر پھیلی ہوئی وہ انگور کی بیلیں کیسی خوبصورت معلوم ہوتی ہیں۔"

اسٹیفن نے کہا:۔ "میں تم سے پہلے کہہ چکا ہوں کہ چہار دیواری کے اندر اور باہر بنفشہ کی بیل چڑھانا نہ بھول جانا، یاد ہے نا؟"

مالی نے جواب دیا :۔ "خوب یاد ہے جناب۔"

پھر اسٹیفن گھر کے اندر آیا، اور نیچے کی منزل پر ایک سرسری سی نگاہ ڈالتا ہوا بالا خانہ پر چڑھ گیا، اور صحن میں کھڑے ہو کر جس کے چاروں طرف کمرے بنے ہوئے تھے دیکھ کر خود بخود کہنے لگا :۔ "گھر تو بالکل ویسا ہی تیار ہو گیا جس کا خاکہ میں نے اور ماجد ولین نے آج سے دو سال پیشتر بیٹھ کر بنایا تھا، نیچے کی منزل میں کھانے کا کمرہ، باورچی خانہ، اسٹور روم اور نوکروں کا کمرہ ہے، بالائی حصّے میں مہمانوں کا کمرہ، سونے کا کمرہ، شیخ نوکر کا کمرہ اور کتب خانہ ہے۔"

اس کے بعد اس نے پانچویں کمرہ کا دروازہ کھولا، اس پر ایک نگاہ ڈالی اور کچھ سوچ کر رونے لگا، اس کی دونوں آنکھیں آنسوؤں سے بھر گئیں اور ایک آہ بھر کر کہنے لگا:۔ "اے اوجین میری تو یہی آرزو تھی کہ تو میری خوش حالی میں بھی اسی طرح شریک ہوتا جس طرح میری بدبختی میں شریک رہا تھا۔ لیکن خدا کو یہی منظور تھا کہ میرے اور تیرے درمیان تفریق کر دے، اے میرے بھائی میں تجھے عمر بھر روؤں گا اور جب تک زندہ ہوں تیرے غم سے نجات نہیں پا سکوں گا۔ دن

یونہی گزرتے چلے جائیں گے اور زمانہ یوں ہی کروٹیں بدلتا رہے گا، لیکن یہ کبھی نہ بھول سکوں گا کہ تو نے اپنی انتہائی ضرورت کے وقت چاندی کے چند سکّے مجھ سے طلب کئے اور ان کے دینے میں مینے بخل سے کام لیا اور یہی تیری ہلاکت کا باعث ہوا تو نے اپنی زین کی درستی کے لئے مجھ سے روپیہ طلب کیا تھا اور اگر میں بھیج دیتا تو شاید تیری زین کا تسمہ نہ ٹوٹتا اور آج تو زندہ ہوتا۔"

یہ کہکر اس نے کمرے کے دروازہ کو مقفل کر دیا اور کہنے لگا کہ "آج کے بعد سے یہ دروازہ نہیں کھلے گا——"

پھر اس نے اپنے آنسوؤں کو پونچھا، اپنے دل کو تسلّی دی اور باغ کو جھانک کر دیکھنے لگا، اس کی نگاہ پانی کے اُس حوض پر پڑی جو وسطِ صحن میں تھا اور دل ہی دل میں کہنے لگا: "یہ وہی حوض ہے جس میں عنقریب ہم رنگ برنگ کی مچھلیاں پالیں گے اور اس کے چاروں طرف وہی جنگلہ ہے جس کے لگانے کا ہمارا ارادہ تھا، تاکہ ہمارے بچّے حوض میں گرنے سے محفوظ رہیں اور یہ بنفشہ کے وہی پھول ہیں جسے ماجدولین سب پھولوں سے زیادہ پسند کرتی ہے، ماجدولین کو کیا خبر کہ اس کے لئے کیا کیا سامانِ مسرت مہیا ہو چکے ہیں، ایک مدت سے میرے اس کے خط و کتابت نہ ہونے کی وجہ سے ممکن ہے وہ آج کل انتہائی یاس کی حالت میں زندگی گزار رہی ہو۔ لیکن میں بہت جلد اسے یہ خوش خبری سُناؤں گا کہ بدبختی اور بدنصیبی کا زمانہ ختم ہوا اور ہم اپنے تلخ ماضی کو اب اس طرح یاد کریں گے جس طرح ہم اپنے بچپن کے رونے کو یاد کیا کرتے ہیں۔

اس کے بعد وہ نیچے اُتر آیا اور اپنے دوست فرتز کے ساتھ باغ میں ٹہلنے لگا، درختوں کی ترتیب اور روشوں کی درستی میں جو لوگ مصروف تھے ان کو ہدایتیں دیتا رہا اور باغ کے پودوں اور پھولوں کے درمیان ایسا خوش خوش گھومتا رہا، گویا اس نے اپنی عمر میں بدبختی کا ذائقہ کبھی چکھا ہی نہ تھا۔

(۵۹)

مارِ آستین

آج سے پہلے اسٹیفن کبھی اس قابل نہیں ہوا تھا کہ کسی کو کوئی حکم دے سکے یا کسی کام سے کسی کو روک سکے۔ اس کے پاس نہ رہنے کو گھر تھا، نہ ٹہلنے کو باغ، بلکہ سچ تو یہ ہے کہ اس کے پاس کچھ بھی نہ تھا، جب اس تاریک اور ڈراؤنی رات کے بعد جو اس نے اپنے رشتہ دار کے گھر گزاری تھی، وہ کوتنج واپس ہوا تو بالکل خالی ہاتھ تھا، یہاں تک کہ اس کی تمنائیں تک اس کا ساتھ چھوڑ چکی تھیں، چنانچہ چند روز تک وہ بسترِ علالت پر پڑا رہا، اور ناقابلِ برداشت تکلیفیں اُٹھاتا رہا۔ لیکن جب طبیعت ذرا سنبھلی تو اس کا دل مختلف خیالات و افکار کا جولانگاہ بنا ہوا تھا، کبھی وہ خودکشی کا ارادہ کرتا، لیکن پھر اس خیال سے کہ وہ ماجدولین سے ہمیشہ کے لئے رخصت ہو جائے گا اور پھر کبھی اسے نہیں دیکھ سکے گا وہ رُک جاتا، کبھی سوچتا کہ اپنے اعزہ و اقربار

میں واپس چلا جائے اور ان کی مرضی اور خواہش کے آگے اپنا سر جھکا دے، لیکن جب پھر اسے ماجد ولین کا خیال آجاتا تو بھاگ کر کسی دوسری جگہ چلا جانا چاہتا ——— لیکن پھر اس ڈر سے کہ کہیں اس کی جدائی کا غم ماجد ولین کو نصیبِ دشمناں ہلاک کر دے وہ رُک جاتا۔

وہ دیر تک انہیں خیالات و افکار میں سرگرداں رہا، کبھی کچھ سوچتا کبھی کچھ، آخر اس نے اپنے دل میں ماجد ولین کے نام ایک خط لکھنے کا فیصلہ کیا۔ اس نے ایک مدت سے اسے کوئی خط لکھا بھی نہ تھا۔ وہ چاہتا تھا کہ اُسے تمام واقعات و حالات سے مطلع کر دے کہ اب وہ اسے اس کے حلف وفاداری سے آزاد کرنا چاہتا ہے، اور اس پر سے عہد و میثاق کی تمام پابندیاں اُٹھا لینے کا خواہشمند ہے۔

وہ یہ خط لکھ ہی رہا تھا کہ ڈاک کا ہرکارہ داخل ہوا، اس کے ہاتھ میں گاؤں کے رجسٹرار کا ایک خط تھا اس خط میں لکھا ہوا تھا کہ :۔ "تمہارا فلاں رشتہ دار جو فوت ہو چکا ہے، اپنے وصیت نامہ میں تمہارے نام بیس ہزار فرانک کی رقم لکھ گیا ہے، جو تمہیں اسی وقت مل سکتی ہے، اس کے علاوہ دس ہزار فرانک تمہیں ہر سال کے اختتام پر ملا کریں گے"

اسٹیفن یہ پڑھ کر خوشی سے مبہوت ہو گیا اور جب حواس ٹھکانے ہوئے تو اس نے وہ خط جو ماجد ولین کے نام لکھنا شروع کیا تھا پھاڑ ڈالا۔ اس کے بعد وہ اپنے دوست "فرتز" کو ساتھ لے کر کسی ایسے چھوٹے سے گھر کی تلاش میں نکلا جو دریائے جوتیخ کے کنارے ہو۔ اور اُسی شکل و صورت کا ہو جس کی تمنا اُس نے اور ماجد ولین نے اس رات کی تھی جب وہ دونوں کشتی میں سوار ہو کر اپنے مستقبل اور آرزوؤں کے ہوائی قلعے تعمیر کر رہے تھے۔

خوش قسمتی سے اُسے ایک ایسا گھر مل گیا، جو بالکل اس کی خواہش کے مطابق تھا، چنانچہ اس نے اسے خرید لیا اور اپنی خواہش کے مطابق اس کو درست کرا لیا۔ اس کے بعد اس نے اسے فرنیچر سے آراستہ کیا اور باغ میں مختلف قسم کے درخت لگوا دیئے۔

وہ انہیں انتظامات میں مصروف تھا کہ اس نے ایک دن ایک فوجی اخبار میں اپنے بھائی کے مرنے کی خبر پڑھی، جسے پڑھ کر وہ بہت رویا لیکن نئی خوشیوں میں وہ اس غم کو جلد بھول گیا اور وقفاخ جانے کی تیاریوں میں مصروف ہو گیا تاکہ جلد سے جلد وہ یہ خوش خبری ماجد ولین کو سنائے اور اس کے والد کو پیامِ نکاح دے کر اسے اپنے ہمراہ لیتا ہوا جوتیخ واپس ہو اور اس نئے گھر کو دکھلائے جو اس نے اس کے لئے بنوایا ہے۔

چنانچہ ایک روز صبح کو وہ اپنی گاڑی پر سوار ہو کر دلفاخ کے لئے روانہ ہو گیا اس حال میں کہ خوشی سے اس کا دل دھڑک رہا تھا۔ جب وہ گاؤں کے قریب پہونچا تو اس نے گاڑی کو وہیں چھوڑ دیا اور سائیس سے کہہ دیا کہ اس کی واپسی کا انتظار کرے اور پیدل چل دیا۔ وہ آہستہ آہستہ جا رہا تھا اور ان مقامات کو دیکھتا جاتا تھا جہاں اس نے اپنی محبت کے ابتدائی دن گزارے تھے، اور جن کی فضا سے اُلفت کی پہلی کرن اس کے قلب پر چمکی تھی۔

اس نے ان مرغزاروں کو دیکھا جہاں وہ چاندنی راتوں میں تنہا پھرا کرتا تھا اور دل ہی دل میں تمناؤں کی نقاشی کیا کرتا تھا، وہ اُس دریا سے بھی گزرا جس سے دو سال پہلے اس نے ایک ڈوبتے ہوئے شخص کو نکالا تھا پھر وہ اس چھوٹے سے سمندر کے کنارے پر کھڑا ہو گیا جہاں وہ ماجد ولین کے ساتھ شام کے وقت اکثر تفریح کے لئے جایا کرتا تھا اور گھنٹوں باتیں کرتا رہتا تھا۔

اب وہ شیخ موکر کے گھر کے قریب پہونچ چکا تھا۔ اور زیزفون کے درختوں کی بلندیاں جن کے سائے میں وہ اور ماجد ولین اکثر بیٹھا کرتے تھے اُسی طرح دکھائی دے رہی تھیں جس طرح گزشتہ زمانے میں نظر آیا کرتی تھیں اور اُن کے پتّوں کی جھرمٹ میں اُسے اپنا وہ بالائی کمرہ بھی نظر آرہا تھا جس میں وہ رہا کرتا تھا۔

الغرض پچھلے دنوں کی یاد جو اس نے یہاں گزارے تھے ایک ایک کرکے اس کے ذہن میں تازہ ہو گئی۔ وہی صبح وہی شام، وہی دن وہی راتیں سب اس کی آنکھوں میں پھرنے لگیں۔ رنج و غم، امید و نا اُمیدی، بیماری و تندرستی، تنگدستی و فراخی، غرض ہر وہ چیز جو اس پر گزری تھی اس کے سامنے آگئی، یہاں تک کہ اسے خیال ہونے لگا کہ شاید وہ اب بھی اسی گھر میں مقیم ہے، اور ابھی تھوڑی دیر ہوئی کہ وہ اپنے کسی کام سے باہر چلا گیا تھا، اور اب واپس ہو رہا ہے۔

وہ اسی قسم کے خیالات و تصورات میں اُبھارہا، یہاں تک کہ باغ کے دروازہ کے قریب پہونچ گیا اور کھڑے ہو کر سوچنے لگا: یہ وہی دروازہ ہے جہاں سے کل میں دھتکارا گیا تھا، آج میں اسی دروازے میں اس امن و اطمینان سے داخل ہو رہا ہوں، گویا وہ میرا ہی گھر ہے، اب نہ مجھے کسی رقیب کا ڈر ہے اور نہ کسی کے دیکھ لینے کا خیال، نہ مجھے زمانہ کی آفتوں کی پروا ہے اور نہ اس کی مصیبتوں سے بچنے کی فکر"

اس کے بعد وہ باغ میں داخل ہو گیا، اور اس کے پودوں، راستوں اور روشوں کو دیکھ کر کہنے لگا:- "دیکھو یہ غربی دیوار کا شگاف ابھی تک اسی حالت میں ہے، اور یہ سیاہ پتھر دیوار کے نیچے بالکل اسی طرح پڑا ہوا ہے جس طرح میرے زمانہ میں تھا۔ اور دیکھو درختوں کی بالائی شاخوں پر پرندوں کے وہی گھونسلے ہیں، اور چڑیاں اب بھی اسی طرح آجا رہی ہیں جس طرح میرے سامنے آتی جاتی تھیں"

پھر وہ اپنے سیدھے ہاتھ کی طرف مُڑ گیا اور کہنے لگا:- "یہ وہی تنہ ہے جس پر میں نے اور ماجد ولین نے اپنے نام کھودے تھے" پھر وہ ذرا اور آگے بڑھا اور اس نے دیکھا کہ نام ابھی تک اسی طرح کھدے ہوئے ہیں، یہ دیکھ کر اس کی آنکھیں اشک آلود ہو گئیں، وہ اس درخت کے سامنے جُھک گیا، اور اپنے ہونٹ اس کے قریب لیجا کر اسے چوم لیا۔

اس اثنا میں ہواؤں کا ایک لطیف جھونکا، باغ کے پھولوں کی لطیف خوشبوؤں کو اپنے دامن میں لیے ہوئے اس کے چہرے کو چھوتا ہوا نکل گیا، اور ان خوشبوؤں سے مہکا گیا، جن سے وہ ماجد ولین کے ساتھ لطف اُٹھایا

کرتا تھا۔

وہ اسی طرح دیکھتا بھالتا اور تاثرات میں غوطے کھاتا ہوا اس راستہ پر پہونچ گیا جو اُسے اُس بنچ تک لیجاتا تھا جس پر وہ اور ماجد ولین زیز فون کے سایہ میں بیٹھا کرتے تھے۔ اب چونکہ وہ جگہ یہاں سے صرف چند قدم رہ گئی تھی، اس لئے اس کے تاثرات زیادہ تیز ہونے لگے اور اس کا دل زور زور سے دھڑکنے لگا۔

اس کا خیال تھا کہ ماجد ولین اس وقت بھی یہیں پر بیٹھی ہوئی رو رہی ہوگی اور اس کے خط کے نہ آنے کا اسے سخت ملال ہوگا۔ وہ ڈر رہا تھا کہ کہیں اچانک اس خبر کو سُن کر اس کے دل کی حرکت بند نہ ہو جائے۔ چنانچہ وہ دل ہی دل میں اس خبر کے سُنانے کے مختلف طریقوں پر غور کرتا رہا تھا کہ یکایک اس نے ایک ذرا اپنے سر کو گھما کر دیکھا تو اسے اسی بنچ کا کنارا دکھلائی دیا اور اس پر ایک سفید ریشمی کپڑے کا دامن پڑا ہوا نظر آیا وہ اسے دیکھ کر مسرت و خوشی سے اُچھل پڑا اور بولا: دیکھو میرا خیال کتنا صحیح نکلا وہ یہاں بیٹھی ہوئی ہے۔

پھر وہ مڑا اور جوں ہی اس کی نظر نیچے پر پڑی اس کا چہرہ فق ہو گیا، رگوں میں خون کی روانی رُک گئی اور تنفس کی آمد و شد بند ہو گئی۔ اس نے دیکھا کہ ماجد ولین کسی اجنبی نوجوان کے پہلو میں بیٹھی ہوئی ہے اور دونوں ایک دوسرے کو دیکھ کر ہنس رہے ہیں، نوجوان اپنے ہاتھ میں اس کا ہاتھ لیئے ہوئے اور اس کے سینہ پہ اپنا سر رکھے ہوئے اس کو محبت بھری نگاہوں سے دیکھ رہا ہے۔

وہ اپنے دل میں کہنے لگا: "یہ میں کیا دیکھ رہا ہوں، میری سمجھ میں کچھ نہیں آتا کہ یہ کیا ہے؟ یہ تو یقیناً ماجد ولین ہے۔ پھر یہ اس کے برابر کون بیٹھا ہے؟ کہیں یہ میرا دوست ایڈورڈ تو نہیں! ہاں بیشک وہی ہے، لیکن یہ اس گاؤں میں کیوں ہے؟ اس گھر سے اس کا کیا تعلق ہے؟ اور پھر اس کے پاس اس بیباکانہ انداز سے بیٹھنا کیا معنی رکھتا ہے!"

اس نے اپنے دل کو مضبوطی سے تھام لیا، وہ پہلو سے نکلا جا رہا تھا اور وہ اُسے پکڑ رہا تھا۔ وہ دبے پاؤں آہستہ آہستہ آگے بڑھا، اور ان دونوں کے قریب پہونچ گیا۔ وہ دونوں اسے دیکھ کر گھبرا گئے اور کھڑے ہو گئے، لیکن پھر فوراً ہی اُن کی یہ کیفیت دور ہو گئی۔ ایڈورڈ اپنی مونچھوں سے کھیلنے اور آسمان کی طرف دیکھنے لگا، گویا وہ کوئی منجم ہے اور کسی نئے ستارہ کی تلاش میں آسمانوں کا بغور مطالعہ کر رہا ہے اور ماجد ولین نے اپنی نگاہیں نیچی کر لیں اور ایک گہرا سکوت اس پر طاری ہو گیا۔

اسٹیفن کچھ دیر متحیر و مبہوت کھڑا ہوا ان دونوں کو دیکھتا رہا اور پھر وہ ماجد ولین کی طرف بڑھا اور ایسی کیفیت کے ساتھ گویا جو کچھ اُس نے دیکھا تھا سب بھول چکا ہے وہ نہایت کشادہ پیشانی اور خندہ روئی سے بولا:-

"اے ماجد ولین، ہماری مصیبت کے دن ختم ہو گئے، اور خدا کا شکر ہے کہ میں اب مالدار ہوں۔ میں یہ نہیں کہتا کہ میرے پاس بہت دولت ہے، لیکن جس قدر ہماری خوش حالی اور خوش نصیبی کے لئے ضروری ہے اتنی مجھے مل گئی ہے، اب میں تمہارے

پاس اس لئے آیا ہوں کہ اپنا وعدہ پورا کروں، اور تمہارے والد سے مل کر نکاح کی تاریخ کا تعین کروں، اور پھر تمہیں اپنے ہمراہ لے کر جو سنیج جاؤں اور وہ گھر دکھلاؤں جو میں نے تمہارے لئے خریدا ہے۔ جب تم اسے دیکھو گی تو تمہیں معلوم ہوگا کہ وہ گھر بالکل ویسا ہی ہے، جیسا تم چاہتی تھیں "۔

ماجد ولین یہ سُن کر لرز گئی، اس کے چہرے کا رنگ فق ہوگیا، اور بہت ہی پست و کمزور آواز میں کہنے لگی، گویا وہ خود اپنے آپ سے کچھ کہہ رہی ہے " جناب! میں آپ کو آپ کی اس خوش بختی پر مُبارک باد دیتی ہوں "۔

اسٹیفن کو یہ سُن کر تعجب ہوا، اس کے ہوش اُڑ گئے اور اپنے دل میں کہنے لگا: " یا الٰہی یہ میں کیا سُن رہا ہوں، وہ مجھے میری خوش نصیبی پر مبارک باد دے رہی ہے۔ گویا اس کے خیال میں میرا حال اس کے حال سے کوئی جُدا چیز ہے۔ کاش مجھے معلوم ہو جاتا کہ اسے کیا ہوگیا ہے اور آج اس طرح وہ مجھ سے کیوں مل رہی ہے؟ پھر اپنی جیب سے اس نے نکاح کی انگوٹھی نکالی اور ایک قدم اس کی طرف اور بڑھا، لیکن جوں ہی اس کی نگاہ اس کی اُنگلی پر پڑی، اس کا بڑھا ہوا قدم پیچھے ہٹ گیا۔ اس نے اس کے ہاتھ میں ایک نئی انگوٹھی دیکھی۔ اب اس کا اضطراب بڑھنے لگا، اُس کے دل کی دھڑکن تیز تر ہوگئی اور حسرت سے اِدھر اُدھر دیکھنے لگا۔ یہاں تک کہ اس کا دل بھر آیا اور روتے ہوئے اپنے ہاتھ کو ماجد ولین کی طرف بڑھا کر کہنے لگا:۔

" کیوں ماجد ولین، کیا تم مجھ سے بات نہ کرو گی " یہ سُن کر ماجد ولین نے اپنا سر اُٹھایا اور اس کی طرف اس انداز سے دیکھنے لگی گویا وہ اس سے کچھ کہنا چاہتی ہے۔ لیکن پھر فوراً ہی اس نے اپنے سر کو جُھکا لیا۔

ٹھیک اس وقت ایڈورڈ آگے بڑھا اور اسٹیفن کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر کہنے لگا: " اے اسٹیفن، بس کرو تم تو اسے ہلاک کیے دیتے ہو "۔

اسٹیفن چونک پڑا، گویا اب تک اس نے اسے دیکھا ہی نہ تھا اور نیچے سے اوپر تک اسے دیکھنے لگا اور بولا: " اے ایڈورڈ مجھے ہرگز امید نہ تھی کہ تم مجھے یہاں اس جگہ ملو گے "۔

اس نے کہا، " تمہیں امید ہو یا نہ ہو لیکن تمہارے لئے ضروری تھا کہ یہاں آنے سے قبل اجازت لے لیتے، تمہیں یہ ہرگز زیب نہیں دیتا کہ ملاقات کے اس ابتدائی اُصول کو بھی بھول جاؤ جو بچوّں کو پہلے دن مدرسہ میں دیا جاتا ہے "۔

اسٹیفن یہ سُن کر بُری طرح کانپنے لگا، اس کی پیشانی پھیکی پڑنے لگی، جس کی سفیدی بڑھتے بڑھتے سارے چہرے تک پھیل گئی وہ اولے کی طرح سرد ہوگیا، اور اس کے دونوں ہاتھ نیچے اُترنے والے پرند کے بازوؤں کی طرح سُست پڑ کر لٹک گئے، پیروں کی طاقت سلب ہوگئی، اور اپنے اندر انتہائی کمزوری محسوس کرنے لگا، اور ذرا پیچھے ہٹ کر ایک درخت کا سہارا لینے پر مجبور ہوگیا۔

اس نے ایڈورڈ کو ان آنکھوں سے دیکھا جن سے خون ٹپک رہا تھا اور اس سے وہی الفاظ کہے جو " جولیس سیزر " نے

اس وقت کہے تھے جب اس کے ایک مخلص دوست نے پیچھے سے اس کی پیٹھ میں نیزہ مارا تھا کہ "ہائے تو بھی اے بروٹس۔"

یہ کہکر وہ ایک منٹ کے لئے چپ ہوگیا اور جب پھر اس کی سانس لوٹ کر آئی تو وہ ماجد ولین کی طرف متوجہ ہوا اور آہستہ آہستہ رُک رُک کر اس طرح جیسے اس کا نظام تنفس بگڑ گیا ہو، کہنے لگا:۔ "اے ماجد ولین کیا جو کچھ یہ شخص کہہ رہا ہے صحیح ہے؟ اور کیا اس کی طرح تمہارا بھی یہی خیال ہے کہ میں نے بغیر پوچھے یہاں آنے میں غلطی کی ہے! اور کیا یہ ٹھیک ہے کہ یہ شخص تمہارے نزدیک یہ حیثیت رکھتا ہے کہ تمہاری طرف سے مجھ سے باز پُرس کرنے کا حقدار ہو۔"

وہ اس قدر کہنے پایا تھا کہ ایڈورڈ ان دونوں کے بیچ میں آگیا اور ماجد ولین کی طرف اپنا ہاتھ بڑھاکر کہنے لگا:۔ "آؤ اب یہاں سے چلیں، بہت دیر بیٹھے رہے، اب طبیعت کچھ پریشان ہو رہی ہے۔"

ماجد ولین نے بھی اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ میں دیدیا، اور خاموش سر جھکائے ہوئے اس کے ساتھ ہولی، وہ لمحہ بہ لمحہ اُس سے دور ہوتے گئے یہاں تک کہ نگاہوں سے غائب ہوگئے اور اسٹیفن نے سُنا کہ اُنہوں نے اندر پہونچ کر کواڑ بند کرلئے لیکن وہ برابر اس دروازے کی طرف دیکھتا رہا جس میں وہ دونوں ابھی ابھی داخل ہوئے تھے، نہ اس کے جسم کو جنبش ہوئی نہ نگاہوں نے حرکت کی، اور نہ رگوں میں کوئی غیر معمولی تڑپ پیدا ہوئی، کوئی ایک گھنٹہ تک وہ اسی طرح کھڑا رہا، پھر خود بخود کہنے لگا:۔ "ایڈورڈ مجھ سے اس طرح خطاب کرتا ہے، گویا اس گھر میں اس کا مرتبہ میرے مرتبے سے بہت بلند ہے، اور یقیناً خود ماجد ولین ہی نے اُسے یہ رتبہ بخشا ہوگا، جبھی تو وہ بلاچون وچرا اُس کے ساتھ چلی گئی اور جاتے وقت میری طرف نگاہ اُٹھاکر بھی نہ دیکھا اور پھر اسے گئے ہوئے بھی ایک گھنٹہ گزر گیا اور لوٹ کر خبر نہ لی کہ اُس کے چلے جانے کے بعد کسی پر کیا گزری۔ کاش مجھے معلوم ہوجاتا کہ وہ مجھ سے اس قدر کیوں برہم ہے اور ایڈورڈ کے ساتھ اس کے تعلقات کی کیا نوعیت ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ وہ انگوٹھی جو اُس کی اُنگلی میں ہے منگنی کی انگوٹھی ہے۔ اگر میرا یہ خیال صحیح ہے تو اس کے معنے یہ ہیں کہ ماجد ولین نے مجھ سے بیوفائی کی ـــــ لیکن نہیں وہ ایسا نہیں کرسکتی، وہ اچھی طرح جانتی ہے کہ وہ میرے لئے ہے، میں نے اُسے اپنے خون، اپنے آنسوؤں اور اپنی تمام مصیبتوں کے بدلے خریدا ہے اور میں نے اس کے لئے وہ تکلیفیں اور مصیبتیں اُٹھائی ہیں، جن کا تحمل انسانی طاقت سے باہر ہے۔ میں فاقے کرتے کرتے مرنے کے قریب ہوگیا، برہنگی کی وجہ سے دن میں باہر نکلنے کے قابل نہیں رہا، ٹھنڈی برفیلی راتوں میں گزرگاہوں پر سویا، رات کی تاریکیوں میں گھوڑے پر پڑے ہوئے نوالے اور نچوڑی ہوئی ہڈی کو اپنی جان بچانے کے لئے میں نے ڈھونڈا، قمیص پر اس قدر پیوند لگائے کہ قمیص، قمیص نہ رہی بلکہ تمام تر پیوند ہوگئی، بلکہ اس کے راستہ میں کچھ اس سے بڑھ کر بھی کیا، یعنی اپنے بھائی کو قتل کیا اور جس شخص نے نہ صرف اپنی زندگی میں بلکہ مرنے کے بعد بھی مجھ پر احسان کیا، اس کی شکل وصورت میں نے بگاڑ دی، میں نے اپنے دل میں اُس کی دولت کو چُرانے کی سرگوشیاں کیں، بلکہ اس کی طرف اپنا ہاتھ تک بڑھادیا اور اس طرح مجرموں کی فہرست میں شامل ہوگیا۔

الغرض میں نے کیا نہیں کیا، تو کیا اب وہ اپنے آپ کو مجھ سے علیحدہ کرلے گی، نہیں، میں اس کے لئے ہوں، اور وہ میرے لئے۔ اس کا نام میرے نام کے ساتھ کھُدا ہوا ہے اور یہ اُسی کے سر کے بال تو ہیں، جن کی انگوٹھی بنا کر میں دو سال سے پہنے ہوئے ہوں، اور یہ زمین و آسمان، یہ سورج اور چاند، یہ دریا اور طوفان، یہ سبزہ اور درخت، یہ پھول اور پرند سب ہماری محبت پر گواہ ہیں، ہماری تمناؤں اور آرزوؤں سے واقف ہیں، اور ہماری وفاداری کی قسموں پر شاہد ہیں۔"

اس کے بعد اس نے ایک بڑی لمبی آہ کھینچی اور کہنے لگا: "کوئی ہے جو میری نصف زندگی خرید لے اور مجھے صرف اس حقیقت سے آگاہ کردے، جس سے میں ناواقف ہوں، کیا ہی اچھا ہوتا اگر اس وقت میں ان دونوں کا راستہ روک کر کھڑا ہو جاتا جب وہ میرے پاس سے بھاگ کر جا رہے تھے اور ہرگز اس وقت تک نہ جانے دیتا جب تک کہ وہ حقیقت کا اعتراف نہ کرلیتے، اور اسرار کے ان پردوں کو چاک نہ کردیتے جو انہوں نے اپنے چہروں پر ڈال رکھے ہیں۔"

اس کے بعد وہ ہمت کرکے آگے بڑھا اور باغ کے دروازے سے باہر نکل گیا۔ وہ اس طرح جا رہا تھا جیسے کسی مخمور شرابی کے قدم ڈگمگا رہے ہوں، وہ کچھ ہی دور گیا ہوگا کہ پیچھے سے کسی کے بھاری قدموں کی آواز سُنی۔ اس نے مڑ کر دیکھا کہ ایڈورڈ باغ کے دروازے سے ایک سُرخ گھوڑے پر سوار نکل رہا ہے، اسے دیکھ کر اسٹیفن ایک ٹیلہ کے پیچھے چھپ گیا اور جوں ہی وہ اس کے قریب سے نکلا، جھپٹ کر اس کے گھوڑے کی لگام پکڑ لی۔

ایڈورڈ اسے دیکھ کر گھبرا گیا، لیکن ہمت و ضبط سے کام لیکر بولا: "اے اسٹیفن تم کیا چاہتے ہو؟" اس نے کہا:۔ "میں تم سے یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ تم یہاں کیوں آتے جاتے ہو؟ اور اس گھر سے تمہارا کیا واسطہ ہے؟"

ایڈورڈ کہنے لگا: "میں تمہارے اس سوال کا اس وقت تک جواب نہیں دے سکتا جب تک کہ تم میرے گھوڑے کی لگام پکڑے رہوگے۔ پہلے اسے چھوڑ دو اس کے بعد دریافت کرو۔"

اسٹیفن نے لگام چھوڑ دی اور گھوڑے کے سامنے آکر کھڑا ہو گیا۔

ایڈورڈ کہنے لگا: "اگر تمہارے علاوہ کوئی اور شخص مجھ سے یہ سوال کرتا تو اُسے میں یہی جواب دیتا کہ میں بالکل آزاد ہوں اور اپنے معاملات میں خود مختار، جس طرح چاہتا ہوں کرتا ہوں، جس کے گھر چاہتا ہوں چلا جاتا ہوں اور جسے چاہتا ہوں چھوڑ دیتا ہوں۔ لیکن اس دوستی کے خیال سے جو میرے تمہارے درمیان ہے مَیں تمہیں ایک مختصر سا جواب دیئے دیتا ہوں، تو سنو! میں شیخ مولر کے یہاں اس لئے آتا جاتا ہوں کہ مَیں اُس کی بیٹی کا منگیتر ہوں اور ایک مہینہ کے بعد میری شادی اس کے ساتھ ہونے والی ہے۔ اگر تم پسند کرو تو تم بھی ہماری شادی میں شریک ہو سکتے ہو۔"

یہ سُن کر اسٹیفن کے دونوں ہونٹ کانپنے لگے اور اسے یہ معلوم ہوا گویا موت آہستہ آہستہ اس پر طاری ہو رہی ہے اور نہایت کمزور و پست آواز میں اُس کے منھ سے نکلا:۔ "کیا تمہاری مُراد ماجدولین سے ہے۔" اس نے کہا:۔ "ہاں"،

اس کے علاوہ موٹلر کی اور کونسی بیٹی ہے ۔"

اسٹیفن نے ذرا دیر کے لئے اپنا سر جھکا لیا اور پھر سر اُٹھا کر بولا۔ "اے ایڈورڈ تمہیں معلوم ہے کہ میں اُس لڑکی سے محبت کرتا ہوں، وہ میری زندگی ہے اور اسے میرے ہاتھوں سے چھین لینا میری زندگی کو ختم کر دینا ہے پھر کیا تمہیں یہ اچھا معلوم ہوتا ہے کہ تم اپنے ایک دوست، اپنے بچپن کے رفیق کو اپنے ہاتھوں سے قتل کر دو۔"

وہ کہنے لگا: "ہاں مجھے معلوم ہے کہ تم اس لڑکی سے محبت کرتے ہو، اور تم نے اپنی زندگی کے پچھلے دنوں میں اس کی دلجوئی بھی کی ہے اور اگر اس کا باپ درمیان میں نہ آگیا ہوتا تو وہ وقت قریب تھا کہ وہ اس جال میں پھنس جاتی جو تم نے اس کے لئے بچھایا تھا۔"

اسٹیفن بیچ میں بول اُٹھا: "مگر تم نے میرے اس سوال کا جواب نہیں دیا جو میں نے تم سے پوچھا تھا۔"

ایڈورڈ نے کہا: "کون سا سوال؟" اس نے کہا: "یہی کہ تم میرے بھائی، میرے دوست اور میرے بچپن کے رفیق ہو کر مجھے کیوں اس بیدردی سے قتل کئے دیتے ہو۔"

اس نے کہا، "نہیں میں تمہیں قتل نہیں کرتا، بلکہ زندہ رکھنا چاہتا ہوں، میں نے اس طرزِ عمل سے تمہیں اپنی حالت پر غور کرنے کا ایک موقعہ دیا ہے اگر تم اپنے معاملہ میں ذرا سا بھی غور کرو گے تو تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ اس پریشان۔ اور پراگندہ زندگی بسر کرنے سے یہ کہیں بہتر ہے کہ تم اپنے گھر واپس جاؤ اور جس مالدار لڑکی سے تمہاری شادی کرنا چاہتے ہیں اس سے شادی کر لو، جو کچھ میں نے کیا اس میں سراسر تمہاری ہی فلاح و بہبود ہے۔"

اس سے قبل کہ ایڈورڈ کا جملہ پورا ہو، اسٹیفن کی آتشِ غضب بھڑک اُٹھی اور غیظ و غضب کی وہ بجلیاں جو ابھی تک سکون کے بادلوں میں پوشیدہ تھیں چمکنے لگیں۔ وہ اس پر ٹوٹ پڑا اور اُس کا گریبان پکڑ کر اس سختی سے جھنجھوڑا کہ قریب تھا کہ اسے گھوڑے کی پیٹھ سے گرا دے، اور کہنے لگا۔ "بدمعاش! مجھے اب معلوم ہوا کہ تم نے اس مسکین لڑکی کو کس کس طرح دھوکہ دیا ہے تمہیں اچھی طرح معلوم تھا کہ اس کا دل میری محبت سے لبریز ہے اور میری خوشنودی کے علاوہ اُس کی زندگی کا کوئی اور مقصد نہیں ہے، تم نے اس کے دل میں یہ بات بٹھا دی کہ وہی میرے اس فقر و مسکنت کا سبب ہے، اور مجھے میری زندگی میں کوئی راحت اس وقت تک نہیں مل سکتی جب تک وہ اپنے دامن کو میرے ہاتھ سے نہ چھڑالے، اور محبت کے اس رشتے کو جو میرے اور اس کے درمیان قائم ہے منقطع نہ کر لے۔ یہاں تک کہ اس نے تم لوگوں کی باتوں کو سچ سمجھ لیا، وہ تمہارے سامنے جھک گئی اور جو کچھ تم اُس سے کہتے گئے وہ کرتی گئی، صرف میرے خیال اور میری محبت میں اور اس طرح تم اس قابل ہو گئے کہ اُس کی کمزوریوں سے ناجائز فائدہ اُٹھا کر اسے اپنی طرف مائل کر لو، ورنہ تمہیں نہ اس سے محبت ہے اور نہ مجھ سے، کیونکہ تم جیسے انسان کے لئے یہ تقریباً ناممکن ہے کہ اس کی باطنی خوبیوں اور اس کی شرافت و پاکیزگی کو سمجھ سکے، تم بس اسی قدر سمجھ سکتے ہو کہ وہ ایک حسین و جمیل لڑکی ہے، جو اپنے حسن و جمال میں ان نوجوان اور خوبصورت لڑکیوں سے کسی طرح کم نہیں جنہیں تم نے اکثر دھوکہ دیا ہے اور جن کے عشرت کدوں میں اپنی اکثر راتیں تم نے گزاری ہیں اور پھر فوراً ہی انہیں چھوڑ دیا اور وہ

اپنی زندگی اور آرزوؤں پر ماتم کرتی رہ گئیں، اور اگر تم اس لڑکی سے بھی وہی سلوک کر سکتے جو دوسری لڑکیوں سے کیا ہے اور اس سے بھی اسی طرح مستفید ہو سکتے جس طرح اور بہت سی لڑکیوں سے ہوئے ہو، تو تم یہ بھی کر گزرتے، اور شادی کی ان الجھنوں اور بکھیڑوں میں اپنے آپ کو نہ ڈالتے۔"

ایڈورڈ کہنے لگا: "اگر ان باتوں سے تمہارا یہ مقصد ہے کہ وہ میرے ساتھ شادی کرنے پر مجبور کی گئی ہے یا اسے کسی قسم کا فریب دیا گیا ہے، تو یہ تمہاری غلطی اور بدگمانی ہے کیونکہ اب وہ اپنے ماضی کو بھول چکی ہے اور اب اس کے سامنے اس کے منگیتر کی محبت اور خلوص کے علاوہ کوئی دوسری چیز نہیں ہے اور اب تو اس کی بھی آرزو ہے کہ جلد سے جلد اپنے آپ کو اس کے پہلو میں خوش و خرم دیکھے۔"

اسٹیفن غصّے سے بھڑک اُٹھا، اور کہنے لگا:۔ "تو جھوٹ بولتا ہے وہ تیرے اس خیال سے بہت بلند ہے۔" یہ کہہ کر اس پر ٹوٹ پڑا، لیکن ایڈورڈ نے اپنے دونوں ہاتھوں سے اسے روکا اور بڑی عاجزی سے کہنے لگا:۔ "اے اسٹیفن کیا تم مجھے قتل کر دینا چاہتے ہو۔"

اسٹیفن یہ سن کر پیچھے ہٹ گیا، اس کے ہاتھ سست پڑ گئے اور اس پُرانی دوستی کا خیال جو ان دونوں میں رہ چکی تھی پھر سے تازہ ہو گیا۔ اور اس کی طرف ان آنکھوں سے دیکھنے لگا جن میں آنسو جھلک رہے تھے اور کہنے لگا:۔ "نہیں اے ایڈورڈ میں تمہیں کیسے قتل کر سکتا ہوں تم میرے دوست ہو اور مجھے اپنی زندگی میں تمہاری خاطر خون کے چند قطرے دینے کا موقعہ ملا ہے، میں اپنے اس فعل پر کبھی شرمندہ نہیں ہو سکتا اور نہ اپنے اس ہاتھ کو کبھی واپس لے سکتا ہوں جو صرف خدا کے لئے تمہاری طرف بڑھایا تھا۔"

یہ کہہ کر اس نے اپنے سر کو اس کے گھوڑے کی زین پر رکھ دیا اور اپنے دونوں ہاتھوں میں ایڈورڈ کا ہاتھ لیکر اپنے آنسوؤں سے بھگونے لگا اور بولا:۔ "اے ایڈورڈ، میں تمہیں اس ہستی کا واسطہ نہیں دلاتا ہوں، جس کے سینے سے ہم دونوں نے اپنے زمانۂ طفولیت میں ایک ساتھ دودھ پیا تھا اور جس کی آغوشِ محبت میں ہم نے ایک دو نہیں پورے پانچ سال کامل یک دلی اور محبت کے ساتھ اس طرح گزارے کہ تم نے میرے اور میں نے تمہارے بغیر کبھی کسی چیز سے دلچسپی نہیں لی۔ تمہیں اس قسم کا واسطہ دلاتا ہوں، جو تم نے اس رات کو مجھ سے کھائی تھی، جب تم جو تیخ سے رخصت ہو رہے تھے اور تم نے وعدہ کیا تھا کہ تمہارا سینہ اس وقت تک ٹھنڈا نہیں ہو سکتا اور تمہارے دل کی دھڑکن اس وقت تک کم نہیں ہو سکتی جب تک کہ تم مجھے میری زندگی میں بامراد اور کامگار نہیں دیکھ لو گے، میں تمہیں تمہاری رحمت و شفقت کا واسطہ دلاتا ہوں اور تمہارے فضل و کرم کے نام پر تمہیں پکارتا ہوں، کہ تم ایک صاحبِ کرم انسان ہو، اور میں محتاج و مسکین، اور ایک فقیر و محتاج کی زندگی تمام تر صاحبِ کرم کی دست نگر ہوتی ہے۔"

ایڈورڈ نے مطلق کوئی پرواہ نہ کی، اور اس دردناک گفتگو کا اس پر کچھ بھی اثر نہیں ہوا، اس نے اپنے گھوڑے کو ایک

ایڑ لگائی اور نکل گیا۔ تھوڑی دور تک تو اسٹیفن اس کے پیچھے بھاگا لیکن نہ پا سکا آخر تھک کر گر پڑا اور کہنے لگا: "وہ جو کچھ کہہ رہا ہے ضرور صحیح ہوگا"۔

وہ اسی طرح پڑا رہا یہاں تک کہ کوئی راہگیر گزرا، اور چونکہ اس نے آتے وقت دیکھ لیا تھا اس لئے پہچان گیا اور اس کے سائیس کو جاکر خبر کی، وہ بھاگا ہوا آیا اور اس کا ہاتھ پکڑ کر گاڑی پر سوار کرایا اور اسے لیکر گھر کی طرف روانہ ہوگیا۔

اسٹیفن جب اپنے کمرے میں پہونچا اور اسے تنہائی اور یکسوئی نصیب ہوئی تو وہ پاگلوں کی طرح چیخنے، چلانے اور کمرے کے در و دیوار سے سر پھوڑنے لگا۔ وہ برابر یہی کہہ رہا تھا:۔

"آہ اے ماجدولین، میں نے تجھے کھو دیا"

(۶۰)

اسٹیفن کے خطوط

اے ماجدولین، کیا یہ صحیح ہے کہ میرے اور تمہارے تعلقات ختم ہوگئے، اور ہم ایک دوسرے سے ناواقف اور انجان ہوگئے، اور کیا یہ سچ ہے کہ اگر آج کے بعد ہم تم کہیں کسی راستے میں مل جائیں گے، تو ہم میں سے ہر ایک دوسرے کی طرف سے منھ پھیر کر نکل جائے گا۔

آہ، یہ گردش لیل و نہار بھی کیا چیز ہے؟ کہ ایک ہی دن میں تمام وہ امیدیں ٹوٹ گئیں، جو مدتوں میں ہم نے استوار کی تھیں اور جن کے لئے ہم نے بیشمار آنسو بہائے تھے؟ سچ ہے، قیامت بھی اسی طرح آئے گی، زلزلے بھی اسی طرح آئیں گے اور ستارے بھی اسی طرح ٹوٹیں گے۔

اے ماجدولین، مینے تمہارے ساتھ کیا سلوک کیا اور تم نے مجھے اس کا کیا بدلہ دیا۔ میں نے تم سے اس قدر محبت کی کہ مجھ سے پہلے کبھی کسی نے کسی سے نہیں کی ہوگی، اور میں نے تمہاری پرستش کی اور اپنی زندگی کو تمہارے ہی خیال سے معمور رکھا، میں نے جب دیکھا تو تمہاری طرف دیکھا اور جب خیال کیا تو تمہارا ہی خیال کیا۔ میں نکلتے ہوئے سورج کو دیکھ کر اس لئے خوش ہوتا تھا کہ اس میں تمہاری تصویر تھی۔ شاخ گل پر چہچہاتے ہوئے پرندوں کو اس لئے شوق سے سنتا تھا کہ ان میں تمہاری آواز تھی، ہنستے ہوئے پھولوں کو اس لئے دیکھتا تھا کہ اس کا رنگ تمہارے رنگ سے ملتا جلتا تھا اور اگر اس دنیا میں زندہ رہنے کی تمنا کی تو صرف تمہارے لئے اور تمہاری لذت دیدار سے شادکام ہونے کے لئے۔

اگر تم سمجھتی ہو کہ میں تمہاری محبت کے قابل نہیں ہوں، اور اس کا مستحق نہیں کہ تمہارے دل میں اپنے لئے کوئی جگہ پیدا کرسکوں، تو اسی محبت کا خیال کرو جو تمہاری میرے دل میں ہے۔

میں نے اپنی زندگی میں تمہارے لئے جن جن مصائب و آلام کو برداشت کیا ہے، جن جن تکلیفوں اور آفتوں کو سہا ہے دل کو خون اور خون کو پانی کی طرح بہایا ہے، اس کا بدلہ وہی دید و جو تمہارے شایانِ شان ہے۔ بہت ممکن ہے تمہیں اس دنیا میں کوئی ایسا شخص بھی مل جائے جو اپنے حسن و جمال اور جاہ و ثروت سے تمہیں موہ لے، لیکن خوب سمجھ لو کہ وہ شخص نہیں مل سکتا جو تم سے میری طرح محبت کر سکے۔

اے ماجد ولین، ان لوگوں نے تجھے دھوکہ دیا ہے اور مال و دولت کی خواہش اور حرص و ہوس کی تمنا کو تیرے سامنے بڑی خوبصورتی سے پیش کیا ہے۔ انہوں نے تجھے یہ باور کرانے کی کوشش کی ہے کہ زندگی نام ہے کھانے پینے کا عالیشان محلوں میں رہنے اور عمدہ لباس پہننے کا، قیمتی ہاروں اور خوبصورت آویزوں کا۔

ان لوگوں کے خیال میں نکاح ایک ایسی مالی شرکت ہے، جس میں میاں بیوی، مال و دولت جمع کرنے اور اس کے انبار لگانے کے لئے کوئی عہد کرتے ہیں اور یہ نہیں سمجھتے کہ ایسا نکاح حقیقت میں ایک قسم کی بدکاری ہے اور جو عورت بھی کسی مرد سے اس کی دولت کے لئے شادی کرتی ہے، وہ حقیقتاً شادی نہیں کرتی، بلکہ اپنے جسم کو اس کے ہاتھ فروخت کرتی ہے، جس طرح کوئی بدکار عورت چند سکوں کے بدلے اپنے آپ کو کسی مرد کے حوالے کر دیتی ہے۔ بلکہ اس کا حال اس سے بھی زیادہ زبوں اور اس کا مقصد اس سے بھی زیادہ ذلیل ہے، کیونکہ وہ اپنے نفس کو اس لئے نہیں بیچتی کہ کوئی لقمہ اس کی خمیدہ کمر کو سیدھا کر سکے یا کپڑے کا کوئی ٹکڑا اس کے برہنہ جسم کو ڈھک سکے، بلکہ اس لئے کہ اسے ایک قیمتی ہار مل جائے جس کو پہن کر وہ اپنے سینے کو اور زیادہ خوبصورت بنالے یا اسے کوئی عمدہ لباس حاصل ہو جائے جس سے وہ اپنے ہم سنوں پر فخر کر سکے یا اسے رہنے کو کوئی خوبصورت محل مل جائے جس کی وسعتوں میں وہ مختلف قسم اور رنگ رنگ کی لذتوں سے مستفید ہوتی رہے۔

اے ماجد ولین، جس چیز نے تمہیں میری آنکھوں میں گراں قدر بنایا اور مجھے تمہاری پرستش پر مجبور کر دیا وہ یہی خیال تھا کہ ان تمام عورتوں میں تم ہی وہ عورت ہو جو اپنے پہلو میں ایک ایسا دل رکھتی ہے جو بہت ہی پاک و صاف ہے اور اس سے پاکیزہ محبت کے وہ چشمے اُبلتے ہیں جو دنیاوی اغراض سے خالی ہیں، تو کیا میرا یہ خیال غلط تھا؟ نہیں! نہیں!! میں جانتا ہوں کہ تمہارے پاس وہی دل ہے اور اسی لئے میں اب بھی روتا ہوں۔

تم ایڈورڈ کے متعلق کچھ نہیں جانتیں، اور مجھے اس کی حالت کا پورا پورا علم ہے۔ میں جانتا ہوں کہ اس کے پہلو میں تمہارا جیسا دل نہیں ہے اور تمہارے شعور و جدان میں شریک ہونے کی اس میں صلاحیت نہیں ہے وہ زیادہ سے زیادہ یہ سمجھتا ہے کہ تم حسین ہو اور محبت کرنے کے قابل ہو مگر خوبصورتی ختم ہو جانے والی چیز ہے اور نفسانی خواہشات زوال پذیر ۔۔۔ مجھے ڈر ہے کہ تھوڑے ہی دنوں کے بعد تمہیں اس کے ہاتھوں اس بدبختی اور مصیبت کا منہ نہ دیکھنا پڑے جس سے بھاگ کر تم اس کے پاس جانا چاہتی ہو۔ اور اگر ایسا ہوا تو مجھ سے زیادہ بدقسمت اور بدنصیب اور کون ہوگا، کیونکہ بہر حال میں تم سے محبت کرتا ہوں اور تم جہاں بھی ہو تمہارے لئے دعا کرتا رہتا ہوں۔

کاش مجھے معلوم ہو جاتا اے ماجدؔ ولین کہ کیا آج بھی میری آواز تمہارے دل کی گہرائیوں میں اسی طرح پہونچ رہی ہے جس طرح آج سے قبل پہونچا کرتی تھی اور کیا پہلے کی طرح آج بھی تم یہ تصور کر سکتی ہو کہ میں اپنی زندگی سے بڑھ کر تم سے محبت کرتا ہوں۔

(۶۱)

اسٹیفن کا خط ماجدؔ ولین کے نام

اب مجھے شاید ہی کسی چیز پر رحم آتا ہو۔

دنیا میری آنکھوں میں اندھیرا ہے اور کائنات ایک ویران وحشت کدہ! میری زندگی معلوم ہوتا ہے، گویا ایک مسلسل رات ہے جس کی صبح شاید کبھی نہ ہوگی، لوگ اپنی اپنی خواب گاہوں میں محوِ خواب ہیں، اور مجھے ایسا معلوم ہو رہا ہے گویا میں دنیا سے بہت دور کسی بے آب وگیاہ صحرا میں پڑا ہوا ہوں۔ جہاں نہ دریا بہتے ہیں نہ پرندے چہچہاتے ہیں، نہ کسی انسان کا گزر ہے نہ کسی حیوان کا! میں رات دن اس صحرا میں حیران و سرگرداں پھر رہا ہوں، چاہتا ہوں کہ یہاں سے نکل جاؤں لیکن نہیں نکل سکتا۔

اے ماجدؔ ولین، تمہیں بتاؤ کب مجھے موت آئے گی ؟ اور کب میرا وقت پورا ہوگا کہ زندگی کے ان مصائب و آلام سے چھوٹ جاؤں ؟

اے ماجدؔ ولین، تم سے چھٹ کر میں کسی طرح صبر پر قادر نہیں ہوں، کیونکہ تم ہی اس دنیا میں میرے لئے سب کچھ ہو، میری مثال اس شخص کی سی ہے جس نے اپنی تمام دولت جوئے میں ہار دی ہو اور اب احساس بیچارگی کے علاوہ اس کے پاس کچھ نہ ہو۔

آہ۔ میرے دل میں کیا کیا تمنائیں تھیں، کیسی کیسی آرزوئیں تھیں، میرا سینہ کن کن ارادوں سے معمور تھا میں اپنے اندر وہ قوت محسوس کرتا تھا کہ دنیا کی بڑی سے بڑی چیز بھی مجھے بے حقیقت نظر آتی تھی، لیکن آج میں کس قدر کمزور، کتنا افسردہ مجروح، مایوس اور نا امید ہو گیا ہوں کہ نہ کچھ سوچ سکتا ہوں اور نہ سمجھ سکتا ہوں، گویا ایک پتھر ہوں، جو راہ میں صرف ٹھوکریں کھانے کے لئے چھوڑ دیا گیا ہے۔

اے ماجدؔ ولین، کیا تم اس دن سے نہیں ڈرتیں، جب خدا تم سے پوچھے گا کہ تم نے ایک بے گناہ انسان کو کیوں قتل کیا اور جب میری آواز (تم جہاں بھی ہو) تمہارا پیچھا کرے گی، تمہاری خلوتوں اور جلوتوں میں، سوتے جاگتے میں، تمہارے شوہر کے آغوش اور تمہارے بچوں کے گہواروں میں۔

اے ماجدولین، کیا تم نے مجھ سے یہ عہد نہیں کیا تھا کہ تم بھی میری اسی طرح پاسبانی کروگی جس طرح فرشتے انسان کی حفاظت کیا کرتے ہیں، اب کہ میں دُنیا میں سب سے زیادہ بدنصیب ہوں، تمہارے وہ تمام وعدے کیا ہوئے؟

ذرا تو میرے پاس آؤ، اور کچھ دیر تو میرے پاس ٹھہرو، تاکہ میں تمہیں نگاہ بھر کر دیکھ سکوں، اور تمہاری عرق آلود پیشانی میں اپنی لُٹی ہوئی تمناؤں کی تصویر اور برباد شدہ امیدوں کا عکس دیکھ سکوں، آؤ مجھے اپنی وہ شیریں آواز سُنادو جو اس سے پہلے سُنایا کرتی تھیں، اور اپنی اُن محبت بھری نگاہوں میں سے صرف ایک نگاہ مجھے دیکھ لو جن سے تم مجھے حیاتِ تازہ بخشا کرتی تھیں اور جھوٹ یا سچ، بس اس قدر کہہ دو کہ تم مجھ سے اب محبت کرتی ہو، بس اس سے زیادہ میں کچھ نہیں چاہتا۔

اے ماجدولین، سچ کہتا ہوں کہ اگر کبھی میں تمہیں اپنے راستے میں دیکھ لوں تو تمہاری طرف دوڑ پڑوں اور تمہارے قدموں پر اپنا سر رکھ کر بھکاری کی طرح تم سے تمہاری محبت کی بھیک مانگوں، اور اگر تم مجھے دیکھ کر مُنھ پھیر لو تو تمہارے پیچھے پیچھے پھروں، جب تک کہ تم میری طرف متوجہ نہ ہو جاؤ اور میرا دردِ دل نہ سُن لو۔

اے ماجدولین، میں سخت تکلیف میں ہوں، اور میرا خیال ہے کہ جو دُکھ درد میں برداشت کر رہا ہوں وہ اس دنیا میں کوئی نہیں اٹھا سکتا، خدا کے لئے ماجدولین، مجھ پر رحم کرو، اور اگر تم مجھے اپنی محبت کے قابل نہیں سمجھتی ہو تو مجھے اپنا دوست سمجھو! یہ بھی اگر منظور نہ ہو تو پھر مجھے اجازت دو کہ تم جہاں بھی جاؤ میں تمہارے ساتھ ساتھ رہوں، جس طرح تمہارا کتّا ہر جگہ تمہارے ساتھ رہتا ہے، تاکہ میں تمہیں ہر وقت دیکھتا رہوں، تمہاری آواز کو سُنتا رہوں، کیونکہ میں اس دُنیا میں تم سے جُدا رہ کر زندہ نہیں رہ سکتا۔

(۶۲)

اسٹیفن کا خط
ماجدولین کے نام

خدا میری غربت و بیچارگی پر رحم کرے، میری زندگی کا پھول کِھلنے سے پہلے ہی مرجھا گیا، جرأت و ہمت کی جو آگ میرے دل میں روشن تھی، قوت و طاقت کی جو حرارت میری رگ و پے میں ساری تھی وہ ٹھنڈی پڑ گئی اور میرے اور دوسرے تمام لوگوں کے درمیان جو چیز مشترک تھی وہ ختم ہو گئی، میرا بھائی دُنیا سے رخصت ہوا، میرے والد نے مجھے گھر سے نکالا، میرے خاندان والوں نے مجھ سے دشمنی کی، اب اس عالمِ آب و گِل میں تمہارے علاوہ میرے لئے اور کیا تھا، پر افسوس تم نے بھی میرا ساتھ نہ دیا، پھر اب کس امید پر جیوں، اور کس تمنا پر زندہ رہوں۔

اے ماجد ولین، تم جانتی ہو کہ میں اپنی موت پر زندگی کو کیوں ترجیح دے رہا ہوں حالانکہ مرجانا میرے لئے ان آفتوں کے اُٹھانے سے کہیں زیادہ آسان ہے؟ صرف اس لئے کہ میں نہیں جانتا کہ اس کے بعد کیا ہوگا اور مجھے ڈر ہے کہ اگر ایسا ہوا تو مجھ سے ان گزرے ہوئے خوبصورت دنوں کی یاد جن میں تمہاری اُلفت سے شاد کام رہا ہوں، چھن جائے گی، حالانکہ میرا حاصل زندگی اور سرمایۂ زیست یہی ہے۔

اے ماجد ولین، تم نے میری زندگی کی ہر سعادت مجھ سے چھین لی اور پھر اس کے جواب میں مجھے ایسی کوئی چیز بھی نہ دی جو میری زندگی کا سہارا بنتی۔ بلکہ مجھے میرے حال پر چھوڑ دیا، جس طرح کوئی بیدرد مسافر اپنے زخمی اور پیاسے رفیق سفر کو تپتے ہوئے ریگستان میں جہاں نہ سایہ ہو نہ پانی، چھوڑ کر چلا جائے۔

اے ماجد ولین، آخر تم مجھ سے کیا چاہتی ہو؟ زمین کے ذخیروں میں سے وہ کونسا ذخیرہ ہے، اور آسمان کے خزانوں میں وہ کونسا خزانہ ہے، جو تم مجھ سے چاہتی ہو۔ کیا سنگ مرمر کا کوئی سفید محل چاہتی ہو، یا جواہر تابدار سے بھرا ہوا کوئی حوض مانگتی ہو، یا قیمتی موتیوں سے مرصع فرش کی خواہش ہے، یا سورج کی شعاعوں سے بنے ہوئے کسی زرنار لباس کی تمنا ہے یا کسی ایسے جڑے ہوئے تاج کی آرزو ہے جس کے سامنے بادشاہوں کے تاج ماند پڑ جائیں؟ تمہیں یہ سب کچھ مل سکتا ہے، بس اتنا کردو کہ میرے دل کو وہ امید واپس کردو جسے تم نے مجھ سے چھین لیا ہے۔ پھر تم دیکھو گی کہ میری ایک جنبش نگاہ سے کس طرح قسمتیں بدل جاتی ہیں اور زمین و آسمان میری قوت و جبروت کے آگے کس طرح سربسجود ہیں۔

آہ! کس قدر بے اندازہ تھی اس روز میری خوشی و مسرت، جس روز جوتیج میں ایک مختصر سا گھر میں نے تمہارے لئے تیار کرایا اور اس کے کمرے میں تمہارے لئے ایک سفید مسہری بچھوائی، میں نے ایک خوبصورت باغ بھی تیار کرایا اور ہر وہ پھول دار درخت نصب کیا جسے تم پسند کرتی ہو، پھر جب کبھی میں اس گھر کے اندر آتا اور تھوڑی دیر کے لئے اس کے صحن میں کھڑا ہوتا تو مجھے ایسا معلوم ہوتا تھا گویا میں تمہارے ساتھ اس گھر میں رہ رہا ہوں اور تمہاری شیریں آواز اس کی فضا میں گونج رہی ہے اور گھر کے باغ میں ہمارے بچے سامنے کھیل رہے ہیں اور پیڑوں میں سے پھول توڑ توڑ کر ہمارے لئے لا رہے ہیں، اور یہی نہیں بلکہ اگر کبھی میں تمہارے سنگھار کے کمرے میں چلا جاتا تو مجھے ایسا معلوم ہوتا گویا کہ تم اپنے آئینہ کے سامنے بیٹھی ہوئی اپنے خوبصورت اور سنہرے بالوں میں کنگھی کر رہی ہو اور میں تمہارے پیچھے کھڑا ہوا تمہارے سنہرے اور چمکدار بالوں کو اپنے دونوں ہاتھوں میں لئے ہوئے اُنھیں پیار کر رہا ہوں، لیکن آج اس گھر کی افسردگی و ویرانی دیکھو باغ پانی سے محروم ہے، پیڑ خشک ہیں اور پھول سوکھے پڑے ہیں، دروازوں اور کھڑکیوں کو ہواؤں نے درہم و برہم کر رکھا ہے کمروں کی چھتوں اور فرشوں پر خاک نے ایک تہہ بچھا دی ہے اور اس کی حالت اُس دُلھن کی سی ہے جسے شادی کی پہلی ہی رات موت آگئی ہو۔

تم تو ایسی ہو گئیں کہ مجھے ایک حرف بھی نہیں لکھتیں، اور نہ میرے کسی خط کا جواب بھیجتی ہو آج سے پہلے تو تمہاری

یہ عادت نہ تھی، کاش تم مجھے ایک جملہ ہی لکھ دیتیں اور اچھا یا برا جو دل میں آتا کہتیں، اب تو میں اپنے دل کو ہر آفت کے لئے تیار اور ہر مصیبت کے لئے ہموار کر چکا ہوں۔

(۶۳)

اسٹیفن کا خط ماجدولین کے نام

تم نے مجھے وہ دو حرف بھی نہ لکھے، حالانکہ میں نے کس قدر خوشامد کی تھی، کیا تمہارا ماحول تمہیں اس زمانہ کی یاد نہیں دلاتا جو کسی وقت میں نے تمہارے ساتھ گزارا تھا، تمہارے سامنے وہی سورج ہے جسے ہم دونوں صبح کو نکلتے اور شام کو چھپتے ہوئے دیکھتے تھے اور وہیں وہ چاند بھی ہے جو آسمان کی بلندیوں سے ہمیں جھانکا کرتا تھا اور ہم دونوں کو اپنی سفید چاندنی کی چادر میں چھپا لیا کرتا تھا۔ اور وہاں وہی جگہ بھی ہے جہاں پانی اور سائے کے درمیان ہم بیٹھا کرتے تھے۔ تمہارا ہاتھ میرے ہاتھ میں، تمہارا سر میرے سینہ پر ہوتا تھا اور وہیں وہ چھوٹا سا سمندر بھی ہے جس کے کنارے ہم دونوں روز شام کے وقت ٹہلا کرتے تھے، اور اگرچہ ہماری زبانیں خاموش رہا کرتی تھیں، لیکن ہماری آنکھیں ہمارے دل کی ترجمانی کیا کرتی تھیں اور پھر لوٹتے وقت ہم یہ تمنا لیئے ہوئے واپس ہوا کرتے تھے کہ کاش ہمیں اپنے بہاؤ میں کسی ایسی بستی تک پہونچا دے جہاں سے ہم پھر کبھی جدا نہ ہوسکیں اور وہیں وہ کمرا بھی ہے جس میں جدائی کی رات ہم ایک دوسرے سے ملے تھے، اور ہم نے رو رو کر اپنی آنسوؤں سے اس کی زمین کو تر کر دیا تھا اور جس کی چھت کے نیچے ہم نے قسم کھائی تھی کہ جب تک زندہ ہیں ایک دوسرے سے بدعہدی نہیں کریں گے۔

اے ماجدولین، میں تمہیں دن میں سینکڑوں مرتبہ رو رو کر اور چیخ چیخ کر پکارتا ہوں، لیکن میری آواز تمہارے کانوں تک نہیں پہونچتی اور تمہیں میرے حال پر ذرا رحم نہیں آتا۔

اگر تم اپنی زندگی میں کسی ایسی عورت کو دیکھو جو اپنے شوہر کی قبر پر دو زانو بیٹھی ہوئی ماتم کر رہی ہو اور انتہائی حسرت و یاس سے رو رہی ہو، کیونکہ وہ اس سے بے انتہا محبت کرتی تھی اور اس سے عین عالم شباب میں چند چھوٹے چھوٹے بچے چھوڑ کر جدا ہو گیا تھا اور اسے روتا دیکھ کر تم بھی رونے لگو۔

یا تمہیں راستہ میں کوئی غریب لڑکی نظر پڑے جو ملذی ماری پھر رہی ہو، روتی جاتی ہو اور ہر آنے والے سے اپنے چھوٹے بیمار بھائی کی دوا کے لئے، جس کا اس دنیا میں کوئی سہارا نہیں ہے، بھیک کے چند پیسے مانگنے کے لئے اپنا کانپتا ہوا ہاتھ پھیلا رہی ہو، اور تم رحم کھا کر اسے اپنے پاس ٹھکانا دیدو اور اس کی خواہش کو پورا کر دو۔

یا کبھی کسی دریا پر تمہارا گزر ہو اور تم اس کے کنارے ایک عورت کو چیختے ہوئے دیکھو جو رو رو کر لوگوں کو اپنے اس اکلوتے

بچے کی مدد کے لئے بلا رہی ہو جو اس کی آنکھوں کے سامنے دریا میں ڈوبا جا رہا ہے۔ لیکن بچانے والا کوئی نہ ہو یہاں تک کہ وہ ڈوب جائے اور ڈوب کر پھر نہ اُبھرے یہ دیکھ کر وہ پاگل ہو جائے اور اس بیخودی میں وہ بھی دریا میں کود پڑے اور تم اس کی اس مصیبت پر رو دو۔

یا تم اس غریب بوڑھے کا قصہ سنو، جو اپنی قریب الموت بیوی اور بیمار لڑکی کے سرہانے دوزانو بیٹھا ہوا ہو اور پولس کا سپاہی اُسے گرفتار کرنے کے لئے اس کے گھر میں گھس آئے ہوں، کیونکہ اس نے گزشتہ رات اُن دونوں کی جانکنی کی تکلیف سے مجبور ہو کر ان کے لئے ایک روٹی چرائی تھی اور ہر چند وہ ان سپاہیوں سے التجا کرے کہ اسے ایک گھنٹہ کی مہلت دیدیں تاکہ اسے اپنی بیمار بیوی کے متعلق خدا کے آخری فیصلے کا علم ہو سکے! لیکن وہ سخت دل انکار کر دیں۔

یا تم اس شخص کے واقعہ کو سُنو جو کسی بے آب و گیاہ صحرا میں راستہ بھول گیا ہو پیاس کی شدت برابر بڑھ رہی ہو، اور وہ ہر طرف پانی کی تلاش میں حیران و سرگرداں پھر رہا ہو۔ لیکن پانی کہیں نہ ملے، یہاں تک کہ وہ تھک کر گر پڑے اور چلنے سے رہ جائے پھر اُسے کہیں دور سے پانی کی چمکتی ہوئی سفید چادر دکھائی دے اور وہ بیتاب ہو کر گھٹنوں کے بل گھسٹتا ہوا اور اپنے بہتے ہوئے خون سے میدان کی کنکریوں کو رنگتا ہوا اس کی طرف بڑھے، اور جوں ہی اس کے قریب پہونچے اور اس کے پانی کے درمیان ایک قدم سے زیادہ فاصلہ نہ رہے تو وہ پیاس کی شدت سے جان دیدے۔

یا تم اُس عورت کے قصہ کو پڑھو، جسے لوگوں نے کسی قحط کے زمانہ میں اپنی جھونپڑی کے آگے بیٹھے ہوئے دیکھا ہو اس کی گود میں گوشت کا ایک سُرخ ٹکڑا ہو اور اس کے سامنے چولھے پر چڑھی ہوئی ہانڈی سے دُھواں نکل رہا ہو، لیکن جب وہ اس کے قریب پہونچیں تو یہ دیکھ کر ڈر جائیں کہ اس کے ہاتھ میں خون آلود چھری بھی ہے اور دو چھوٹے چھوٹے پاؤں ہانڈی سے باہر نکلے ہوئے ہیں۔ اُس وقت اُنھیں معلوم ہو کہ فاقوں نے اسے پاگل بنا دیا ہے، اور گوشت کا سُرخ ٹکڑا جو اس کی گود میں ہے حقیقتاً اس کے بچہ کا گوشت ہے، جسے اُس نے ذبح کر کے چھری سے اُس کا جوڑ جوڑ الگ کر دیا اور اب وہ اسے اپنے کھانے کے لئے پکا رہی ہے۔

اگر تم نے ان مصیبت زدوں کے حالات کبھی سُنے ہوں، اگر قید خانوں میں بیگناہوں کی آہ و زاری نے تمہارے کانوں کے پردوں کو کبھی ٹکرایا ہو، یا ہسپتالوں میں بیماروں کی چیخ و پکار نے تمہارے دل کو کبھی ہلایا ہو، تو اے ماجد ولین یقین کرو کہ میں اُن سب سے زیادہ بدنصیب اور اُن سب سے زیادہ تمہاری رحمت و شفقت کا محتاج ہوں۔

میرے صبر و تحمل کا پیمانہ اب بھر چکا ہے، اور اب اس سے زیادہ ضبط کی طاقت مجھ میں نہیں ہے، بہت ممکن ہے کہ اسکے بعد میں تمہیں کوئی خط بھی نہ لکھ سکوں، کیونکہ ناتوانی اپنی انتہا کو پہونچ چکی ہے، اور آنکھوں سے تیرگی کے باعث دیکھنا بھی دشوار ہے۔ اس لئے اے ماجد ولین رخصت، زندگی بھر کے لئے رخصت، اگر زندگی ابھی کچھ اور باقی ہے اور اگر نہیں تو ابھی سے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے رخصت۔

(۶۴)

ماجدولین کا خط
اسٹیفن کے نام

میرے آقا! میں نہیں کہہ سکتی کہ تمہارے خط پڑھ پڑھ کر میں کس قدر روئی ہوں، لیکن ہر مرتبہ میں نے اپنے دل کو یہی کہہ کر تسلی دی کہ یہ بھی یاس و نا اُمیدی کی وہ سسکیاں ہیں جنھیں زمانہ اسی طرح بند کر دے گا جس طرح اس سے پہلے یاس و محرومی کی بہت سی سسکیوں کو ختم کر چکا ہے۔

اور غالباً تمہیں بہت جلد معلوم ہو جائے گا کہ جو کچھ بھی ہوا اُس میں تمہاری ہی بھلائی مقصود تھی اور تمہارے لئے ایک ایسی زندگی کی بنیاد ہے جو اس زندگی سے کہیں زیادہ مبارک ثابت ہوگی۔

اے اسٹیفن تمہیں خوب معلوم ہے کہ میں ایک غریب لڑکی ہوں، اور خود تمہارے پاس بھی اتنی دولت نہیں جو ایک شوہر اور ایک باپ کے لئے کافی ہو سکے۔ اس لئے ہمارے اور تمہارے لئے بہتر یہی ہے کہ ہم ایک دوسرے سے جدا ہو جائیں اور ہم میں سے ہر ایک اپنے لئے وہی راستہ اختیار کرے جس کے متعلق اُسے یقین ہو کہ وہ اُسے فلاح و بہبود کی منزل تک پہونچا سکے گا۔ خواہ ہم اسے پسند کریں یا نہ کریں، اے میرے دوست تم پچھلی باتوں کو بھول جاؤ، اور کوبلاتس جا کر اپنے والد اور دیگر اعزہ سے مصالحت کر لو اور جس لڑکی کو وہ تمہارے لئے پسند کر چکے ہیں، اُسی سے اب نکاح کر لو، اور میری طرف سے اطمینان رکھو کہ جب تک زندہ ہوں تمہاری وفادار دوست رہونگی اور اپنے دوست ایڈورڈ کی طرف سے بھی تم اپنے دل میں کوئی نفرت یا عداوت نہ رکھنا، کیونکہ خدا گواہ ہے اُس کا ان باتوں میں ہاتھ نہ تھا بلکہ یہ سب میری اپنی صوابدید تھی اور اپنے ضمیر و عقل کے علاوہ اس مسئلہ میں مینے کسی دوسرے سے کوئی مشورہ نہیں لیا۔ اس لئے اگر تم مواخذہ کرنا ہی چاہو تو صرف میں لائق تعزیر و دارو گیر ہوں۔

(۶۵)

اسٹیفن کا خط
ماجدولین کے نام

اے ماجدولین، تم تو ہر چیز کو بھول گئیں، خیر اب اپنی زندگی کے لئے جو مناسب سمجھو وہ پسند کرو، تمہارے خطوط

تمہیں واپس کررہا ہوں، کیونکہ اب ان کا میرے پاس رہنا کچھ مناسب نہیں ہے۔ میں تمہاری اس دوستی کا بھی اُسی وسعت قلب کے ساتھ خیرمقدم کرتا ہوں جس وسعتِ قلب کے ساتھ میں اس سے پہلے تمہاری محبت کو قبول کرچکا ہوں۔ میں اپنے دل میں تمہارے یا تمہارے منگیتر کی طرف سے کوئی وجہ نفرت کی نہیں پاتا۔ بلکہ تم دونوں کے لئے سعادت و بہبود کا خدا سے طالب ہوں۔

(۶۶)

شادی

قصبۂ ولفاخ کا گرجا آج مردوں اور عورتوں سے کھچا کھچ بھرا ہوا ہے اور لوگ بڑی مسرت و شوق سے دولھا و دُلہن کے انتظار میں دروازے کو تک رہے ہیں۔ تھوڑی ہی دیر کے بعد گاڑیوں کے آنے کی آوازیں آنے لگیں، اور سب لوگ استقبال کے لئے صفیں باندھ کر کھڑے ہو گئے۔ سب سے پہلے ایڈورڈ، ماجدولین کے ہاتھ کو اپنے ہاتھ میں لیے ہوئے گرجا میں داخل ہوا۔

ماجدولین، نہایت سفید لباس پہنے ہوئے تھی، اس کے سر پر پھولوں کا ایک تاج تھا، جو اُس کے خوبصورت اور سنہرے بالوں میں بڑی خوبصورتی سے جھک رہا تھا۔ اُن دونوں کے پیچھے شیخ مولر، سوزان، اس کا شوہر اور ماجدولین کا چچازاد بھائی ارشنید اور سوزان کا چچازاد البرٹ اور دوسرے اعزہ یکے بعد دیگرے داخل ہوئے۔

اس کے بعد دولھا دُلہن قربانگاہ کی طرف بڑھے اور پادری کے سامنے جُھک گئے، انہیں دیکھ کر اور لوگ بھی جُھک گئے اور استیفن بھی جوان لوگوں کے آنے سے پہلے ہی گرجا آگیا تھا، زیر لب آہستہ آہستہ یہ دعا مانگ رہا تھا کہ:-

"اے خدا، تو اپنی نگاہ لطف و کرم سے اس کی حفاظت کر، اور اُسے اپنے دامنِ حمایت میں لے لے، زندگی کی تمام خوشیاں تو اسے بخش دے، اور جو کچھ میں اپنی زندگی کے لئے تجھ سے طلب کیا کرتا تھا، وہ سب کچھ تو اس کی کتابِ زندگی میں لکھ دے۔"

اس کے بعد پادری نے جب نکاح کا خطبہ شروع کیا تو استیفن کو ایسا محسوس ہوا گویا اس کا دل بڑے زور زور سے دھڑک رہا ہے اس نے دونوں ہاتھوں سے اپنے دل کو تھام لیا، نگاہیں نیچی کرلیں اور پھر اس پر بیہوشی طاری ہو گئی، ایک گھنٹہ کے بعد اُسے ہوش آیا تو دیکھا کہ گرجا خالی پڑا ہے، تاریکی ہر طرف پھیلی ہوئی ہے اور رات کی ٹھنڈی ہوائیں روشن دانوں اور کھڑکیوں سے چلی آرہی ہیں۔ اس نے ایک آہ کھینچی اور کہنے لگا:- "جو ہونا تھا وہ ہوچکا، ماجدولین میرے ہاتھ سے نکل گئی، پس اب میں کیا کروں؟ کیونکر زندہ رہوں؟ اور زندگی کے باقی دن کہاں گزاروں؟ اب اس دنیا میں میرے لئے کیا ہے جس کے لئے زندگی کی خواہش

کروں ؟" اس کے بعد وہ باہر آیا اور جدھر کو بھی مُنہ اُٹھا روانہ ہوگیا اسے کچھ خبر نہ تھی کہ کدھر جا رہا ہے۔

ناگاہ اس کا گزر شیخ تولر کے گھر کے سامنے سے ہوا اور اس نے دیکھا کہ مہمان اپنے اپنے گھروں کو لوٹ رہے ہیں، چنانچہ وہ وہیں اندھیرے میں باغ کی دیوار کے کنارے بیٹھ گیا۔ اور جب قدموں کی آہٹ ختم ہوگئی اور گھر مہمانوں سے خالی معلوم ہونے لگا تو وہ آگے بڑھا۔

اس نے دیکھا کہ ایک کمرے کے علاوہ باقی تمام کمروں کی روشنیاں گل ہوگئیں، وہ سمجھ گیا کہ دُلہن کا کمرہ یہی ہے اور ایک بپھرے ہوئے شیر کی طرح باغ کی دیوار کے چاروں طرف گھومنے لگا، اُسے کچھ خبر نہ تھی کہ وہ کیوں گھوم رہا ہے اور کہاں جانا چاہتا ہے ۔۔۔ اسی آمد و شد میں اس نے ایک جگہ باغ کی دیوار میں ایک بڑا شگاف دیکھا، اور اندر داخل ہوگیا، وہ آہستہ آہستہ مکان کی طرف بڑھا اور اس کمرے کے دروازے تک پہونچ گیا، جس سے روشنی چھن چھن کر نکل رہی تھی، وہ دروازے کے قریب پہونچ کر رُک گیا، اندر سے بولنے کی آوازیں اس کے کانوں میں آرہی تھیں، اس کا تمام جسم کانپنے اور تھرتھرانے لگا اور اُسے ایسا معلوم ہوا گویا وہ کسی ایسے گڑھے میں اُتر رہا ہے جس کی گہرائی اتھاہ ہے۔

اس کے بعد اس نے دروازے کے سوراخوں سے جھانکنے کی کوشش کی لیکن کچھ نہ دیکھ سکا، پھر ان پر اپنا کان رکھ کر سننے لگا اور ماجد دلیمن کے یہ جملے اس کے کانوں میں آئے " تم تو میری زندگی ہو، اور تمہارے بغیر میرا جینا دشوار ہے "

یہ سُن کر وہ دیوانہ ہوگیا اور انتہائی غیظ و غضب میں وہ اپنے سینہ کو اپنے ناخنوں سے نوچنے لگا۔

خون بہہ کر اس کی قمیص میں جذب ہو رہا تھا، اور جلد کے ٹکڑے اس کی اُنگلیوں پر چپک رہے تھے، لیکن اسے نہ احساس درد تھا نہ شعور تکلیف، اسے یہ بھی خبر نہ ہوئی کہ اس نے کیا کیا اور کیا ہوا، آخر وہ تھک گیا اس کے قدم لڑکھڑانے لگے اور زینہ سے نیچے گر پڑا۔

وہ رات بھر اسی طرح بیہوش پڑا رہا، صبح کو اس سے قبل کہ گھر کا کوئی شخص بیدار ہو جنفیاف کی آنکھ کھلی تو اُس نے دیکھا کہ اسٹیفن سیڑھیوں کے نیچے بیہوش پڑا ہوا ہے۔ وہ اسے اس حالت میں دیکھ کر گھبرا گئی، پھر اس کی نگاہ اس کے خون آلود کپڑوں اور ناخنوں پر پڑی، سمجھی کہ اسے کسی نے قتل کیا ہے، چنانچہ اس نے چیخنے کا ارادہ کیا، لیکن اس کی آواز نے اس کا ساتھ نہیں دیا اور وہ اس کی کیفیت معلوم کرنے کے لئے اس کے قریب گئی تو دیکھا کہ تنفس کی آمد و شد باقی ہے، اس نے اس کی پیشانی پر پانی چھڑکا اور زخموں کو دھونے لگی، یہاں تک کہ اس نے آنکھیں کھول دیں اور اپنے چاروں طرف دیکھنے لگا۔ اس نے جنفیاف کو اپنے سامنے کھڑا ہوا دیکھا اور شرم سے اس کا چہرہ سُرخ ہوگیا اور پوچھنے لگا:۔ کہ "کیا اسے اُس حال میں اس کے علاوہ کسی اور نے بھی دیکھا ہے ؟" کہنے لگی "نہیں" تب اس نے چند لفظوں میں اپنا سارا قصہ بیان کیا اور اس سے عہد لے کر کہ اس واقعہ کا ذکر کسی سے نہ کرے گی، وہ بدقت اُٹھا اور اُفتاں و خیزاں اپنے گاؤں کی طرف روانہ ہوگیا۔

---

(۶۷)

ہذیان

فرتز کی بیوی جوزفائن جو اسٹیفن کی تیمارداری پر مقرر کی گئی تھی، طبیب سے کہنے لگی: "مجھے ڈر ہے کہیں یہ پاگل نہ ہوجائے، میں دیکھتی ہوں کہ اس کی زبان سے سوائے ماجد ولین کے نام کے کوئی دوسرا لفظ نکلتا ہی نہیں، ہر وقت اس کے متعلق پوچھتا رہتا ہے اور سوتے جاگتے اُسی کو دیکھتا رہتا ہے، کبھی وہ اسے اپنی طرف آتے ہوئے دیکھتا ہے، تو خوش ہوجاتا ہے اور مسکرا دیتا ہے اور کبھی وہ اپنے پاس سے جاتے ہوئے دیکھتا ہے تو رونے لگتا ہے اور اسے روکنے اور پکڑنے کے لئے پلنگ پر سے اُٹھ بیٹھنے کی کوشش کرتا ہے۔ میں تو یہی سمجھتی ہوں کہ اس عورت کی ملاقات کے علاوہ کوئی دوسری صورت اس بیماری سے نجات پانے کی نہیں۔"

طبیب یہ سُن کر کہنے لگا:۔ "ہاں، آج میں وہ نفاخ گیا تھا اور بغیر کسی سابقہ تعارف کے ماجد ولین سے مل کر مریض کی حالت بیان کی اور اس سے درخواست کی کہ صرف ایک مرتبہ جاکر اسے دیکھ لے، ممکن ہے اسے کوئی فائدہ پہونچ جائے۔ پہلے تو اس کے شوہر نے اس کی سختی سے مخالفت کی، لیکن اخیر میں وہ بڑی مشکل سے اس شرط پر راضی ہوا کہ ماجد ولین تنہا نہ جائے گی بلکہ وہ خود بھی اس کے ہمراہ آئے گا۔

اتنے میں کسی نے آہستہ آہستہ دروازہ کھٹکھٹایا، اور دروازہ کھلتے ہی ماجد ولین اور اس کے پیچھے پیچھے ایڈورڈ اندر داخل ہوئے، لیکن اسٹیفن کو ان میں سے کسی کے آنے کی کوئی خبر نہیں ہوئی، تھوڑی دیر بعد اس نے خود ہی آنکھیں کھولیں اور جوزفائن کی طرف دیکھ کر کہنے لگا:۔ "میرے وہ کپڑے کہاں ہیں جن کے لانے کے لئے میں نے تم سے کہا تھا! کیا تمہیں نہیں معلوم کہ آج اتوار ہے اور مجھے اپنی شادی کے سلسلہ میں کلیسا جانا ضروری ہے۔"

یہ سُن کر جوزفائن نے سر جھکالیا اور کچھ نہ بولی۔ اور ماجد ولین نے بھی اس ڈر سے کہ کوئی اس کے چہرے کی زردی کو نہ دیکھ لے اپنا مُنھ پھیر لیا۔

اسکے بعد طبیب ماجد ولین کی طرف بڑھا اور کہنے لگا:۔ "اب آپ ذرا اس کے قریب تشریف لے آئیں اور اس کا نام لیکر بلائیں شاید وہ آپ کو پہچان لے۔" چنانچہ وہ اس کے پلنگ کے قریب آکر اس کے سامنے کھڑی ہوگئی۔ اسٹیفن نے ایک دبی ہوئی نگاہ سے اس کی طرف دیکھا اور اپنا مُنھ پھیر لیا اور آنکھیں بند کرلیں۔ وہ سمجھ گئی کہ پہچانا نہیں، چنانچہ اس نے اس کا نام لیکر زیادہ نرم و شیریں آواز سے پکارا، چنانچہ ادراک و شعور کی خوابیدہ قوتیں دفعتاً بیدار ہوگئیں، اور بجلی کی ایک زبردست موج اس کے جسم میں دوڑ گئی۔ اس نے کروٹ بدلی آنکھیں کھول دیں اور اپنے

ایک ہاتھ کے سہارے سے اُٹھ بیٹھا اور اپنی نگاہیں اس کے چہرے پر جما دیں اس کے بعد وہ مسکرایا اور اس کی طرف اپنا ہاتھ بڑھا کر کہنے لگا:۔

"اے ماجد ولین میں تمہارا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ تم نے میرے پاس آنے کی زحمت گوارا فرمائی۔ میں تو خود ہی تمہارے پاس جانے والا تھا، مگر مجھے نیند آگئی اور سو گیا، اچھا آؤ اور اب میرے ساتھ چلو، کیونکہ وقت بہت تنگ ہے اور میرا خیال ہے کہ ہمارے احباب کلیسا میں بڑی بے چینی سے ہمارا انتظار کر رہے ہوں گے، اور میں دیکھ رہا ہوں کہ سب لوگ صف بہ صف، حسرت و شوق سے ہمارے آنے کا انتظار کر رہے ہیں، انگیٹھیوں میں سلگتے ہوئے عود اور اگر کی خوشبوئیں میری ناک میں یہاں تک آرہی ہیں، اور ناقوس کے بجنے کی آوازیں مجھے مسلسل سنائی دے رہی ہیں۔"

اس کے بعد اس نے ماجد ولین کو اوپر سے نیچے تک دیکھا اور کہنے لگا: "اے ماجد ولین تم کس قدر خوبصورت ہو اور یہ سفید چادر جو تم اوڑھے ہوئے ہو کتنی حسین ہے، بس اس وقت پھولوں کے ایک تاج کی کمی ہے۔" یہ کہہ کر اس نے اپنے برابر پڑے ہوئے پھولوں کی طرف اپنا ہاتھ بڑھایا اور ان سے ایک خوبصورت سا تاج بنانے لگا۔ اس کے بعد اس نے طبیب کی طرف دیکھا اور اسے شیخ موٹر سمجھ کر کہنے لگا: "ابّا جان مجھے اجازت دیجئے کہ یہ تاج آپ کی صاحبزادی کو پہنا دوں۔"

طبیب نے بڑی ملتجیانہ نگاہوں سے ماجد ولین کی طرف دیکھا اور اسٹیفن نے یہ تاج لیکر اس کے سر پر رکھ دیا۔ وہ بُت کی طرح خاموش کھڑی تھی اور مردے کی طرح زرد پڑ گئی تھی، گویا ابھی ابھی قبر سے باہر نکلی ہے۔

وہ کہنے لگا: "اے ماجد ولین کیا تمہیں یاد ہے کہ اب سے دو سال پہلے ہنسی ہنسی میں مینے کسی وقت ایسا ہی ایک تاج تمہارے سر پر رکھا تھا اور ہم نے اسے اپنے مستقبل کے لئے ایک فال نیک شمار کیا تھا، پس اب تم دیکھو کہ ہمارا خیال کیسا ٹھیک نکلا۔ ہم ان نعمتوں پر خدا کا جس قدر بھی شکریہ ادا کریں کم ہے۔

یہ کہہ کر وہ جوزفائن کی طرف متوجہ ہوا اور کہنے لگا: "اس وقت میں اپنے سینے میں نہ معلوم کیوں ایک گھٹن سی محسوس کر رہا ہوں، تم ذرا اس کھڑکی کو کھول دو تاکہ آج کی لطیف ہواؤں میں زور زور سے سانسیں لے سکوں۔"

اس نے کھڑکی کھول دی اور وہ اپنا سر گھما گھما کر آسمان کی طرف دیکھنے لگا اور بولا: "ہوائیں کیسی نرم ہیں، آسمان کتنا خوبصورت اور صاف ہے، اور سورج کس قدر روشن اور پُر نور ہے، ہم فطرت کے ان انعامات کا جس قدر بھی شکریہ ادا کریں کم ہے اور میں زمانے کے اس احسان کا جس قدر بھی ممنون ہوں تھوڑا ہے کہ اس نے مجھے میری امیدوں میں اس وقت کامیاب کیا جبکہ میں ان سے تقریباً مایوس اور ناامید ہو چکا تھا۔"

پھر اس کی نگاہ ایڈورڈ پر پڑی وہ اس کی موجودگی سے بہت خوش ہوا اُسے دیکھ کر مسکرایا اور اس سے کہنے لگا:۔ "میرے دوست میں تمہارا شکریہ ادا کرتا ہوں، میرا خیال ہے کہ تمہیں نے ماجد ولین کو میری ملاقات کے لئے یہاں تک آنے پر رضامند کیا ہوگا

اور اگر تم ایسا نہ کرتے، تو اُن کی فطری شرم و حیا اسے یہاں تک کبھی نہ آنے دیتی۔ پس تم میری طرف اپنا ہاتھ بڑھاؤ اور میرے دوستوں میں سب سے پہلے تم ہی مجھے مبارک باد دو۔ کیونکہ تم مجھے سب سے زیادہ عزیز ہو، کیونکہ ایڈورڈ تمہیں وہ دن یاد ہیں جب ہم تم اس چھوٹے سے کمرے میں جس میں آج ہیں اپنی مصیبت و افلاس کے دن گزارا کرتے تھے اور میں تمہارے سامنے اپنی اور ماجد ولین کی محبت کا ذکر کیا کرتا تھا اور جب تم مجھے تمسخر اور استہزا کی نگاہوں سے دیکھتے تو میں تم سے کہتا کہ اس نے مجھ سے قسم کھائی ہے کہ موت کے علاوہ کوئی دوسرا ہاتھ اسے مجھ سے علٰحدہ نہیں کر سکتا، اور وہ کبھی بھی اپنے عہد سے نہیں پھر سکتی۔ اب تم خود ہی دیکھ لو کہ میں اپنے تصورات و خیالات میں جھوٹا تو نہ تھا؟"

یہ کہکر اس نے ماجد ولین کا ہاتھ تھام لیا اور دفعتًا اس انگوٹھی کی شعاعوں میں سے ایک تیز شعاع جو اس کی اُنگلی میں چمک رہی تھی اُس کی نگاہوں میں کوند گئی۔ وہ بھچک گیا اور اس کی نگاہوں کے سامنے وہ نظارہ آگیا، جب اس نے یہ انگوٹھی پہلی مرتبہ اس کے ہاتھ میں دیکھی تھی اور اسے ایڈورڈ کے برابر کھڑا ہوا پایا تھا۔

اس کا ہاتھ سست پڑ گیا اس کے چہرہ کا رنگ بدل گیا اور امید کی وہ کرن جو اس کی آنکھوں میں چمک رہی تھی غائب ہوگئی، اس کی پیشانی پسینہ سے تر تھی اور وہ بہت ہی کمزور اور لرزتی ہوئی آواز میں اس طرح کہہ رہا تھا: "نہیں نہیں مجھے اس کے ہاتھ کو چومنے کا کوئی حق نہیں اب وہ میری نہیں ہے اور نہ اس کے نزدیک میری کوئی حیثیت ہے"

یہ کہکر اس نے اپنا منھ اپنی چادر سے ڈھک لیا اور پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا۔ وہ طبیب سے کہہ رہا تھا: "ان سب لوگوں کو میرے پاس سے ہٹا دو کہ اب نہ ان کا مجھ سے کوئی تعلق ہے اور نہ میرا ان سے"

یہ دیکھ کر ماجد ولین رونے لگی اور اسی حالت میں اپنا ہاتھ اس کی طرف بڑھا دیا اور چاہتی تھی کہ اس کے پلنگ کے برابر بیٹھ جائے لیکن ایڈورڈ نے زور سے اُسے اپنی طرف کھینچ لیا۔

دن ڈوبنے سے پہلے پہلے ایڈورڈ نے دلفاخ کو چھوڑ دیا اور اپنی بیوی کو لیکر کو بلانس چلا گیا۔

(۶۸)

نا اُمیدی

اُستیفن پورے دو مہینے بیمار رہا اور ان دو مہینوں میں ہر قسم کی جسمانی اور روحانی تکلیف اس نے اُٹھائی، لیکن جوں ہی اس کی حالت ذرا سنبھلی اور اپنے بستر سے اُٹھا تو رات دن حیران و سرگرداں پھرنے لگا۔ جہاں کہیں سر ٹکانے کو جگہ مل جاتی پڑ رہتا، اور جہاں کوئی نوالہ مل جاتا کھا لیتا، وہ سوکھ کر کانٹا ہوگیا۔ آنکھیں اندر کو دھنس گئیں، داڑھی اور سر کے بال بڑھ گئے۔ وہ کبھی اتفاق ہی سے اپنے دوست فرتز کے گھر کی طرف آجاتا۔ لیکن جب کبھی آنکلتا تو اُس کی بیوی اور بچے سب

اُس سے چمٹ جاتے۔ اسے اپنے گھر لیجاتے۔ لیکن تھوڑی ہی دیر بعد پھر وحشت اس پر مستولی ہو جاتی اور وہاں سے بھاگ نکلتا۔

وہ اسی عالمِ آوارگی میں اپنے اس چھوٹے سے گھر سے گزرا جو اس نے جو تیج میں بنوایا تھا اور جس میں اپنی برباد رفتہ اُمیدوں اور تباہ شدہ آرزوؤں کے قلعے اس نے تعمیر کئے تھے، لیکن ہمیشہ منہ پھیر کر گزر جاتا اور بسا اوقات ایسا بھی ہوا کہ وہ دور ہی سے اس کی بلندیوں کا کوئی حصہ دیکھ کر لوٹ گیا کہ کہیں ادھر سے گزرنا اور اسے دیکھنا نہ پڑے۔

اس کی عادت تھی کہ جب کبھی وہ کسی راستہ پر گزرتا تو سیدھا چلا جاتا، نہ رُکتا تھا نہ ٹھہرتا تھا، اور نہ دائیں بائیں کسی طرف مُڑ کر دیکھتا تھا، جب اس کے سامنے کوئی دیوار آجاتی یا کوئی دریا اس کا راستہ روک لیتا، یا لوگوں کا مجمع اسے اپنے سامنے نظر آجاتا تو ہوش میں آتا اور پھر اُلٹے پاؤں واپس ہو جاتا۔

ایک دن صبح کے وقت وہ حسب عادت نکل کھڑا ہوا، اور چلتے چلتے دوپہر کے قریب کو بلانس تک پہونچ گیا اور وہاں کی گلیوں میں گھومنے لگا، لوگ اسے دیکھتے اور اس کی پریشان حالت اور پھٹی ہوئی آنکھوں کو دیکھ دیکھ کر تعجب کرتے تھے۔

وہ اسی طرح گھوم رہا تھا کہ اس کے قریب ہی سے ایک گاڑی نکلی اور اس میں سے قہقہہ کی ایک آواز بلند ہوئی، ——— یہ آواز اس کے کانوں تک بھی پہونچی اور کچھ کچھ مانوس معلوم ہوئی اس نے مڑ کر دیکھا تو ایڈورڈ اور ماجدولین تھے یہ دیکھتے ہی وہ بیہوش ہو کر گر پڑا اور جب دیر کے بعد اسے ہوش آیا تو وہ کو بلانس کی حدود سے باہر نکل گیا۔ یہاں پہونچ کر اسے ایک دریا نظر آیا جو ایک سرسبز کھیت کے برابر برابر بہہ رہا تھا۔ وہ اس کے کنارے بیٹھ کر سوچنے لگا:۔

" ہم خودکشی سے صرف اس لئے ڈرتے ہیں کہ زندگی ہمیں بہت پیاری ہے، اور زندگی تمام مصیبتوں اور غموں کے باوجود ہمیں صرف اس لئے پیاری ہے کہ ہم احمق و ناداں ہیں۔ ہم ایسی چیز کی خواہش کرتے ہیں جو ہماری دسترس سے باہر ہے۔ ہماری مثال اس جواری کی سی ہے جو جتنا زیادہ ہارتا ہے اسی قدر جیتنے کی حرص اور زیادہ بڑھتی جاتی ہے، اس لئے اگر ہم اس دُنیا میں اپنی خوشی سے نہیں آئے ہیں تو پھر کیوں نہ اپنی مرضی کے مطابق جب چاہیں یہاں سے چلے جائیں "

آخر کار خودکشی پر اس کا ارادہ پختہ ہو گیا اور سوچنے لگا کہ اپنی زندگی کو کس طرح ختم کرے۔ خودکشی کی مختلف صورتیں اسکے سامنے تھیں۔ لیکن اس کے شاعرانہ اندازِ فکر نے اسے ایک نئی شکل کی طرف رہنمائی کی اور وہ یہ تھی کہ وہ ماجدولین کے نام ایک خط لکھے جس میں تفصیل کے ساتھ اپنے رنج و ملال کا ذکر کرے، اور پھر اسے اپنی خودکشی کے ارادے سے آگاہ کرے اور وہ جگہ بھی بتلا دے جہاں سے وہ اپنے آپ کو دریا میں گرائے گا، پھر اگر ماجدولین آئی اور اس نے اسے دریا میں سے نکالا، تو اس پر اس کے اخلاص و وفاداری کا ضرور اثر ہو گا اور اس کی موت پر سخت ماتم کرے گی اور دل ہی دل میں شرمندہ ہو گی، اور جب تک زندہ رہے گی، آنسو بہاتی رہے گی۔

ٹھیک اسی وقت اس کے کان میں اس قہقہہ کی آواز آئی جو اس نے تھوڑی دیر پہلے سُنا تھا، جبکہ وہ گاڑی میں بیٹھی ہوئی اپنے شوہر کے ہمراہ جا رہی تھی اور اس کی خودداری لوٹ آئی اور وہ اپنے دل میں کہنے لگا کہ جو شخص اس قدر سخت دل اور بے رحم ہو وہ کب ان چیزوں کی پروا کر سکتا ہے۔ بہت ممکن ہے کہ اس کے پاس میرا خط پہونچے اور وہ اسے نظر انداز کر دے۔ پھر میری موت کی خبر کو سُنے اور ایک اطمینان کا سانس لے، اور دل ہی دل میں یہ سمجھ کر خوش ہو کہ چلو اچھا ہوا اس کے اُفق حیات پر جو سیاہ بادل چھایا ہوا تھا وہ چھٹ گیا۔

اس کے بعد اس نے ایک آہ کھینچی اور کہنے لگا: "بُرا ہو اس نامُرادی کا، مجھ پر ہر چیز دشوار ہو گئی ہے، حتّٰی کہ مر جانا بھی۔"

(۶۹)

سعادت

ایک شام جبکہ اسٹیفن، فرتز کی کشتی میں سوار تھا اور وہ دریا کے بہاؤ پر موجوں کو چیرتی ہوئی بڑی تیزی سے جا رہی تھی، وہ اسٹیفن سے کہنے لگا:۔ "میرے آقا، اب اپنے پر رحم کیجئے جو ہونا تھا وہ ہو چکا، گزری ہوئی باتوں پر افسوس بیکار ہے، اور اگر میں آپ سے کچھ کہہ سکتا تو یہی کہتا کہ آپ کے لئے اس عزت نفس اور خودداری کے مالک ہوتے ہوئے یہ کسی طرح مناسب نہیں کہ اپنی پوری زندگی ایک ایسی عورت پر قربان کر دیں جس کے متعلق آپ جانتے ہیں کہ آپ کے ساتھ کوئی بہتر سلوک نہیں کر سکتی۔

میرے آقا، اس عورت نے آپ کی زندگی کی ساری تازگی و شادابی آپ سے چھین لی، اب جو کچھ رہ گیا ہے اسی کو غنیمت سمجھئے اور اس زندگی میں خدا نے جو جو نعمتیں مہیا کی ہیں ان سے فائدہ اُٹھائیے۔

میرے مولا، آپ تو شاعر ہیں، شاعر کا دل آئینہ ہوتا ہے جس میں کائنات کی صورتیں بڑی ہوں یا چھوٹی، ایک ایک کر کے نظر آتی ہیں۔ اگر سعادت باہر سے آپ کے پاس آنے میں بخل کرتی ہے تو آپ اسے اپنے دل کی گہرائیوں میں تلاش کیجئے کیونکہ آپ کا دل تمام کائنات کی اور جو کچھ اس میں ہے ایک چھوٹی سی تصویر ہے۔

آسمان کس قدر خوبصورت ہے، اور شاعر وہی ہے جو اس کی خوبصورتی کے راز کو پالے، اور اپنی نگاہوں سے اس کے نیلگوں اور شفاف جسم سے گزر کر اس بلند دُنیا کو دیکھ لے جہاں تک نگاہیں نہیں پہونچ سکتیں۔

سمندر کس قدر مہیب ہے، اور شاعر وہی ہے جو اس کی عظمت و جلال کو محسوس کرے اور ان کے چمکتے ہوئے صفحات پر ان قوموں کی تاریخ کو پڑھ لے جنھیں وہ اپنی موجوں میں لپیٹ چکا ہے اور ان بستیوں کی تصویر کو دیکھ لے جنھیں وہ تہ و بالا کر چکا ہے اور ان سلطنتوں کے عکس کو پہچان لے، جن کے تختے وہ اُلٹ چکا ہے اور ابھی تک اپنی حالت پر بدستور ہے، نہ بدلتا ہے نہ متغیر

ہوتا ہے' اور نہ گردش لیل و نہار سے پرانا پڑتا ہے۔

رات بہت وحشت خیز ہے، لیکن شاعر ہی ہے جو اس کی خاموشی و سکون میں روتے ہوئے دلوں کی فریاد۔ دردمندوں کی آہوں اور آسمان کی طرف چڑھتی ہوئی دعاؤں کی آوازوں کو سن لے'

شاعر کو ہر اس چیز میں جسے وہ دیکھتا یا سنتا ہے ایک حسن نظر آتا ہے' یہاں تک کہ مرجھائے ہوئے پھولوں گھانس کی سوکھی ہوئی پتیوں' بھنبھناتی ہوئی شہد کی مکھیوں اور آشفتہ سر پروانوں' چیونٹیوں کی قطاروں' ٹوٹی ہوئی دیواروں اور بیٹھی ہوئی قبروں' خوفناک سایوں اور خوشگوار خیالوں' سمندر کے کناروں پر پڑے ہوئے مینڈکوں اور پتھر کے دل میں پیچ و تاب کھاتے ہوئے کیڑوں تک میں وہ اس حسن کو دیکھ لیتا ہے "

اسٹیفن یہ سن کر تھوڑی دیر تک تو اپنا سر جھکائے بیٹھا رہا اور اسی اثناء میں اس کا دماغ مختلف خیالات کا جولانگاہ بنا رہا پھر سر اٹھا کر بولا:- " اے فرتز جو کچھ تم کہہ رہے ہو میں اس پر عمل کرنے کی بہت دنوں سے کوشش کرتا رہا ہوں' لیکن کامیاب نہیں ہو سکا ـــــ اگر ممکن ہوتا تو میں اپنے اس دل کو اپنے ہاتھوں سے مسل دیتا اور پھر اس کی خاک کو بگولوں کی نذر کر دیتا، لیکن میں ایسا نہیں کر سکتا۔ کیونکہ میں جانتا ہوں کہ ایک خاص مدت کے لئے جو میرے لئے مقدر ہو چکی ہے' اس ابتلا میں ڈالا گیا ہوں۔ تاہم میں اس وقت تم سے وعدہ کرتا ہوں کہ تم مجھے آج کے بعد سے اس کا ذکر کرتے ہوئے نہیں دیکھو گے اور نہ اس کی یاد میں آنسو بہاتے ہوئے پاؤ گے۔ عشق و محبت کی جو چنگاریاں میرے دل میں دبی ہوئی ہیں' میں خدا سے یہی دعا کرتا ہوں کہ وہ مجھے ان پر قدرت و طاقت عطا فرمائے "

(۶۷)

سکون

محبت ایک ابر کرم ہے اور جب یہ کسی پاک سرزمین پر برستا ہے' تو رحمت و شفقت کا پھل لاتا ہے' لیکن یہی قطرہ جب کسی بنجر زمین پر ٹپکتا ہے تو حسد، غضب، شرارت و انتقام کی پیدائش کا سبب ہوتا ہے۔

اسٹیفن نیک طینت انسان تھا۔ چنانچہ اس کے مصائب و آلام جو ہر وقت اس کے دل میں ایک تلاطم بپا کئے رہتے تھے، پاکیزہ احساسات میں تبدیل ہوئے۔ وہ مصیبت زدوں کی مصیبت کو دیکھ کر رونے لگا اور غریبوں کی غربت و احتیاج کا حال سن کر تڑپنے لگا۔

اس نے اپنے دوست فرتز سے جو وعدہ کیا تھا اسے پورا کیا۔ اور ماجدولین کا ذکر کرنا چھوڑ دیا، اس نے اپنے دل کو اس پر آمادہ کیا کہ وہ اسے بھول جائے اور اس کے ساتھ گزارے ہوئے زمانہ کی یاد کو فراموش کر دے۔

اس کی تکلیفیں دل کے ایک خالی گوشے میں سمٹ گئیں اور اگر اس نے انھیں یاد کیا بھی تو اس طرح جس طرح کوئی ڈراؤنے خوابوں میں سے کسی بھولے ہوئے خواب کو کسی نہ کسی وقت یاد کر لیتا ہے اور پھر اپنے کام میں لگ جاتا ہے۔

اب وہ دور و نزدیک جہاں کہیں کسی مصیبت زدہ کے متعلق سُن پاتا فوراً اس کے پاس جاتا اور اس کی امداد و اعانت کرتا۔ رات کی تاریکی ہو یا دن کی روشنی جس وقت بھی کوئی شخص اس کے دروازے کو اپنی کسی غرض کے لئے کھٹکھٹاتا وہ اس کی دستگیری کرتا، وہ فرتنر کے خاندان کو اپنا خاندان سمجھنے لگا۔ ان کے ہر درد اور دُکھ میں ان کا شریک ہوگیا، انہیں کھانے اور پہننے کو دیا اور خود بھی انہیں کے ساتھ رہنے سہنے لگا۔ جو بڑے تھے وہ اسے بھائی اور جو چھوٹے تھے وہ اسے باپ سمجھنے لگے اور ان لوگوں کے ساتھ رہ کر اس کے دل کو وہ مسرت و سکون حاصل ہوا جسے وہ اپنی بیوی بچوں کے ساتھ رہ کر حاصل کرنے کا آرزو مند تھا، اور اپنے پُرانے فن، فن موسیقی کی طرف لوٹ گیا جس کی طرف سے گزشتہ حالات و واقعات نے اسے غافل بنا دیا تھا۔

اسٹیفن موسیقی کا کوئی بڑا ماہر نہ تھا، لیکن وہ صاحب دل تھا اور دل ہی وہ پر جوش سرچشمہ ہے جہاں سے شعر و موسیقی اور تمام فنون لطیفہ کے فوارے اُچھلتے ہیں، اس لئے اس نے بہت سے دل ہلا دینے والے نغمے ایجاد کئے اور اس کی حیثیت ماہر سے زیادہ ایک مخترع کی سی ہو گئی۔

(۱۷)

ماجد ولین کا خط سوزان کے نام

میری تو یہی آرزو تھی کہ کوبلانس میں ہم تم دونوں زیادہ دنوں تک ایک ساتھ رہتے اور موت کے علاوہ کوئی دوسری چیز ہم دونوں کو ایک دوسرے سے جدا نہ کر سکتی۔ لیکن تمہارے شوہر کی یہی مرضی تھی کہ وہ تمہیں لیکر یہاں سے بہت دور چلے جائیں۔ بہر حال مجھے امید ہے کہ تم اپنے نئے گھر میں بھی اسی طرح خوش و خرم ہوگی جس طرح کوبلانس میں رہا کرتی تھیں۔

خدا کا شکر ہے میں بھی اچھی ہوں اور تمہاری محرومیٔ دیدار کے علاوہ کوئی دوسری تکلیف نہیں ہے، ایڈورڈ بھی مجھ سے بہت محبت کرتا ہے جس کے لئے میں اس کی ممنون ہوں۔

اے سوزان تم سے کیا چھپاؤں کہ میں دل ہی دل میں اس غریب نوجوان پر کس قدر کڑھا کرتی تھی، جس پر صرف میری وجہ سے بدبختی کا پہاڑ ٹوٹ پڑا۔ لیکن آج مجھے یہ معلوم کرکے بیحد خوشی ہے کہ وہ اپنی زندگی کے سیدھے اور معتدل راستے کی طرف

لوٹ آیا ہے' اور اپنے اس گھر میں جو اس نے جو تیخ میں بنوایا تھا ایک ایسی خاموش اور پُرسکون زندگی بسر کر رہا ہے جو رنج و غم کی آمیزش سے خالی ہے' بلکہ میں نے تو یہاں تک سُنا ہے کہ اب وہ فن موسیقی سے بیحد دلچسپی لینے لگا ہے اور اس کے تمام لطیف جذبات و احساسات اسی میں صرف ہونے لگے ہیں اور جن لوگوں نے مجھ سے اس کا تذکرہ کیا ہے ان لوگوں کا خیال ہے کہ شاید چند سال بعد ہی وہ اس میں بہت بلند پایہ شخصیت شمار ہونے لگے گا۔ اس لئے میں نے خدا کا بہت بہت شکریہ ادا کیا کیونکہ میں یہی سوچا کرتی تھی کہ اگر وہ اسی حالت میں مرگیا تو یقیناً میری زندگی بھی تلخ ہو جائے گی۔

اے سوزان' ذرا جلدی جلدی لکھا کرو' تمہاری جُدائی میں تمہاری باتیں ہی باعث تسکین ہوتی ہیں۔

(۷۴)

ماجد ولین کا خط سُوزان کے نام

میں تمہیں دلی رنج و تکلیف کے ساتھ یہ خبر بد سُناتی ہوں کہ میرے والد خدا انہیں بخشے' پانچ ماہ کی طویل علالت کے بعد اس دنیا سے رخصت ہو گئے' میں ان کی اس بیماری کے زمانہ میں ولفانجی ہی میں رہی اور وہیں ان کی تیمارداری کی۔اب میں چند روز ہوئے کو بلانس آگئی ہوں اور یہی وجہ تھی کہ تمہارے خطوں کا جواب بھی نہ دے سکی۔ مجھے امید ہے کہ تم میری اس غلطی کو معاف کر دو گی' اور اس غم میں میرے ساتھ آنسو بہاؤ گی۔

میں نہیں کہہ سکتی کہ اس حادثہ جانکاہ نے مجھ پر کیا اثر کیا' لیکن اس مصیبت میں میرے لئے جو چیز کسی قدر صبر و سکون کا باعث ہوئی وہ یہ تھی کہ میری بہت سی سہیلیوں' اور میرے شوہر کے بہت سے دوستوں نے مجھے تعزیت کے بہت ہی نرم و نازک خطوط لکھے اور میرے دل کے غم و اندوہ کو ایک حد تک ہلکا کر دیا' لیکن جس چیز نے مجھے انتہائی تعجب میں ڈال دیا وہ یہ تھی کہ انہی خطوں میں مجھے ایک خط اسٹیفن کا بھی ملا جس میں میرے والد کے انتقال پر دلی صدمہ کا اظہار کیا تھا' اور ایسے انداز میں مجھ سے خطاب کیا تھا جیسے کوئی اپنے بہترین دوستوں سے خطاب کرتا ہے۔

مجھے اس پر سخت تعجب ہوا اور دل ہی دل میں کہنے لگی کہ یہ شخص اُن تمام باتوں کے باوجود جو میرے اور اس کے درمیان ہوئیں' اگر اب بھی اپنے دل میں میری اتنی عزت کرتا ہے تو یقیناً وہ بڑا شریف النفس انسان ہے۔

اے سوزان' کیا تم بھی اس غیر معمولی انسان پر تعجب نہ کرو گی کہ اس کی عقل پر کل تک ہم لوگ ہنسا کرتے تھے اور جسے ہم آشفتہ مزاج لوگوں میں گنا کرتے تھے' اب اس کی حالت کس قدر بدل گئی' اور اب وہ ایسا نیک دل ہو گیا ہے کہ کسی سے کوئی کینہ یا عداوت نہیں رکھتا اور ایک ایسے گناہ کے بخش دینے پر بھی آمادہ ہے' جسے کوئی دوسرا شخص نہیں بخش سکتا اور

ایسی بُرائی کو بھی بھلا سکتا ہے، جسے کوئی دوسرا نہیں بھول سکتا۔

اپنے شوہر سے میرا اور ایڈورڈ کا سلام کہنا' اچھا رخصت، والسلام

(۷۳)

ماجد ولین کا خط سوزآن کے نام

اے سوزآن تم نے مجھے تین مہینے میں صرف ایک خط لکھا' اور وہ بھی پانچ سطروں سے زیادہ نہ تھا' میں تمہاری اس کوتاہ نویسی پر کبھی صبر نہیں کر سکتی۔

اے سوزان جب سے میرے والد کا انتقال ہوا ہے' میں اپنے سینہ میں ایک انقباض اور اپنے اندر ایک اضمحلال محسوس کرنے لگی ہوں' اور میں نہیں کہہ سکتی کہ ایڈورڈ کو کیا ہوگیا ہے کہ وہ پہلے کی بہ نسبت میری طرف سے کچھ بددل سا ہوگیا ہے' اور اب مجھے اس نگاہ سے نہیں دیکھتا جس نگاہ سے پہلے دیکھا کرتا تھا۔

میں یہ نہیں کہتی کہ وہ مجھ سے نفرت کرنے لگا ہے' یا مجھ سے تنگ آگیا ہے، لیکن اس قدر ضرور کہوں گی کہ اب اس کی آنکھوں میں اپنی طرف سے ایک برگشتگی' اور رُکاوٹ محسوس کرنے لگی ہوں' جو اس سے پہلے کبھی محسوس نہیں کرتی تھی' اب اس کا کوئی تبسم تصنع کی آمیزش سے خالی نہیں ہوتا، حالانکہ اس سے پہلے اس میں محبت ہی محبت ہوتی تھی۔ اب ہماری گفتگوؤں میں طویل اور وحشت انگیز وقفے حائل ہونے لگے ہیں حالانکہ اس سے پہلے کبھی ایسا نہیں ہوتا تھا۔

اب یہ کیفیت ہے کہ میں جس چیز کو اچھا کہوں وہ اسے بُرا سمجھتا ہے' اور جس چیز کو میں بُرا کہوں وہ اسے اچھا کہتا ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے گویا وہ جان بوجھ کر میری مخالفت کرنا چاہتا ہے۔ اب وہ دوستوں سے بہت زیادہ مانوس ہوگیا ہے اور گھنٹوں انہیں کے پاس بیٹھا رہتا ہے۔

پہلے اگر میں کبھی کسی دوست کے سامنے ہنس دیتی تھی یا کسی کے تبسم کے جواب میں مُسکرا پڑتی تھی یا کسی کے ساتھ کچھ بات چیت کرنے لگتی تھی' تو وہ یہ دیکھ کر چپ ہو جاتا تھا اور اس گہری خاموشی کا اثر اس کی آنکھوں اور زبان سے ظاہر ہونے لگتا تھا۔ لیکن اب وہ ان باتوں میں سے کسی چیز کی پروا نہیں کرتا اور نہ ان کی طرف متوجہ ہوتا ہے۔ سچ تو یہ ہے کہ غیرت ہی محبت کا دھواں ہے اور جب یہ آگ بجھنے لگتی ہے تو دھواں نکلنا بھی بند ہو جاتا ہے۔

اے سوزان میری ان باتوں سے تم غمگین نہ ہونا بہت ممکن ہے کہ یہ سب میرا وہم وخیال ہو' اور کیا عجب ہے کہ میں

چند ہی روز بعد تمہیں لکھوں کہ میں بحمد اللہ خوش و خرم ہوں' اور اب ان توہمات کا کوئی اثر میری طبیعت پر نہیں ہے۔

(۷۴)

سوزان کا خط ماجد ولین کے نام

اس میں شک نہیں اے ماجد ولین کہ تم بڑی وہمی ہو' ایڈورڈ یقیناً تم سے بیحد محبت کرتا ہے اور میں تمہیں مشورہ دیتی ہوں کہ تم اپنی ان آشفتہ خیالیوں کے ساتھ کسی کے سمجھنے کی کوشش نہ کیا کرو' کیونکہ یہ بڑی پریشان کن اور تھکا دینے والی بات ہے۔

یاد رکھو کہ سعادت ایک پھول ہے جو اسی وقت تک تر و تازہ رہتا ہے جب تک کہ اس کا دیکھنے والا اس کی خوشنمائی اور خوشبو پر اکتفا کرتا رہے' لیکن جب وہ اس سے بڑھ کر اسے چھونے اور ہاتھ لگانے کی کوشش کرتا ہے تو وہ مرجھا جاتا ہے اور اس کی رونق و خوبصورتی جاتی رہتی ہے۔

زیادہ بجز سلام کے اور کیا لکھوں' خدا حافظ۔

(۷۵)

ماجد ولین کا خط سوزان کے نام

پچھلے دنوں ایک عجیب واقعہ پیش آیا جسے میں تم سے کہے بغیر نہیں رہ سکتی۔ چند روز ہوئے مجھے اور ایڈورڈ کو ایک تفریحی جلسے میں شرکت کی دعوت دی گئی اور صاحب جلسہ نے دعوت دیتے وقت یہ بھی کہا کہ اس جلسہ میں ایک بڑا ماہر موسیقی بھی شریک ہوگا' ہم نے اس کا نام معلوم کرنے کی کوشش بھی لیکن اس نے ظاہر نہیں کیا۔

چنانچہ میں اس جلسہ میں گئی اور میرے جانے کا اس کے علاوہ اور کوئی مقصد ہی نہ تھا کہ میں موسیقی کے اس ماہر کو دیکھوں اور اس کے گانے سنوں' چنانچہ میں برابر پیانو کی کرسی کی طرف نگاہیں اٹھا اٹھا کر دیکھ رہی تھی کہ ایک دبلا پتلا سانولے رنگ کا نوجوان' ان لوگوں میں سے نکل کر اس کرسی کی طرف بڑھا یہ اسٹیفن تھا۔

میرے لئے اس کو پہچان لینا کوئی آسان کام نہ تھا' کیونکہ اب وہ پہلا سا پریشان حال انسان نہ تھا' بلکہ ایک دوسرا

انسان تھا نہایت خوش طبع، خوش پوشاک اور خوش اخلاق۔

اس کے بعد اس کی اُنگلیاں پیانوں کے تاروں سے کھیلنے لگیں' ایسا معلوم ہو رہا تھا گویا وہ اس کے تاروں سے نہیں بلکہ دلوں اور جذبات سے کھیل رہی ہیں۔ اسی اثنار میں وہ نہایت ہی پُردرد اور پُرسوز لہجے میں گانے لگا، ہم سُن رہے تھے اور ایسا معلوم ہو رہا تھا گویا ہم اس دُنیا سے کسی دوسری دنیا کی طرف منتقل ہو گئے ہیں اور یہ جو کچھ ہم سُن رہے ہیں اس عالَم آب و گِل کی آواز نہیں ہے بلکہ کسی اور دُنیا کی چیز ہے' یہاں تک کہ جب وہ آخری گیت پر پہونچا تو حاضرین نے اسے چاروں طرف سے گھیر لیا اور اس کی تعریف کرنے لگے۔

وہ بھی ان کی اس تعریف اور عزّت افزائی کا شکریہ ادا کرتا رہا۔ اور بیچ بیچ میں ایک ایسے عجیب اور پُرسکون تبسّم کے ساتھ مُسکراتا رہا کہ اس کی طرف دیکھنے والا یہ نہیں سمجھ سکتا تھا کہ وہ بہ تکلّف مُسکرا رہا ہے۔ لیکن مجھے اس کے اس تبسّم میں کسی اندرونی غم کی جھلک نظر آ رہی تھی۔

جس وقت مَیں نے اور ایڈورڈ نے اسے مُبارک باد دی' تو میں سمجھی کہ وہ ہم لوگوں کو دیکھ کر مُنھ پھیر لیگا' لیکن جوں ہی اس کی نگاہ ہم دونوں پر پڑی' ایک ہلکی سی کپکپی تو ضرور اس کے ہونٹوں میں پیدا ہوئی' لیکن پھر فوراً ہی سنبھل گیا اور ایسے سکون اور اطمینان کے ساتھ ہم سے باتیں کرنے لگا جیسے وہ کسی ایسے سلسلۂ کلام کو ختم کر رہا ہے جو پہلے سے ہمارے اور اس کے درمیان جاری تھا۔

اس کے بعد جوں جوں وقت گزرتا گیا اس کے اور ہمارے درمیان وحشت و اجنبیت کی خلیج کم ہوتی گئی۔ چنانچہ ہم نے اس سے مختلف موضوع پر گفتگو کی اور ایڈورڈ نے اس سے وعدہ کیا کہ عنقریب اس سے ملاقات کے لئے اس کے گھر آئے گا۔ اس کے بعد ہم لوگ ایک دوسرے سے رخصت ہو گئے۔

(۷۶)

ماجد ولین کا خط سوزان کے نام

اے سوزان میرے سینے کے انقباض اور غم و الم کا وہی عالم ہے۔ ایڈورڈ' اپنی عنایتوں کے لحاظ سے مجھ سے جس قدر قریب ہے' اپنے دل اور جذبات کے لحاظ سے اسی قدر دور ہے۔ اس نے اپنے دل کے خالی حصّوں کو مختلف کیفیتوں سے بھر رکھا ہے' جنھیں نہ میں جانتی ہوں نہ سمجھتی ہوں اور محبّت کے لئے صرف ایک چھوٹا سا کونہ رہنے دیا ہے' جہاں محبّت کے لطیف جذبات گھٹتے سے محسوس ہوتے ہیں' اب میرے ساتھ اس کی محبّت بہت سرد ہو گئی ہے' اور شاید وہ اس محبّت سے

زیادہ نہیں جتنا وہ اپنے گھوڑوں، اپنے محلوں اور باغوں سے رکھتا ہے۔

میں جانتی ہوں کہ اگر وہ اس سے زیادہ محبت کرنا چاہے بھی تو نہیں کر سکتا، کیونکہ اس کا نفس ایسا روشن اور پُرشعور نفس نہیں ہے جو محبت کی راہوں میں سے ہر راہ پر چل سکے، وہ محبت کے صرف اُن مادی مفہوم کو جانتا ہے جس سے ایک حیوان بھی ناواقف نہیں۔

اور میری عزیز بہن، سچ تو یہ ہے کہ میں نے اپنی زندگی کے اُن ایام میں جو اس کے ساتھ گزارے باوجود اس سے محبت کرنے کے ایک دن بھی یہ محسوس نہیں کیا کہ میرا دل اس کے دل سے مل گیا ہے بلکہ ہمیشہ یہی خیال کرتی رہی کہ اگرچہ وہ مجھ سے بہت محبت کرتا ہے، تاہم وہ میرے دل میں اس لطیف اور شاعرانہ محبت کا شعلہ روشن کرنے سے قاصر ہے جس کے بغیر ایک عورت اپنے شوہر سے مطمئن نہیں ہو سکتی۔

میں بہت روز سے ایسا محسوس کر رہی ہوں گویا تمام دنیا سے دور ایک ایسے کونے میں پڑی ہوئی ہوں جہاں نہ کوئی بات کرنے والا ہے نہ سننے والا۔ اس لئے جس وقت مجھے کوئی فکر ستاتی ہے یا کسی رنج و خوشی کی خبر سن کر میرے دل کی حرکت تیز ہو جاتی ہے، تو میں ان میں سے کوئی چیز بھی اس سے بیان نہیں کر سکتی کیونکہ وہ اُسے سُن کر یا تو سمجھے گا نہیں، یا اسے حقیر سمجھ کر مجھے بھی حقیر سمجھنے لگے گا۔ اس لئے میرے لئے اس کے سوا کوئی چارۂ کار نہیں ہوتا کہ میں اسے اپنے دل میں گھونٹ گھونٹ کر رکھوں۔

اے سوزان، کیا اب بھی تم یہی سمجھتی ہو کہ مجھے تمہاری احتیاج نہیں ہے اور میرے پاس آنے کی تمہیں کوئی ضرورت نہیں۔

(۷۷)

سوزان کا خط
ماجدولین کے نام

میں دیکھتی ہوں کہ تم اپنے ہر خط میں اسٹیفن کا ذکر کرتی ہو۔ شاید تم اس چیز کو بھول گئی ہو کہ اب وہ تمہارے لئے ایک غیر آدمی کی حیثیت رکھتا ہے اور اس کے ساتھ تمہارا دیرینہ تعلق کبھی کا ختم ہو چکا ہے۔ مجھے ڈر ہے کہیں تمہارے اس رنج کا سبب اسٹیفن کی وہ ملاقات تو نہیں ہے جس کا ذکر تم مجھ سے کر چکی ہو، کیونکہ مجھے یاد نہیں آتا کہ آج سے پہلے بھی میں نے تمہیں کبھی ایڈورڈ کی شکایت کرتے سُنا ہو، یا اس کے ساتھ رہنے میں اس حد تک بیزاری محسوس کی ہو۔ میں جو کچھ کہہ رہی ہوں تم اس سے متوحش نہ ہونا، کیونکہ نہ میں تم پر کوئی تہمت لگاتی ہوں، اور نہ تمہارے بارے میں، جیسا کہ تم خود جانتی ہو کوئی شک و شبہ رکھتی ہوں۔ لیکن مجھے تمہاری

طرف سے اس قدر اندیشہ ضرور ہے کہ کہیں ایسا نہ ہو تمہارے ماضی کی یاد تمہارے حال سے ٹکرائے اور اس طرح تم نہ ماضی کو پا سکو اور نہ حال سے فائدہ اٹھا سکو۔

(۷۸)

ماجد ولین کا خط سوزان کے نام

جس غم کو میں اس وقت اپنے اندر پاتی ہوں، اس کا سٹیفن سے کوئی تعلق نہیں ہے، اور میرے اور اس کے درمیان جو تعلق ہے وہ ان دو دوستوں کے تعلق سے زیادہ نہیں ہے، جن میں سے ایک نے دوسرے کے لئے انتہائی مصیبتیں اور تکلیفیں اٹھائی ہوں اور اس دوسرے شخص نے اس کے ان احسانات کے بدلہ میں اس کا صرف شکریہ ادا کیا ہو۔

تم اپنے خط میں جس چیز کی طرف اشارہ کر رہی ہو، میں قسمیہ کہتی ہوں کہ اس کا میری طبیعت پر کوئی اثر نہیں ہے اور میں سمجھتی ہوں کہ خود اس کی طبیعت پر بھی اس کا کوئی اثر نہ ہوگا، کیونکہ اس رات کے علاوہ جس کا ذکر تم سے کر چکی ہوں، میں اس سے دو مرتبہ اور بھی مل چکی ہوں۔ مگر میں نے اس کی نگاہوں میں یا اس کی گفتگو میں گزشتہ محبت کا کوئی نشان نہیں دیکھا غم کی ایک ہلکی سی جھلک اس کی آنکھوں میں ضرور نظر آتی ہے، لیکن غالباً وہ غمگین و افسردہ نہیں ہے۔ بلکہ وہ اس کے گزشتہ غم کی تصویر ہے جو زمانے نے اس کے چہرے پر کھینچی تھی اور اب اک دھندلے خاکہ کی طرح باقی رہ گئی ہے۔ جس طرح زخم کے مندمل ہو جانے کے بعد اس کا نشان رہ جاتا ہے۔

اس لئے اے سوزان تم مطمئن رہو، میرے متعلق تمہاری رائے آج بھی وہی ہونا چاہیئے جو کل تک رہی ہے۔ اور میرے اور تمہارے درمیان جو یہ بعد ہے، اسے میرے اور تمہارے نفس کا حجاب نہ بن جانا چاہیئے۔

(۷۹)

اسٹیفن کی ترقیاں

اسٹیفن کی شہرت عام ہو گئی، اور اس کا شمار موسیقی کے ماہروں میں ہونے لگا۔ جرمنی اور اس کے قرب و جوار سے لیکر کوبلانس تک بہت سے گانے والوں اور اداکاروں نے اس کے گاؤں میں آکر اس سے ملاقاتیں کیں اور گانے کی فرمائشیں کیں اور اس طرح دولت کے دروازے اس پر کھل گئے۔ اس کا باپ بھی مر چکا تھا اور جو کچھ اس نے چھوڑا اس کا وارث بھی

وہی ہوا، چنانچہ جب وہ کسی کام سے ایک دو روز کے لئے کو بلانس جاتا تو اپنے ہی گھر میں قیام کرتا، اور وہیں اس کے دوست احباب اور اس کے معتقدین اس کی ملاقات کو آیا کرتے۔

اسے اپنی زندگی کے اس نئے راستہ میں ایک قسم کا سکون ملنے لگا تھا، لیکن اس کے باوجود بسا اوقات ان کی تنہائی و خاموشی میں تمام گزشتہ باتیں اس کی آنکھوں کے سامنے آجاتیں کبھی وہ رات اس کو یاد آجاتی جب وہ کو بلانس سے بے یار و مددگار مارا مارا نکلا تھا، اور کبھی وہ رات جب وہ ماجد ولین کو دیکھنے کے لئے سوزان کی شادی میں گیا تھا اور ایک مہمان نے اس کے چہرے پر کوڑا مار کر اسے زخمی کر دیا تھا، کبھی اس رات کا خیال آجاتا جو اس نے اپنے ایک عزیز کے مرنے پر انتہائی خوف و ہراس کے عالم میں اس کے گھر گزاری تھی، اور کبھی اس رات کا جو اس نے ماجد ولین کی سیڑھیوں کے نیچے پڑے پڑے صبح کر دی تھی اور وہ اپنے شبستان عیش میں لپٹی ہوئی ایڈورڈ سے مصروف راز و نیاز تھی اور پھر اس کے سامنے کبھی اس کے بھائی کی تصویر آجاتی، کہ وہ میدان جنگ میں گھوڑوں کی ٹاپوں کے نیچے پڑا ہوا ہے، گھوڑے اسے روند رہے ہیں اور اس کے جسم کو چھلنی بنا رہے ہیں، اور کبھی اس کی نگاہوں میں ماجد ولین کی صورت پھر جاتی کہ وہ ایڈورڈ کے ساتھ اپنے باغ کی بنچ پر بیٹھی ہوئی محبت کی سرگوشیاں کر رہی ہے۔

غرض اس طرح اس کی بدقسمتی کے دن اور بدنصیبی کی راتیں ایک ایک کر کے اس کے سامنے سے گزر جاتیں، اس کے بعد اس کی اُمیدوں کا باغ اپنی پوری تازگی و شادابی کے ساتھ اس کی نگاہوں کے سامنے آجاتا، لیکن پھر فوراً ہی اسے دکھائی دیتا کہ حوادث کی باد سموم نے اس کے سبزہ زاروں کو خشک اور اس کے پھولوں کو کمہلا دیا ہے اور وہ ایک گرم و خشک ریگستان کی نظر کے سامنے ہے۔ جہاں نہ شاخیں جھومتی ہیں، نہ پرندے چہچہاتے ہیں۔ اس وقت اسے معلوم ہوتا کہ وہ تن تنہا عالم اور اس کی نیرنگیوں سے بہت دور زندگی بسر کر رہا ہے، کیونکہ ماجد ولین اس کے پاس نہیں ہے اور یہ مال و دولت اور یہ ثروت و عزت جو اسے حاصل ہے، بے حقیقت ہے اور جو گیت وہ گاتا ہے وہ فی الحقیقت اس کی ناکام آرزوؤں کا ماتم ہے۔

اس کا دل حسرت و اندوہ سے پگھل جاتا اور خوب روتا، یہاں تک کہ اس کا غم کچھ ہلکا ہو جاتا اور وہ پھر زندگی کی عام راہوں پر چلنے لگا۔

اس کی زندگی کے دن اسی طرح گزرتے گئے، یہاں تک کہ ماجد ولین سے اس کی وہ ملاقات ہوئی جس کا ذکر ماجد ولین نے سوزان کے خط میں کیا تھا، وہ اسے دیکھ کر خوش ہوا، لیکن اس خوشی میں اس کے ساتھ گزرے ہوئے زمانہ کی یاد کا رنج بھی شامل تھا۔ تاہم اس نے صبر و ضبط سے کام لیا اور اپنے جذبات کو بے قابو نہیں ہونے دیا۔

کچھ روز بعد ایڈورڈ اپنے وعدے کے مطابق اس کی ملاقات کے لئے اس کے گھر گیا اور اپنے طرزِ عمل پر معافی کا خواستگار ہوا۔

دوسرے دن اسٹیفن اس کی بازدید کے لئے اس کے گھر پہونچا اور ماجد ولین سے بہت فراخ دلی کے ساتھ پیش آیا۔

اس کے بعد بھی وہ اس سے اپنے بعض دوستوں کے یہاں برابر ملتا رہا۔ نیز پبلک جلسوں میں اور کبھی ایڈورڈ کے ساتھ اس سے ملاقاتیں ہوتی رہیں۔ غرض وہ جب بھی ملتا اور جہاں بھی ملتا بڑی محبت سے ملتا۔ لیکن ان تمام باتوں کے باوجود اسکی انتہائی کوشش یہی تھی کہ وہ اس سے تنہائی میں نہ ملے اور معمولی بات چیت کے علاوہ اس سے کسی دوسری گفتگو کا موقعہ نہ آئے، کیونکہ وہ گزشتہ زمانہ کو بھلا دینے پر آمادہ ہو چکا تھا اور اب اسے اپنے سینے کی دبی ہوئی چنگاریوں کو پھر سے ہوا دینے کی کوئی ضرورت نہ تھی، اس کے علاوہ وہ دل ہی دل میں اس کی ان بیوفائیوں پر جو اس نے اس کے ساتھ کی تھیں، ہمیشہ ناراض رہتا تھا اور وہ اس کو پسند نہیں کرتا تھا کہ وہ اس کی گفتگو یا اس کی نگاہوں میں اس غم کے اثر کو محسوس کرے، کچھ تو اپنی خودداری اور خود پسندی کی خاطر اور کچھ اس خیال سے کہ جب وہی میری پروا نہیں کرتی تو پھر میں کیوں کروں، اور جب وہی اپنے عہد و پیمان پر ثابت قدم نہ رہی تو میں کیوں رہوں۔

الغرض یہ کہ اس کے ساتھ اُس کا معاملہ کچھ اس قسم کا تھا کہ ایک ہی وقت میں دو مختلف جذبات اس کے دل میں موجود رہتے۔ ایک جذبہ محبّت اور دوسرا جذبہ ناراضگی، وہ اس سے محبت بھی کرتا، اور اپنے اختیار سے اسے چھوڑ بھی نہیں سکتا۔ اس سے ناراض بھی رہتا اور یہ بھی نہ چاہتا کہ اس کی محبت کا اسے علم ہو۔

(۸۰)

ماجدولین کے حالات میں تبدیلی

ایڈورڈ کا ملال روز بروز بڑھتا رہا، یہاں تک کہ وہ اپنے گھر سے بھی تنگ آگیا اور وہ تمام ان چیزوں سے اپنا دل بہلانے لگا جن سے کمزور طبیعتیں اپنی تنگ دلی اور کبیدگی کا علاج چاہتی ہیں۔ چنانچہ اس نے جُوا کھیلا، شرابیں پیں اور کبھی کبھی راتوں کو گھر سے باہر بھی رہنے لگا۔

ماجدولین پر یہ باتیں بہت شاق گزریں، اسے ان باتوں کا سخت صدمہ ہوا اور اس کی نگاہوں میں مادیت کے وہ تمام مظاہر جو اسے تھوڑی دیر پہلے بہت محبوب تھے، ایک ایک کر کے مکروہ معلوم ہونے لگے۔ چنانچہ رقص گاہوں اور محفلوں میں اس نے شریک ہونا چھوڑ دیا، نمود و نمائش کو ٹھکرا دیا اور زیبایش و آرایش سے بھی دل برداشتہ ہوگئی۔ وہ دن رات اسٹیفن کے اس جملے کو دُہراتی رہتی جو اس نے اپنے "پچھلے کسی خط میں لکھا تھا کہ" اے ماجدولین کبھی یقین نہ کرنا کہ اس دُنیا میں محبت کے علاوہ کوئی دوسری سعادت بھی ہو سکتی ہے اور اگر تم ایسا کرو گی تو یقین جانو اپنے دل کی موت پر آپ دستخط کر دو گی"۔

اس عالم بدنصیبی میں اگر کوئی چیز اس کے لئے باعث تسلّی ہو سکتی تھی تو وہ صرف یہ تھی کہ وہ کبھی کبھی اسٹیفن کو دیکھ لیتی تھی،

اس کی مجلسوں میں شریک ہو جاتی تھی، اور اس کی باتوں میں اب بھی وہ ملکوتی تصورات دیکھتی تھی جو ایک زمانہ تک اسے مسحور کر چکے تھے اور جب سوچتی کہ وہ اپنی گزشتہ زندگی میں اس کے پاکیزہ اور شریف دل کی مالک رہ چکی ہے تو وہ خود اپنے اوپر فخر کرنے لگتی اور اس طرح گزشتہ زمانے کی خوش نصیبی کی یاد موجودہ بدبختی کی تلخیوں کو کچھ کم کر لیتی۔

(۸۱)

ماجد ولین کا خط
سوزآن کے نام

چند روز ہوئے مجھے ایک خوفناک راز کا علم ہوا ہے۔ کاش مجھے اس کی خبر نہ ہوتی اور کاش میں اس کے سننے سے پہلے ہی مر گئی ہوتی۔

ایڈورڈ مفلس و قلاش ہو گیا، اس نے اپنی تمام جائداد فروخت کر دی۔ تاہم اس پر ابھی کچھ قرض اور باقی ہے جس کی ادائگی کی کوئی صورت نظر نہیں آتی، اب میرے لئے اپنے جواہرات اور قیمتی کپڑوں کا فروخت کرنا ناگزیر ہے۔ شاید اسی طرح ہم اپنے رہنے کے مکان کو قرض خواہوں کی دستبرد سے محفوظ رکھ سکیں، مجھے کچھ نہیں معلوم کہ اس کے بعد ہمارا کیا حشر ہوگا۔

گزشتہ رات میں نے خود ہی ان حالات کے متعلق دریافت کیا۔ پہلے تو اس نے ٹال دینے کی کوشش کی آخر مجبور ہو کر اعتراف کیا کہ سب کچھ جوئے کی نذر ہو چکا ہے۔ میں نے اس کی ان حرکتوں پر اپنی ناراضگی کا اظہار تو ضرور کیا، لیکن میرا خیال ہے کہ میں نے اسے کوئی سخت بات نہیں کی۔ مگر اے سوزان تمہیں معلوم ہے اس نے مجھے کیا جواب دیا؟ کہنے لگا کہ "میں نے اپنی زندگی میں صرف ایک ہی غلطی کی ہے اور وہ یہ کہ میں نے ایک ایسی فقیر و محتاج لڑکی سے شادی کی جو مصیبتوں میں میری کوئی مدد نہیں کر سکتی" اور سچ تو یہ ہے کہ اس نے بہت ٹھیک کہا۔ کیونکہ ایک مال دار مرد کے لئے ضروری ہے کہ ایک مال دار لڑکی سے شادی کرے اور اسی طرح ایک فقیر لڑکی کے لئے بھی یہی مناسب ہے کہ ایک غریب مرد سے شادی کرے تاکہ دونوں کا معیار زندگی برابر رہے۔

اے سوزان، میں اپنی حالت پر نہیں روتی کیونکہ میں نے تو اپنی زندگی کے اکثر دن فقر و احتیاج میں گزارے ہیں، بلکہ اس ننھی سی غریب جان پر روتی ہوں جو میرے شکم میں پرورش پا رہی ہے اور جسے شاید کل ہی فقر و احتیاج اور ذلت و بدبختی کے ساتھ جینا پڑے۔ اب تو میں ہر وقت خدا سے ناگہانی موت طلب کرتی ہوں جو میرا اور اس کا جلد سے جلد خاتمہ کر دے۔

(۸۲)

نیلگوں کمرہ

اس مصیبت کا ایڈورڈ کی طبیعت پر اس قدر گہرا اثر ہوا کہ وہ بیمار پڑ گیا اور ایسا سخت بیمار ہوا کہ مرنے کے قریب پہنچ گیا۔

لیکن زندگی کے دن ابھی کچھ اور باقی تھے' اس لئے بچ گیا' اور جوں ہی اس کی حالت ذرا بہتر ہوئی' فوراً ہی اسٹیفن نے جو کہ اس کی علالت کے زمانہ میں اس کے بستر کے پاس سے نہ ٹلتا تھا اور اس مصیبت میں اس کی ہر ممکن امداد و اعانت کرتا رہا تھا' اُس کو اپنے ہمراہ جو تیج لیجانے کی خواہش کی تاکہ اس کا دل ذرا بہل جائے۔ چنانچہ وہ راضی ہو گیا اور ماجد ولین بھی ان دونوں کے ہمراہ روانہ ہو گئی۔ یہانتک کہ جب گاڑی گاؤں کے قریب پہونچی تو فرتز' اس کی بیوی اور اس کے بچوں نے دریا کے کنارے بڑے جوش و مسرت سے استقبال کیا۔

اسٹیفن نے بڑھ کر فرتز سے ہاتھ ملایا اور دونوں دو عزیز دوستوں کی طرح ایک دوسرے سے گلے ملتے رہے۔ پھر اس نے جوزفائن کی پیشانی کو بوسہ دیا اور اس کے بچوں کو اپنے سینہ سے لگا کر انہیں پیار کرتا رہا' وہ اسے دیکھ کر بہت خوش ہوئے اور کہنے لگے "اس مرتبہ تو آپ نے بہت دن لگا دیئے ہمیں ڈر تھا کہ ہمیں چھوڑ کر دہیں نہ رہنے لگیں"۔

ان میں سے بڑا لڑکا جس کی عمر اس وقت تیرہ سال کی تھی اسٹیفن سے کہنے لگا: "دیکھئے یہ وہی نئی چادر اوڑھے ہوئے ہوں جو آپ نے میرے لئے بھیجی تھی"۔ اسٹیفن کہنے لگا: "اب تو تم بغیر دوسرے کی مدد کے خود ہی بادبان کھول لیتے ہو گے؟" کہنے لگا "جی ہاں' بلکہ ہوا کی تیزی کے وقت خود ہی اُسے لپیٹ بھی لیتا ہوں"۔ ان میں سے جو منجھلا تھا اور جس کی عمر اس وقت کوئی نو برس کی تھی اسٹیفن سے کہنے لگا: "ہماری جوتیاں تو پُرانی ہو چکی ہیں کیا آپ ہمارے لئے نئی جوتیاں لائے ہیں؟" اسٹیفن کہنے لگا: "ہاں میں تم سب لوگوں کے لئے بہت خوبصورت جوتے اور اچھے اچھے ٹوپ لایا ہوں"۔ یہ سُن کر ان کے چہرے خوشی سے چمکنے لگے اور وہ سب اپنی ماں کے چاروں طرف جمع ہو کر اُسے یہ خوش خبری سُنانے لگے۔

سب سے چھوٹی بچی اسٹیفن کی چادر سے لپٹ گئی اور بولی: "آپ نے جو بکری ہمیں دی تھی اس کے ایک ننھا سا بچہ ہوا ہے اس کا رنگ سفید اور آنکھیں کالی ہیں ہمارے ساتھ چلو ہم تمہیں دکھائیں"۔ اسٹیفن یہ سُن کر مسکرانے لگا اور اسے چمٹا کر کہنے لگا:۔ "اچھا وکٹورین' میں ابھی تمہارے ساتھ چلتا ہوں"۔ اس کے بعد وہ ماجد ولین کی طرف متوجہ ہوا اور کہنے لگا:۔ "یہ سب لوگ مجھ سے بیحد محبت کرتے ہیں اور میں بھی اب ان لوگوں میں اسی طرح رہتا ہوں گویا اپنے خاندان اور بال بچوں میں رہ رہا ہوں"۔

ماجد ولین یہ سُن کر کانپ گئی اس کے چہرے کا رنگ زرد پڑ گیا' اس کے بعد سب لوگ کشتی میں سوار ہو گئے اور چھوٹا ملاح کشتی کے بادبان کھولنے کے لئے آگے بڑھا اور اسٹیفن کو مخاطب کر کے کہنے لگا: دیکھئے جناب اب میں بغیر کسی کی مدد کے خود ہی بادبان کھول رہا ہوں"۔ اسٹیفن نے کہا: "شاباش میرے بیٹے بہت خوب"۔ اس کے بعد کشتی چلی اور دریا کے دوسرے کنارے سے جا لگی۔ ایڈورڈ اسٹیفن کے بازو کا سہارا لیکر کشتی سے اُترا' اور سب لوگ ٹہلتے ہوئے گھر کی طرف جانے لگے کیونکہ وہ قریب ہی ایک بلند ٹیلے پر واقع تھا۔ اس گھر کی کنجی فرتز کے پاس رہا کرتی تھی اس لئے اس نے آگے بڑھ کر دروازہ کھولا اور دروازہ کھلنے پر سب لوگ پائیں باغ میں داخل ہو گئے۔

سب سے پہلے ماجد ولین کی نگاہ باغ کی چہار دیواری پر پڑی، اُس نے دیکھا کہ دیواریں اندر سے چاروں طرف بنفشہ کے پھولوں کا ایک خوبصورت لباس پہنے ہوئے ہیں اور اسے اسٹیفن کا وہ خط یاد آگیا جو اس نے پانچ سال ہوئے ایڈورڈ سے شادی ہونے سے کچھ پہلے بھیجا تھا اور لکھا تھا کہ اس نے اس کے لئے جو گھر بنوایا ہے اس کے چاروں طرف بنفشہ کے وہی پھول ہیں جنہیں وہ بہت پسند کرتی ہے۔

جب وہ ذرا اور آگے بڑھی تو اسے باغ کے درمیان پانی کا ایک حوض نظر آیا اور اس کے چاروں طرف وہ جنگلہ دیکھا جس کے متعلق اسٹیفن نے اپنے کسی خط میں لکھا تھا کہ اس نے حوض کے چاروں طرف اپنے بچوں کے گر جانے کے خیال سے نصب کرایا ہے۔ پھر اس نے باغ کے ایک کونے میں ایک بڑی سی بنچ بچھی ہوئی دیکھی جس میں دو آدمیوں کے بیٹھنے کی جگہ تھی؛ اور اس کے دوسری طرف قریب ہی بچوں کے لئے ایک چھوٹا سا پالنا لٹک رہا تھا۔

اس وقت اسے اپنی ذلت و رسوائی کا احساس ہوا، اور دل ہی دل میں کہنے لگی: "اس نے مجھے معاف نہیں کیا ہے وہ مجھ سے یہ کشادہ پیشانی صرف اس لئے ملتا ہے کہ مجھے حقیر و ذلیل سمجھتا ہے اور اس قابل بھی نہیں جانتا کہ میرے کسی گناہ کا بدلہ لے اور جن پُر لطف نگاہوں سے وہ مجھے دیکھتا ہے وہ حقیقت میں ایک بڑے آدمی کی رحم آلود نگاہیں ہیں جنہیں وہ ایک بدبخت انسان پر صرف اس لئے ڈالتا ہے کہ وہ اس کی رحمت و شفقت کا محتاج اور امیدوار ہے۔" ان خیالات نے اس کی طبیعت پر بہت بُرا اثر کیا اور وہ غمگین ہوگئی۔

اسٹیفن نے باغ میں ایک طرف اپنے سونے بیٹھنے اور دوستوں سے ملاقات کے لئے چند کمرے بنوائے تھے اور باقی تمام گھر کو یوں ہی خالی چھوڑ دیا تھا اور اس خیال سے کہ کہیں ان چیزوں کو دیکھ کر اس کے گزشتہ جنون کی یاد پھر سے تازہ نہ ہو جائے وہ نہ کبھی اس طرف جاتا اور نہ اس میں ٹھہرتا۔ چنانچہ انہیں کمروں میں سے ایک کمرہ اس نے ایڈورڈ کے لئے بھی مخصوص کر دیا۔

اب رات ہو چکی تھی اور فرتز اور اس کے بیوی بچے اپنے گھر کو جا چکے تھے اور باغبان بھی اپنی کوٹھری میں جا چکا تھا، اور اسٹیفن ماجد ولین کے پاس بیٹھا ہوا تھا اور اس جدائی کے بعد اس سے تنہائی میں ملنے کا آج یہ پہلا موقعہ تھا، چنانچہ اس کے ذہن میں گزشتہ خوش نصیبی کی مٹی ہوئی تصویر پھر سے اُبھرنے لگی، اور اپنے دل میں کہنے لگا: "ہاں یہ وہی گھر ہے اور وہی باغ ہے، یہ وہی سبزہ ہے اور وہی پیڑ ہیں، یہ وہی رات ہے اور وہی چاند ہے اور یہ وہی آسمان ہے اور وہی چاندنی ہے یہ وہی پانی کا حوض ہے جس میں مچھلیاں دوڑتی پھر رہی ہیں اور یہ وہی ماجد ولین ہے جو میرے پاس بیٹھی ہوئی ہے اور میرے اس کے درمیان کوئی حجاب نہیں، لیکن میں اپنا ہاتھ اس کی طرف نہیں بڑھا سکتا بلکہ نظر بھر کر بھی اسے نہیں دیکھ سکتا، کیونکہ اتنی سخت قربت کے باوجود بھی میرے اور اس کے درمیان وہ بُعد ہے جو میرے اور اُفق پر چمکتے ہوئے اُس ستارہ کے درمیان!

وہ اس خیال میں دیر تک مستغرق رہا، آخر ماجد ولین نے خود ہی گفتگو کی ابتدا کی اور بولی: "اے اسٹیفن تمہارا گھر کس قدر خوبصورت ہے اور اس کا نظارہ کیسا دلفریب ہے۔" اسٹیفن سمجھا کہ وہ اس کے ساتھ مذاق کر رہی ہے اور اس کے غنوس کو پوری حقیقت

سمجھ کر اس آزادی و بیباکی سے اُنہیں یاد دلانا چاہتی ہے۔ چنانچہ غیر شعوری طور پر اس کے دل میں وہ چیز آگئی جو خود اس کے ضمیر کے خلاف تھی اور وہ کہنے لگا: "جو شخص ایسے خوبصورت اور عظیم الشان محل میں رہتا ہو جس میں تم رہتی ہو وہ اس مختصر جھونپڑی کی کیا پروا کر سکتا ہے۔"
ماجد ولین یہ سمجھی کہ وہ اسے طعنہ دے رہا ہے۔ چنانچہ اس خیال سے وہ اپنے دل میں آزردہ تو ضرور ہوئی لیکن اس آزردگی میں راحت و مسرت کی ایک خفیف سی آمیزش بھی تھی کیونکہ اس طرح اسے معلوم ہوا کہ اس کی یاد اس کے ذہن سے ابھی تک محو نہیں ہوئی ہے اور اس گزشتہ محبت کا کچھ نہ کچھ اثر اب تک اس کی طبیعت پر قائم ہے۔ چنانچہ اس نے ارادہ کیا کہ وہ اس کے دل کی گہرائیوں تک پہونچ جائے اور کہنے لگی: "انسان خواہ کتنے ہی چھوٹے سے گھر میں کیوں نہ رہے لیکن اگر وہ وہاں خوش ہے تو وہ چھوٹا سا گھر عالیشان اور خوبصورت محلوں سے کہیں بڑھ کر ہے۔"

آستیفن نے یہ سُن کر ایک حسرت بھری نگاہ سے اس کی طرف دیکھا گویا یہ کہہ رہا تھا کہ "نہیں وہ خوش قسمت نہیں ہے بلکہ روئے زمین پر سب سے زیادہ بدنصیب انسان ہے۔" لیکن اس سے پہلے کہ ماجد ولین کو اس کی خبر ہو اس نے اپنی نگاہیں فوراً نیچے کر لیں اور خاموش رہا۔ اس کے بعد وہ بہت دیر تک اس کے ساتھ مختلف قسم کی باتیں کرتی رہی۔ یہاں تک کہ جب رات کا ایک حصہ گزر گیا تو وہ اپنی جگہ سے اُٹھی اور آستیفن بھی اس کے ساتھ ساتھ اُٹھ بیٹھا، اور دونوں باغ میں تھوڑی دور تک ٹہلتے ہوئے چلے گئے یہاں تک کہ وہ اس زینے کے قریب سے ہو کر گزرے جو بالائی منزل کی طرف جاتا تھا۔

ماجد ولین اسے دیکھ کر کہنے لگی: "کیوں آستیفن کیا تم مجھے اجازت دیتے ہو کہ میں اوپر چڑھ کر تمہارے گھر کو دیکھ آؤں، اور اگر تم بھی میرے ساتھ اوپر چلو تو بڑی مہربانی ہوگی۔" پہلے تو آستیفن کچھ پریشان سا ہوا پھر کہنے لگا، "آپ کی مرضی" اور اسے ساتھ لیکر اس زینہ پر چڑھنے لگا جس پر پانچ سال سے اس نے قدم نہیں رکھا تھا اور اوپر پہونچ کر وہ پہلے کمرے کی طرف گیا اور اس کا دروازہ کھول کر کہنے لگا: "یہ وہ کمرہ ہے جسے میں نے اپنے بیٹھنے اور اپنے مطالعہ کے لئے بنوایا تھا، لیکن اب مجھے اس کی کوئی ضرورت نہیں ہے، کیونکہ باغ کے کمروں میں سے ایک کمرہ میں نے اپنے لئے منتخب کر لیا ہے۔" پھر اس نے دوسرے کمرے کا دروازہ کھولا اور کہنے لگا "یہ وہ کمرہ ہے جسے میں نے تمہارے والد مرحوم کے لئے اس وقت بنوایا تھا جب میرا خیال تھا کہ وہ اس گھر میں ہمارے ساتھ رہا کریں گے۔"

اس نے دیکھا کہ اس کمرے کا فرش بہت خوبصورت اور سامان بہت عمدہ ہے اور پھولوں کے گلدان بھی رکھے ہوئے ہیں، جن کے سوکھے ہوئے پھولوں کی بکھری ہوئی پتیاں کمرے میں چاروں طرف پھیلی ہوئی ہیں۔ اپنے والد کو یاد کر کے اس کی آنکھوں میں آنسو ڈبڈبا آئے۔ اس کے بعد وہ تیسرے کمرے کی طرف بڑھا، اس کی کنڈی کی طرف ہاتھ بڑھایا لیکن پھر فوراً ہٹا لیا اور بہت ہی پست اور دبی ہوئی آواز میں کہنے لگا:-

"اے ماجد ولین، مجھے معاف کرنا میں اس کمرے کو کھولنے کی ہمت اپنے اندر نہیں پاتا، کیونکہ یہ وہی کمرہ ہے جسے میں نے اپنے بھائی آدجین کے لئے بنوایا تھا اور میں عہد کر چکا ہوں کہ جب تک زندہ ہوں اس کے دروازوں کو نہیں

کھولوں گا۔"

اس کی اس کیفیت نے ماجد ولین کے دل پر بڑا اثر کیا اور کہنے لگی: "کیوں اسٹیفن، کیا تم ابھی تک ادجین کے لئے غمگین ہو؟" وہ بولا:۔ "ہاں، یہ وہ غم ہے جو تا زیست مجھ سے مفارقت نہیں کر سکتا۔"

اس کے بعد وہ سب سے آخری کمرے کی طرف بڑھا اور بڑے سکون و اطمینان کے ساتھ کنڈی ہٹا کر دروازہ کھول دیا اور خود ایک طرف کو ہٹ کر خاموش کھڑا ہو گیا۔

ماجد ولین نے اس پر ایک نگاہ ڈالی اور سب کچھ سمجھ گئی۔

یہ ایک وسیع و خوبصورت کمرہ تھا جس کی دیواریں نیلے رنگ سے رنگی ہوئی تھیں، زمین پر نیلا فرش بچھا ہوا تھا، ایک طرف مسہری بچھی ہوئی تھی، جس پر نیلے رنگ کی ریشمیں چادر پڑی ہوئی تھی اور دوسری طرف خوبصورت میز رکھی ہوئی تھی، جس پر آرائش کی چیزیں سلیقے سے چنی ہوئی تھیں اور وہیں قریب ہی کپڑے رکھنے کی ایک الماری تھی، اور ایک قد آدم آئینہ لگا ہوا تھا، اور دو شخصوں کے لائق ایک بڑا سا صوفا بچھا ہوا تھا۔ اس کے علاوہ چند اور نیلے رنگ کی کرسیاں بھی تھیں جو قرینے سے رکھی ہوئی تھیں، لیکن ان تمام چیزوں کے اوپر غبار کی ایک ہلکی سی تہہ چڑھی ہوئی تھی۔ وہ سمجھ گئی کہ یہ وہی نیلا کمرہ ہے جس کا ذکر اس نے اپنے پچھلے خطوں میں کیا تھا اور بتلایا تھا کہ اس نے ماجد ولین کی شب خوابی کے لئے ایک کمرہ بنوایا ہے، اور اس کے لئے یہ رنگ صرف اس لئے پسند کیا ہے کہ وہ بنفشہ کے پھولوں کا رنگ ہے جسے وہ بہت دوست رکھتی ہے۔

ماجد ولین نے یہ دیکھ کر دل میں ایک جھٹکا سا محسوس کیا اور بے چین ہو گئی۔ اس نے اسٹیفن کی طرف دیکھا تو وہ سر نیچا کیئے ہوئے خاموش کھڑا تھا اور آنسو بہہ بہہ کر اس کے رخساروں پر گر رہے تھے۔ یہ دیکھ کر اس کی آنکھوں میں بھی آنسوؤں کا طوفان امنڈ آیا، اور اس کے ہاتھ کو اپنے ہاتھوں میں لیکر کہنے لگی: "اے اسٹیفن تمہیں کیا ہو گیا ہے؟" اسٹیفن نے آہستگی سے اپنے ہاتھ کو ماجد ولین کے ہاتھوں سے کھینچ لیا اور کہنے لگا: "کچھ نہیں! مجھے میرے بھائی ادجین کی یاد نے اس وقت بیچین کر دیا تھا۔" یہ کہکر اس نے اُسے نیچے اُترنے کا اشارہ کیا، چنانچہ وہ دونوں اوپر سے نیچے اُتر آئے اور اپنی پہلی جگہ پر جا کر بیٹھ گئے۔

ماجد ولین کہنے لگی: "اے اسٹیفن تم اپنے حال پر رحم کرو، خدا کی مرضی میں کوئی دخل نہیں دے سکتا، اور گئی ہوئی چیز کو واپس نہیں لا سکتا، اور پھر تمہارا بھائی تو بڑی عزت و احترام کی موت مرا ہے، بہت کم لوگ ایسی موت مرتے ہیں اس لئے تمہارا صبر بھی اسی قدر بلند ہونا چاہیئے۔"

یہ سُن کر وہ اس کی طرف دیکھنے لگا اور بولا: "میں اپنی گزشتہ زندگی کے ہر دَور کو بھول سکتا ہوں، لیکن یہ میری طاقت سے باہر ہے کہ میں اس زمانہ کو بھول جاؤں، جو ہم دونوں نے اپنے ماں باپ اور ان کی رحمت و شفقت سے دور جوتیج کے ایک مدرسہ میں گزارا تھا۔ ہماری والدہ تو اپنی قبر میں ابدی نیند سو رہی تھیں اور ہمارے سخت دل باپ کو ہماری کچھ پروا نہ تھی، ہم پھٹا پُرانا پہنتے تھے، سڑا بُسا کھاتے تھے، ہماری جوتیوں میں پیوند ہی پیوند ہوتے تھے، اور ہماری ٹوپیوں میں سوراخ ہی سوراخ نظر آتے

تھے اور ان کے سامنے ہم اپنی تباہ حالی کا کوئی صحیح عذر بھی پیش نہیں کرسکتے تھے، کیونکہ اگر ہم ایسا کرتے تو باپ کی رسوائی ہوتی اور یہ ہمیں پسند نہ تھا۔ خود ہمارے مدرسہ کے طلبہ کا طرزِ عمل بھی ہمارے ساتھ مختلف تھا، کچھ تو ہمیشہ ہمارے ساتھ تمسخر و استہزاء سے پیش آتے اور یہ کچھ نیک دل بھی تھے جو ہماری حالت پر ترس کھاتے، لیکن ہمدرد کے آنسو بھی بے رحم کے تبسم سے کچھ کم نہیں ہوتے، دونوں زخم پر نمک چھڑکتے ہیں، ہمارے لئے ہر طرح مصیبت ہی مصیبت تھی، بسا اوقات ایسا ہوا کہ کوئی بڑا آدمی ہمارے کسی اُستاد کی ملاقات کو آیا اور ہمارے اُستاد نے ہمیں کلاس کے کسی اندھیرے حصے میں چلے جانے کا حکم دے دیا تاکہ اس مہمان کے سامنے ان کی سبکی نہ ہو، اور جب وہ آنے والا شخص چلا گیا تو ہم پھر اپنی اپنی جگہ پر آکر بیٹھ گئے۔ ہمیں اس طرزِ عمل سے جس قدر رنج پہونچتا تھا اسے خدا کے سوا کوئی نہیں سمجھ سکتا۔ لڑکوں کا قاعدہ تھا کہ وہ سب کے سب اتوار کے دن اپنے اُستادوں کے ہمراہ جنگلوں، بیابانوں، دریا کے کناروں یا پہاڑوں کی وادیوں میں عمدہ عمدہ لباس پہن کر سیر و تفریح کے لئے جایا کرتے تھے، لیکن ہم نہیں جاسکتے تھے اور جب ہم تنہا رہ جاتے، تو میں رونے پیٹنے لگتا تھا اور اُدھین کھیلنے کودنے میں مصروف ہو جاتا، یہاں تک کہ میری طبیعت ٹھہر جاتی، آنسو خشک ہو جاتے اور مجبور ہو کر اس کا ساتھ دینے لگتا۔ میں ایک مہربان ماں کی طرح اس سے محبت کرتا تھا اور کسی طرح برداشت نہیں کرسکتا تھا کہ اسے روتے یا تکلیف اٹھاتے دیکھوں، میں سمجھتا تھا کہ اگر میں نے اس کے رخسار پر بہتا ہوا ایک آنسو بھی دیکھ لیا تو غم و اندوہ سے ہلاک ہو جاؤں گا اور بسا اوقات کھانے کے وقت جب میں دیکھتا کہ کھانا تھوڑا ہے تو میں بیمار بن جاتا یا عدمِ اشتہا کا عذر کر دیتا، تاکہ میرے حصے کا کھانا بھی وہ خود ہی کھالے اور میں بھوک کی کمزوری اُس کے چہرے پر نہ دیکھ سکوں، بسا اوقات ٹھنڈی برف سی راتوں میں اس خیال سے کہ کہیں اسے ٹھنڈ نہ لگ جائے میں اپنی رضائی بھی اُسی کو اُڑھا دیتا اور اسے خبر بھی نہیں ہوتی یہانتک کہ جب صبح کو اس کی آنکھ کھلتی اور مجھے اپنے برابر بغیر رضائی کے سوتا ہوا دیکھتا تو مجھے اپنے سینے سے چمٹا لیتا۔

غرض ہم اسی طرح رہتے رہے، یہاں تک کہ ایک دن ایڈورڈ بھی جو ہماری طرح مصیبتوں کا مارا ہوا تھا ہم سے آملا، اور ہم تینوں مل کر ان تکلیفوں کو برداشت کرتے رہے لیکن زمانہ کے بے رحم ہاتھوں نے ہمیں ایک دوسرے سے جدا کر دیا۔"

اتنا کہکر اس کی آواز بھرانے لگی اور دیر تک سر جھکائے ہوئے بیٹھا رہا۔ جب اس نے اپنا سر اُٹھایا تو اسکی دونوں آنکھیں روتے روتے سُرخ ہو گئی تھیں، اس نے ماجدولین پر ایک اشک آلود نگاہ ڈالی اور بولا: "اے ماجدولین، کیا تمہیں معلوم ہے کہ میں نے اس بھائی کے ساتھ جسے میں اس دنیا میں سب سے زیادہ محبوب رکھتا تھا کیا سلوک کیا؟" کہنے لگی "نہیں مجھے نہیں معلوم"۔ کہنے لگا: "آہ، میں نے ہی تو اُسے قتل کیا ہے۔" ماجدولین یہ سُن کر زرد پڑ گئی اور کہنے لگی: "میں نہیں سمجھ سکتی کہ تم کیا کہہ رہے ہو۔" اس نے کہا کہ: "اُدھین نے میدانِ جنگ سے لکھا تھا کہ اس کی زین پُرانی ہو گئی ہے اور اسے ایک نئی زین خریدنے کے لئے بیس فرانک کی ضرورت ہے، اس وقت یہ رقم میرے پاس موجود تھی اور میں اسے دے سکتا تھا، لیکن میں نے بخل سے کام لیا، نتیجہ یہ ہوا کہ عین عالمِ قتال میں اس کی زین کا تسمہ ٹوٹ گیا اور وہ گھوڑے کی پیٹھ سے زمین

پر گر گیا، گھوڑوں کی ٹاپوں نے اسے روند ڈالا اور وہ مر گیا۔"

یہ سن کر ماجد ولین کی آنکھوں میں آنسو ڈبڈبا آئے اور رونے لگی۔ اسٹیفن نے اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر دیکھا اور کہا: "تمہیں معلوم ہے کہ میں نے اس رقم کے دینے سے کیوں انکار کر دیا؟" کہنے لگی: "نہیں مجھے نہیں معلوم۔" کہنے لگا۔ "صرف اس لئے کہ اس رقم کے علاوہ میرے پاس اور کچھ نہ تھا، اور میں حیران تھا کہ یہ رقم میں اسے بھیج دوں یا اس سفر میں خرچ کروں جو تمہیں دیکھنے کے لئے میں کرنے والا تھا۔ آخر میں اس کی زندگی پر تمہارے دیدار کو ترجیح دی۔"

ماجد ولین نے یہ سن کر اپنا سر جھکا لیا اور شرم و حیا سے اس کا چہرہ سرخ ہو گیا، اسٹیفن سلسلۂ کلام کو جاری رکھتے ہوئے کہنے لگا: "اور کیا تمہیں معلوم ہے کہ اس سفر میں میرے اوپر کیا گزری؟" ماجد ولین نے کوئی جواب نہ دیا اور بت کی طرح خاموش بیٹھی رہی۔ اسٹیفن کہنے لگا: "میں تمہیں دیکھنے کے لئے تماشہ گاہ میں پہونچا، لیکن تم وہاں موجود نہ تھیں، میں بہت دیر تک تمہارا انتظار کرتا رہا لیکن تم پھر بھی نہ آئیں، مجھے تمہارے نہ آنے کا سخت صدمہ ہوا، اور وہاں سے نکل کر سوزان کے گھر کی طرف چل دیا، تاکہ معلوم تو کروں کہ تمہارے نہ آنے کا سبب کیا ہے؟ وہاں پہونچ کر ایک اجتماع دیکھا، پوچھنے پر معلوم ہوا کہ آپ کی سہیلی کی شادی ہے۔ تم سے اس قدر قریب ہو جانے کے بعد دل کسی طرح نہ مانا کہ تمہیں دیکھے بغیر لوٹ جاؤں، گو ایک ہی نظر سہی، پھر چونکہ اس بزم خاص تک میرا یوں پہنچ جانا ناممکن تھا اس لئے میں جا کر نوکروں میں شامل ہو گیا، کیونکہ میرے کپڑے ان کے کپڑوں سے ملتے جلتے تھے، اور اس تدبیر سے میں محل کے اندر داخل ہونے میں کامیاب ہو گیا اور ایوان رقص کے دروازے تک پہونچ گیا۔ جب میں نے دروازے کے شیشوں میں سے اندر کی طرف جھانکا، تو تمہیں ایڈورڈ کے ساتھ ناچتے ہوئے دیکھا۔ اس روز تم اپنی نئی زندگی کا افتتاح کر رہی تھیں۔ میں یہ دیکھ ہی رہا تھا کہ دفعتاً دروازہ بڑے زور سے کھلا اور اندر سے کوئی مہمان باہر آیا۔ اس نے مجھے کھڑا ہوا دیکھ کر کسی کام کا حکم دیا، جسے میں اچھی طرح سے پورا نہیں کر سکا اور اس نے طیش میں آ کر میرے منھ پر ایک کوڑا اس زور سے مارا کہ اب تک میرے چہرے پر اس کا نشان باقی ہے۔

یہ کہہ کر اس نے اپنا ہاتھ اپنے رخسارے پر رکھ دیا، گویا ابھی ابھی اس کے چہرے پر یہ کوڑا پڑا ہو اور زور زور سے پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا، اور ماجد ولین کو وہیں چھوڑ کر اپنے کمرے کی طرف چل دیا، ابھی وہ کمرے کے دروازے تک ہی پہونچا تھا کہ ماجد ولین بھی اس کے پیچھے پیچھے آ گئی اور روتے ہوئے اس کی طرف اپنا ہاتھ بڑھایا اور اس کی چادر پکڑ کر کہنے لگی: "اے اسٹیفن کیا تم مجھے معاف نہیں کر سکتے؟"

اسٹیفن نے اپنی چادر کو کھینچ لیا اور کہنے لگا: "آپ اپنے شوہر کے کمرے میں تشریف لے جائیے! وہ بیمار ہے اور ممکن ہے اسے آپ کی ضرورت ہو۔"

یہ کہکر وہ اپنے کمرے میں داخل ہو گیا اور دروازہ اندر سے بند کر لیا۔

---

(۸۳)

ماجد ولین کا خط
سوزآن شے کے نام

اب میرے لئے اس کے سوا کوئی چارہ نہیں کہ تمہارے سامنے ہر بات کا اقرار کروں، میں اسٹیفن سے اب اس قدر محبت کرنے لگی ہوں کہ اپنی گزشتہ زندگی میں بھی اس سے اتنی محبت نہیں کی تھی. کیونکہ اب میری یہ محبت اُمید و تمنا کی آمیزش سے پاک ہے۔

نہیں! بلکہ میرا تو یہ عقیدہ ہے کہ میں اس کے خیال سے ایک دن کے لئے بھی غافل نہیں ہوئی تھی اور نہ اس کی یاد کبھی میرے دل سے محو ہوئی تھی۔ میں اس وقت اپنے آپ کو دھوکہ دے رہی تھی، جب میں نے یہ خیال کیا تھا، کہ میں اس کے بغیر زندہ رہ سکتی ہوں یا اس کے علاوہ کسی دوسرے انسان کے ساتھ زندگی گزار سکتی ہوں۔

وہ مجھ سے اب تک دیوانہ وار محبت کرتا ہے اور گزرے ہوئے زمانہ کو اس طرح یاد کرتا ہے گویا وہ اس وقت بھی اُس کی آنکھوں کے سامنے ہے، میں اس کی اس حالت سے بیخبر تھی اور بظاہر اس کی طبیعت پر اس کا کوئی اثر نہیں دیکھتی تھی۔ لیکن چند ہی روز کی بات ہے کہ مجھے اس کے ساتھ ایک رات تنہائی میں ملنے اور گفتگو کرنے کا موقع ملا، تو دبی ہوئی چنگاریاں بھڑک اُٹھیں، اور اس کے سوتے ہوئے جذبات نے ایک طوفانی شکل اختیار کرلی۔ وہ رو دیا، اس وقت میں سمجھی کہ وہ مجھے بھولا نہیں ہے بلکہ اپنے قلبی کیفیات اور غموں کو مجھ سے چھپائے ہوئے ہے، مجھے سخت صدمہ ہوا اور اسے روتا دیکھ کر میں خود بھی رونے لگی۔ میں نہیں کہہ سکتی کہ مجھ پر اس کے خلوص و محبت کے اس شریف جذبہ کا کتنا اثر ہوا کہ وہ اس عورت پر اب بھی جان دیتا ہے، جس نے اس کے ساتھ اتنی سخت بیوفائی کی تھی۔

اس نے اس وقت تک شادی کا خیال بھی نہیں کیا ہے، اور نہ اس نے اپنے مکان کی بالائی منزل کو جو اس نے میرے رہنے کے لئے بنوائی تھی، ایک رات کے علاوہ کبھی کھولا ہے۔ شادی کا کمرہ بھی بدستور اپنی حالت پر ہے اور گرد و غبار کی ایک تہہ اس کے پلنگ، اس کی کرسیوں اور اس کے پردوں پر چڑھی ہوئی ہے، اس کمرے کو دیکھ کر میری وہی حالت ہوئی جو کسی پرانی قبر کو دیکھ کر ہوتی ہے۔

اے سوزان، میں ہر طرح سے نقصان میں رہی، وہ دولت بھی مجھ سے رخصت ہوئی جس کے عوض میں نے اپنی خوش نصیبی کو بیچا تھا اور وہ انسان بھی مجھ سے چھوٹ گیا، جس کے سوا میں کسی دوسرے سے محبت کر ہی نہیں سکتی تھی۔ میں نہیں جانتی کہ ان تمام مصائب و آلام کے بعد دنیا میں میرے لئے کیا ہے؟

میرا جوڑ جوڑ کانپ رہا ہے اور میرا خیال ہے کہ عذاب کا وقت بہت قریب آگیا ہے۔

(۸۴)

ماجد ولین کا خط
سوزانؔ کے نام

مصیبت کا زبردست پہاڑ مجھ پر ٹوٹ پڑا۔ ایڈورڈ مجھے چھوڑ کر کہیں چلا گیا، لیکن کہاں گیا، مجھے نہیں معلوم۔ کچھ لوگ کہتے ہیں کہ ہیمبرگ سے جہاز پر سوار ہو کر امریکہ چلا گیا ہے۔

خدا بھلا کرے اسٹیفن کا جس نے مصائب نازل ہونے کے بعد اس کے حالات کو ایک حد تک درست کیا اور اس کی امداد و اعانت میں وہی سب کچھ کیا جو ایک بھائی دوسرے بھائی کے لئے کر سکتا ہے۔ لیکن وہ ابھی اپنی اس لغزش سے پوری طرح سنبھلا بھی نہ تھا کہ اپنی پہلی عادت کی طرف لوٹ گیا اور اندھا دھند پاگلوں کی طرح جوئے میں کود پڑا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ چند ہی روز میں دو ہزار فرانک سے زیادہ کا مقروض ہو گیا اور مجبوراً اسے دیوالیہ ہو جانا پڑا۔ چنانچہ میں نے اپنے تمام جواہرات اور قیمتی کپڑے فروخت کر دیئے اس امید پر کہ شاید میں اسے اس مصیبت سے بچا سکوں، لیکن میں کچھ نہ کر سکی۔ پھر ایک روز صبح کو میں اس کی خوابگاہ میں گئی تو وہ وہاں موجود نہ تھا۔ نوکروں سے دریافت کیا، تو ایک نوکر نے مجھے بتلایا کہ اس نے سورج نکلنے سے پہلے ہی دروازے سے نکلتے ہوئے دیکھا تھا اور اس کے ہاتھ میں اس کا سفری سوٹ کیس تھا۔ لیکن وہ یہ نہیں بتلا سکتا کہ کدھر گیا ہے۔

اس کے بعد مجھے معلوم ہوا کہ اس نے اپنے سب سے بڑے قرض خواہ کے ہاتھ اپنا مکان فروخت کر دیا ہے اور ادائے قرض کے بعد جو بچا اسے لیکر چلا گیا اور باقی قرض خواہوں کو یوں ہی ان کے حال پر چھوڑ گیا۔ چنانچہ میں سمجھ گئی کہ اس نامناسب حرکت کے بعد، جس کی کوئی شریف انسان جرأت نہیں کر سکتا، وہ کبھی واپس نہ ہوگا۔

اب میرے لئے اس کے علاوہ کوئی صورت نہ تھی کہ اس کے بقیہ قرض کو، اس کی عزت و احترام کے خیال سے خود ادا کروں۔ چنانچہ میں نے اپنا وہ گھر بھی فروخت کر دیا جو مجھے میرے والد کی طرف سے ترکہ میں ملا تھا، اور اس کے متصل جو زمین تھی وہ بھی بیچ دی۔ میں نے ہر جگہ دریافت کیا اور جہاں جہاں میں سمجھتی تھی کہ اس کا کوئی تعلق ہو سکتا ہے، میں اسے تلاش کرنے کے لئے خود گئی۔ لیکن مجھے اس کا کوئی پتہ نہ چل سکا۔ اور خدا ہی بہتر جانتا ہے کہ جب سے اب تک میں کس قدر آنسو بہا چکی ہوں اور اس مصیبت کے نازل ہونے کے بعد سے اب تک کیسی کیسی سختیاں اُٹھا چکی ہوں اور پھر ستم بالائے ستم یہ کہ کل ہی اس گھر کے نئے مالک نے میرے نام ایک خط بھیجا ہے اور گھر کے خالی کر دینے کا مطالبہ کیا ہے، میری سمجھ میں نہیں آتا کہ کیا کروں اور کہاں جاؤں، نہ کوئی عزیز ہے جس کے گھر جا کر پڑ رہوں اور نہ کوئی دوست ہے جس سے مدد کی امید کروں، اور نہ اتنی قدرت

کہ اس زندگی میں جو کچھ خدا کی طرف سے میرے لئے مقدر ہو چکا ہے اسے برداشت کرسکوں۔

اسٹیفن نے بھی کو بلانس آنا چھوڑ دیا، اب میں اسے نہیں دیکھتی اور نہ اس کی کوئی خبر سنتی ہوں۔ معلوم نہیں وہ آتے آتے کیوں رُک گیا، بارہا میرے دل میں آیا کہ خودکشی کرلوں مگر پھر اس خیال سے رُک گئی کہ اگر میں نے ایسا کیا تو میرے ساتھ ایک بے گناہ ننھی سی جان کا بھی خون ہوگا۔

اے سوزان تم یہاں میرے پاس چلی آؤ، یا مجھے اجازت دو کہ میں ہی تمہارے پاس آجاؤں، لیکن نہیں! خود تمہیں کو آنا پڑے گا، کیونکہ میں تو آج کل اتنے دور کا سفر نہیں کرسکتی جواب اس بوجھ سے سبکدوش ہونے کا زمانہ بہت قریب آپہونچا ہے۔

میں کل ہی سے تمہارے خط کا انتظار شروع کردونگی، کیونکہ تمہارے سوا میرا اس دنیا میں کون ہے جس پر بھروسہ کرسکوں۔

(۸۵)

ماجدولین کا خط سوزان کے نام

میں کل تمہارے خط کا بڑی بیچینی سے انتظار کرتی رہی، لیکن نہیں آیا۔ کاش مجھے معلوم ہوجاتا کہ کیوں نہیں آیا۔ کیا تم بیمار ہوگئیں؟ یا کوئی ایسا ضروری کام پیش آگیا جو مجھے خط لکھنے کی فرصت بھی نہ مل سکی۔ بہرحال کچھ بھی ہو تم مجھے جلد خط لکھو، کیونکہ میری مصیبتیں اب انتہا کو پہونچ چکی ہیں۔ لوگوں نے میرے پاس آنا جانا بند کردیا ہے، اور اب نہ میری کوئی سہیلی ہی نظر آتی ہے اور نہ ایڈورڈ کے دوستوں میں سے کوئی دوست دکھائی دیتا ہے۔

زندگی میری آنکھوں میں اندھیر ہے، اور آنکھیں روتے روتے خشک ہوچکی ہیں۔ اور خودکشی کا خیال آج ہمیشہ سے زیادہ مجھ کو ستارہا ہے۔

اے سوزان، تم میرے معاملہ میں غور کرو، اور مجھے لکھ دو کہ تم میرے پاس آرہی ہو، یا خود مجھے اپنے پاس چلے آنے کی اجازت دو۔ اگر کل بھی تمہارا خط نہیں آیا تو میں کہہ نہیں سکتی کہ پرسوں میرا کیا حشر ہو۔

---

(۸۶)

فرڈریک کا خط

ماجد ولین کے نام

یہ خط میں تمہیں اس حالت میں لکھ رہا ہوں کہ سوزان اپنی علالت کے نہایت ہی نازک دور سے گزر رہی ہے۔ طبیب نے مجھے ہدایت کر دی ہے کہ میں اسے ہر اس چیز سے بیخبر رکھوں جو اس کی طبیعت پر رنج یا خوشی کا کوئی اثر پیدا کر سکے۔ یہی وجہ تھی کہ میں نے اب تک اسے ہر بات سے بیخبر رکھا، یہاں تک کہ ان خطوں کی بھی اطلاع نہیں دی جو اس زمانہ میں اس کی سہیلیوں کی طرف سے اس کے نام آتے رہے ہیں، مجھے معاف کرنا کل شام میں نے تمہارا آخری خط پھاڑ کر پڑھ لیا۔ اس وقت مجھے تمہاری بعض تکلیفوں کا حال معلوم کر کے سخت صدمہ ہوا اور میں نے ارادہ کیا کہ سوزان کو یا تو تمہارے خطوں کی اطلاع کر دوں، یا اسے خبر کیئے بغیر ہی تمہیں لکھ دوں کہ تم ہمارے پاس چلی آؤ، لیکن پھر اس ڈر سے رُک گیا کہ کہیں تمہارے مصائب کا غم یا تمہاری ملاقات کی خوشی اسے ہلاک نہ کر دے۔ لہذا میں تم سے استدعا کرتا ہوں کہ ابھی تم وہیں رہ کر چند ہفتے انتظار کرو، یہاں تک کہ میں خود اس کے لئے کوئی تدبیر نکالوں، یا سوزان کی علالت میں تخفیف ہو جائے۔

(۸۷)

مکافاتِ عمل

ماجد ولین نے اس خط کو پڑھا اور سمجھ گئی کہ سوزان نہ تو بیمار ہے اور نہ اتنی نزار کہ اس کے خطوں کو پڑھ بھی نہ سکے، جیسا کہ اس کے شوہر نے لکھا ہے بلکہ وہ اسے ٹالنا چاہتی ہے۔ اسی اثنا میں اس کی ایک سہیلی جو سوزان کی بھی دوست تھی، اس کے پاس آئی اور ماجد ولین نے اس سے پوچھا کہ اس کے پاس سوزان کا آخری خط کب آیا تھا؟ وہ کہنے لگی کہ "کل ہی تو اس کا خط آیا ہے جس میں اس نے مجھے میری سال گرہ پر مبارک باد لکھی ہے اور یہ خواہش ظاہر کی ہے کہ میں یہ موسم بہار اس کے ساتھ برلن میں گزاروں۔ چنانچہ میں نے اس کی اس مبارک باد کا شکریہ اور اپنے نہ آسکنے کی معذرت لکھ بھیجی ہے۔"

یہ سُن کر ماجد ولین چُپ ہو گئی اور جب وہ لڑکی چلی گئی تو دل ہی دل میں کہنے لگی :۔

— "اس کے اس فعل پر اظہار ناراضگی بیکار ہے۔ خدا کی مرضی یہی ہے کہ مجھے میری بیوفائی کا بدلہ بیوفائی، اور ناشکری کا بدلہ ناشکری سے دیا جائے۔"

(۸۸)

آخری آنسو

ایک روز صبح کو جب قصبۂ ولغاخ کے رہنے والے بیدار ہوئے تو یہ دیکھ کر انہیں سخت تعجب ہوا کہ وہی لڑکی جو کل اُن سے اس حال میں جُدا ہوئی تھی کہ اس کا خوبصورت چہرہ تمام لڑکیوں سے زیادہ تروتازہ اور اس کا حال ان سب سے زیادہ سازگار تھا، آج ان کی طرف اس حال میں لوٹی ہے کہ اس کا چہرہ کمہلا کر زرد پڑ گیا ہے، حالت تباہ اور رنگ فق ہے۔ پھٹے پُرانے کپڑے بدن سے لپٹے ہوئے ہیں، رفتار سے بیچارگی اور ذلت کے آثار نمایاں ہیں اور جب چلتی ہے تو گرانی سے اس کے قدم مشکل سے اُٹھتے ہیں۔ لوگ اسے دیکھ کر انگشت بدنداں رہ گئے۔

وہ اسی طرح اپنے گرد و پیش سے بیخبر چلی جارہی تھی ـــــ کہ وہ اس گھر کے سامنے سے گزری جہاں اس نے اپنے بچپن اور جوانی کے دن گزارے تھے، اور جہاں ایک مدت تک ایک پاکیزہ اور شریف محبت نے اس کی زندگی کو مسرور بنا رکھا تھا، اس کا دل رنج و غم سے دھڑکنے لگا اور تھوڑی دیر کے لئے وہ اس کے سامنے کھڑی ہو کر اسے دیکھتی رہی، اُس نے دیکھا کہ خاموشی ہر طرف چھائی ہوئی ہے۔ وہ سمجھ گئی کہ یہ اب تک خالی ہی پڑا ہے، چونکہ باغ کا دروازہ کُھلا ہوا تھا اس لئے اس کے دل نے اندر داخل ہونے کا مشورہ دیا اور وہ اندر چلی گئی۔

ابھی چند قدم گئی ہوگی کہ اس نے باغبان اور اس کی بیوی کو ایک بڑے درخت کے نیچے بیٹھے اور کھانا پکاتے ہوئے دیکھا، وہ قدم بڑھاتی ہوئی ان کے قریب پہونچ گئی۔ اُنہوں نے اسے دیکھا اور جب کچھ دیر بعد پہچان لیا تو گھبرا کر کھڑے ہو گئے اور قریب پہونچ کر سلام کیا۔ باغبان نے اسے غم آلود نگاہ سے دیکھا اور کہنے لگا: "یہ آپ کا کیا حال ہے"؟ اس نے اپنا مختصر قصہ بیان کیا اور کہنے لگی: "میں اس گھر کی بالائی منزل کو ایک یا دو مہینہ کے لئے کرایہ پر لینا چاہتی ہوں، کیا تم اس گھر کے مالک سے میرے لئے اس مدت کی اجازت لے سکتے ہو؟" باغبان یہ سُن کر رونے لگا اور ایک گھنٹہ کے اندر ہی اندر اس نے اس کے لئے اس کمرے کا انتظام کر دیا جس کی خواہش اس نے ظاہر کی تھی۔ چنانچہ وہ اوپر چڑھ گئی اور اسے بدستور اسی حالت پر پایا۔

اس نے اس دن کو یاد کیا جب وہ اسٹیفن کے چلے جانے کے بعد اوپر آئی تھی اور اس کی جُدائی کے غم میں اس کے فرش کو اپنے آنسوؤں سے بھگویا تھا، وہ پچھلے دنوں کو یاد کرنے لگی اور رونے لگی، کیونکہ زمانہ اپنے ترکش کے سارے تیر اس پر برسا چکا تھا اور زندگی کے تمام راستے اس پر بند ہو چکے تھے۔

اس کا شوہر اسے چھوڑ چکا تھا، اس کی سہیلی اس سے خیانت کر چکی تھی اور جو اس کا محبوب تھا وہ اس سے بگڑ چکا تھا اور وہ دولت جس کے لئے اس نے اپنی وفاداری کو بیچا تھا اس کے ہاتھوں سے نکل چکی تھی۔ اب اس کے لئے مرجانا بھی مشکل تھا،

کیونکہ اپنے بچّے کو وہ اپنے ہاتھ سے قتل نہیں کر سکتی تھی اور زندہ رہنا بھی آسان نہ تھا کیونکہ اسباب زندگی میں اس کے پاس کچھ بھی نہ تھا۔

الغرض چند روز تک وہ اسی حالت میں رہی، آخر وہ دن آپہونچا جس کا انتظار تھا، درد بڑھنے لگے۔ ایسے نازک وقت میں سوائے باغبان کی بیوی اور ایک دوسری بڑھیا کے جو اس کی پڑوسن تھی کوئی شخص اس کے پاس نہ تھا۔ چنانچہ تھوڑی ہی دیر میں ایک خوبصورت لڑکی نے اس دُنیا میں قدم رکھا، جسے دیکھ کر پہلے تو وہ ذرا مسکرائی لیکن پھر اس قدر پھوٹ پھوٹ کر روئی جیسے کوئی اپنے اکلوتے بچّے کو مرتے ہوئے دیکھ کر رونے لگتا ہے۔

اس کے چند ہی روز بعد اسے یہ خبر ملی کہ ایڈورڈ نے شگاگو کے کسی ہوٹل میں ایک رات جوئے میں سب دولت ہار کر گلے میں پھندا لگا کر خودکشی کرلی۔ یہ خبر سُنتے ہی وہ بیہوش ہوگئی اور جب اسے ہوش آیا تو وہ ایک بُت کی طرح خاموش تھی۔ نہ کچھ کہتی نہ سُنتی، بلکہ اس وقت تک اپنی بچّی کو دودھ بھی نہ پلاتی جب تک اس کے رونے سے مجبور نہ ہو جاتی، نہ وہ صبح کو کھانا مانگتی نہ شام کو، اور اگر کوئی اس کے سامنے لے بھی آتا تو ایک دو لقمے کھا کر ہاتھ کھینچ لیتی تھی۔ گھنٹوں گزر جاتے اور وہ آسمان کی طرف دیکھتی رہتی اور جب اس کی طبیعت ذرا ٹھکانے ہوتی تو مالی سے بس اس قدر پوچھ لیتی کہ کیا اس کے نام کوئی خط آیا تھا، یا اس کے متعلق کسی نے کچھ پوچھا تھا؟ اور جب وہ کہتا نہیں، تو پھر اپنی پہلی سی خاموشی اور محویت کی طرف لوٹ جاتی تھی۔

(۸۹)

اسٹیفن کی سیاحت

اس روز رات کو ماجد ولین سے گفتگو کرنے کے بعد اسٹیفن کے زخم پھر ہرے ہوگئے اور اس کی شوریدگی نئے سرے سے اُبھر آئی چنانچہ اس نے ایک طویل سفر اختیار کیا، موسیقی کے بڑے بڑے ماہروں اور مشہور ڈرامہ لکھنے والوں سے ملاقاتیں کیں، ان لوگوں نے بھی اس کے اعزاز میں بڑے بڑے جلسے کیے اور اس کے ساتھ بڑی محبّت سے پیش آئے۔ اس نے اپنے اس سفر میں بہت سے گیت نظم کیے اور پھر انھیں بڑی خوبی سے ادا کیا اور تمثیلی روایتوں اور افسانوں کے بہت سے گانوں کو اپنے مخصوص انداز میں پیش کیا اور جن جن لوگوں نے اس کے گیتوں یا سازوں کو سُنا سب نے متفقہ طور پر یہی کہا کہ بیتھوفن کے بعد سے آج تک جرمنی کے آسمان پر ایسا سورج کبھی نہیں چمکا۔

وہ اپنی اس سیاحت میں کئی مہینے مصروف رہا، یہاں تک کہ ایک روز اس کے پاس کوبلانس سے اس کے ایک دوست کا خط پہونچا جس میں ایڈورڈ کے امریکہ چلے جانے اور وہاں پہونچکر اس کے خودکشی کر لینے کی اطلاع تھی، وہ اس خبر کو پڑھ کر بہت غمگین ہوا اور سوچنے لگا ــــ معلوم نہیں اس مصیبت کے نازل ہونے کے بعد ماجد ولین پر کیا گزری۔ چنانچہ وہ کوبلانس کے لیے

روانہ ہوگیا، اور وہاں صرف ایک رات ٹھہر کر دوسرے دن صبح کو جوتیج کے لئے چل دیا اور یہاں پہونچ کر اسے معلوم ہوا کہ وہ اپنی بچی کے ساتھ اپنے پُرانے گھر کی بالائی منزل میں بدبختی و بدنصیبی کے دن گزار رہی ہے۔

اس وقت وہ اپنے غم و غصہ کو بھول گیا اور صبح کے وقت اپنی گاڑی پر سوار ہوکر ولفاخ کے لئے روانہ ہوگیا اور پہر کے قریب وہاں پہونچ سیدھا موّلر کے گھر کی طرف گیا اور گاڑی سے اُتر کر مالی کے پاس آیا اور ماجد ولین کے متعلق دریافت کرنے لگا۔ "اس نے اس کا سارا حال مختصراً بیان کیا اور کہا کہ غم اس پر اس درجہ مسلط ہے کہ قریب ہے اسے ہلاک کردے۔"

اسٹیفن نے کہا: "تم جاکر اسے میرے آنے کی خبر کردو۔" وہ کہنے لگا کہ "وہ اپنا اکثر وقت اُسی کرسی پر بیٹھ کر گزارتی ہے جس پر تم دونوں کسی وقت بیٹھا کرتے تھے اور میں اسے اس وقت بھی وہیں بیٹھا ہوا چھوڑ آیا ہوں۔"

اسٹیفن قدم بڑھا کر اس کرسی تک پہونچ گیا لیکن ماجد ولین کو اس کے آنے کی اس وقت تک خبر نہیں ہوئی جب تک کہ وہ اس کے سامنے نہیں پہونچ گیا۔

وہ اسے دیکھتے ہی کانپنے لگی، اس کے اعضا ڈھیلے پڑگئے اس کا تنفس بے ترتیب ہوگیا اور اپنی جگہ سے اُٹھ بھی نہ سکی اسٹیفن اس کے برابر بیٹھ گیا اور اس کی مصیبت پر اسے تلقین صبر کرنے لگا اور جب رفتہ رفتہ اس کا دل ٹھہرا تو کہنے لگی:۔

"اے اسٹیفن اگر تم مجھے معاف کردو تو میں ان مصائب و آلام کو بڑے صبر و تحمل کے ساتھ برداشت کرسکتی ہوں۔"

اسٹیفن دیر تک سر جھکائے بیٹھا رہا پھر اس نے اپنا سر اُٹھایا اور کہنے لگا: "لیکن معاف کردینا تو میری قدرت سے باہر ہے۔"

یہ سُن کر موت کی زردی اس کے چہرے پر چھاگئی اور اسے ایسا معلوم ہوا گویا اس کی روح اس کی آنکھوں سے قطرہ قطرہ ہوکر ٹپک رہی ہے۔ اس نے کہا: "اے اسٹیفن کیا یہ جگہ جہاں ہم بیٹھے ہوئے ہیں، تمہیں ہماری پچھلی باتوں میں سے کسی چیز کو یاد نہیں دلاتی؟" کہنے لگا: "ہاں، بس اس چیز کی یاد دلاتی ہے جس نے میری تمام آرزوؤں اور تمناؤں کو برباد اور دل کو ٹکڑے ٹکڑے کردیا تھا، کیا میں وہ وقت بھول سکتا ہوں، جب آج سے پانچ برس پہلے تم اسی جگہ مجھے تڑپتا ہوا چھوڑ کر چلی گئی تھیں اور میری آنکھوں کے سامنے تم اپنے منگیتر کا ہاتھ پکڑ کر اسے اپنے کمرے کی طرف کو لے گئی تھیں، بغیر سوچے ہوئے کہ مجھ غریب پر کیا گزری، آیا میں زندہ بھی رہا یا نہیں۔ پھر اس کے بعد میں نے تم کو کیسے کیسے درد بھرے خط لکھے لیکن تم نے ان سب کو پس پشت ڈال دیا، اور پھر ایک مدت کے بعد تم نے مجھے دو حرف لکھے بھی تو وہ جنہوں نے میری اُمید کا آخری دھاگہ بھی توڑ دیا۔

مجھے اس وقت یاد ہے کہ تم نے اپنے اس آخری خط میں مجھ سے یہ خواہش کی تھی کہ اب ہم گزشتہ زمانہ کی یاد کو بھول جائیں اور محبت کی جگہ دوستی کا رشتہ ہمارے درمیان قائم ہوجائے، پس اب میں اُسی دوستی کے نام پر تمہارے پاس آیا ہوں، اور میں تمہاری ہر مدد کے لئے تیار ہوں"۔ ماجد ولین نے روتے ہوئے اس کی طرف ہاتھ بڑھایا اور کہنے لگی: "اے

آسٹیفن کیا میرے لئے تمہارے دل میں اب کوئی جگہ باقی نہیں؟" یہ سُن کر آسٹیفن کا دل ہل گیا اور یہ دیکھ کر کہ اسکے دونوں ہاتھ بڑی عاجزی سے اس کی طرف پھیلے ہوئے ہیں، دل نے تقاضہ کیا کہ وہ اسے اپنی آغوش میں لے لے اور اسے سینہ سے لگالے لیکن پھر فوراً ہی اس کی شادی کی وہ رات یاد آگئی جب وہ اس کے دروازے کے سامنے کھڑا ہوا تھا اور وہ اپنے شوہر کی آغوش میں پڑی ہوئی اس سے محبت کی باتیں کر رہی تھی، اس خیال کے آتے ہی غیرت و خودداری کا شعلہ پھر اس کے دل میں بھڑک اُٹھا۔

ماجد ولین اس کے دونوں ہونٹوں کی طرف برابر اس انداز سے دیکھتی رہی گویا ایک مجرم اپنے فیصلہ کے لئے قاضی کی جنبشِ لب کا منتظر ہے۔ وہ اس ایک لفظ کے انتظار میں تھی جو یا تو اسے خوش نصیبی کے اس آسمان پر پہونچا دیگا جس کے اوپر کوئی دوسرا آسمان نہیں ہے یا بدقسمتی کے اس گڑھے میں گرا دے گا، جس سے نیچے کوئی زمین نہیں ہے۔

اس نے آسٹیفن کی طرف اپنا ہاتھ بڑھایا اور اس کے ہاتھ کو اپنے ہونٹوں سے لگایا اور پھر اپنی آنکھوں پر رکھ کر رونے لگی۔ اس وقت وہ تمام باتوں کو بھول گیا۔ وہ اس پر جُھک گیا اور جب ان دونوں کے ہونٹ ملنے کے قریب ہوئے تو ماجد ولین بولی کہ:۔ "تم تو میری زندگی ہو اور تمہارے بغیر میری زندگی ناممکن ہے" اور یہ بالکل وہی الفاظ تھے جو اس نے آج سے پانچ سال پہلے حجلۂ عروسی کے اندر اپنے شوہر سے کہتے ہوئے سُنے تھے۔ جوں ہی یہ آواز اس کے کانوں میں پہونچی وہ دیوانوں کی طرح کود کر ایک طرف کھڑا ہو گیا اور اپنا ہاتھ کھینچ لیا اور ایسے جھٹکے کے ساتھ اسے اپنے پاس سے ہٹا دیا کہ وہ کُرسی سے نیچے گر پڑی اور گرجتی ہوئی آواز میں کہنے لگا: "نہیں میرے دل میں تمہارے لئے کوئی جگہ نہیں۔" اس کے بعد وہ اسے اسی جگہ چھوڑ کر سر جھکائے ہوئے چلا آیا اور جب باغ کے دروازے کے قریب پہونچا تو باغبان کو ایک سربمہر لفافہ دے کر بولا۔ "اسے ماجد ولین کو دے دینا" اور اپنی گاڑی پر سوار ہو کر لوٹ آیا۔ باغبان لفافہ لے کر پہونچا تو وہ کُرسی کے نیچے پڑی ہوئی تھی اور سکرات موت کی سی تکلیف میں مبتلا تھی۔ وہ اس کے پاس بیٹھ گیا اور جب تک اس کے ہوش و حواس درست نہ ہو گئے وہیں ٹھہرا رہا۔ اس کے بعد اس نے وہ لفافہ اسے دے دیا اور وہ خاموشی سے اسے لے کر اوپر چڑھ گئی، اس وقت اس کے چہرے پر مُردنی چھائی ہوئی تھی، اس نے وہ تمام رات چراغ کے پاس بیٹھ کر گزار دی۔ کبھی لکھتی تھی اور کبھی روتی تھی اور جب ان باتوں سے ذرا فرصت ملتی تو وہ اپنی بچی کو اپنی چھاتی سے لگا لیتی تھی یہاں تک کہ صبح کا تڑکا نمودار ہو گیا۔

(۹۰)

مصیبت

ابھی سورج بلند نہ ہوا تھا کہ فرتز اپنی بیوی سے بولا: "دیکھو مجھے تو ابھی یہیں ٹھہرنا ہے، کیونکہ آسٹیفن کے لئے میں ایک

خاص قسم کی مچھلی پکڑنا چاہتا ہوں، جس کے متعلق کل ہی اس نے مجھے ہدایت کردی تھی۔ تم اس کے پاس چلی جاؤ اور اس کے اُٹھنے کا انتظار کرو، لیکن چھوٹے بچّے کے علاوہ اور کسی کو اپنے ساتھ نہ لینا۔ آج وہ بہت دیر سے اُٹھے گا، کیونکہ کل وہ اپنے دلفاخ کے سفر سے بہت غمگین وافسردہ لوٹا ہے۔ اور ہاں اس کا خیال رکھنا کہ تمہارے بچّے کے رونے کی آواز اسے پریشان نہ کردے۔ میں بھی تھوڑی دیر میں تمہارے پاس پہونچتا ہوں۔"

چنانچہ وہ اپنے بچّے کو اپنے ہاتھ پر اُٹھائے ہوئے چل دی، اور جب باغ کے دروازے کے قریب پہونچی تو ایک نقاب پوش عورت پھٹے پُرانے میلے کپڑے پہنے تیزی کے ساتھ اس کے قریب سے ہو کر نکل گئی، اس نے کچھ خیال نہ کیا، لیکن جوں ہی اس نے دروازے میں قدم رکھا اس نے دیکھا کہ دروازے کے سامنے ایک چھوٹی سی گٹھری پڑی ہوئی ہے، اور کوئی چیز اس میں ہل رہی ہے۔ جب وہ اس کے قریب پہونچی تو دیکھا کہ ایک دودھ پیتا بچہ کپڑوں میں لپٹا ہوا پڑا ہے اور ربڑ کی ایک چُسنی اپنے منہ میں لئے ہوئے چوس رہا ہے۔

یہ دیکھ کر اسے وہ عورت یاد آگئی جو ابھی ابھی اس کے پاس سے تیزی کے ساتھ نکل گئی تھی اور اپنے دل میں کہنے لگی: "ہو نہ ہو یہ اُسی کا بچہ ہے وہ اپنے گناہ کو چھپانے اور ذلّت و رسوائی سے بچنے کے لئے اس کو یہاں پھینک گئی ہے۔" یہ کہہ کر اُس نے مالی کو آواز دی، جو باغ میں کسی دوسری طرف اپنے کاموں میں مشغول تھا۔ چنانچہ اس کے آنے پر وہ اُس گٹھری کے متعلق اس سے پوچھنے لگی، مالی خود بھی اسے دیکھ کر گھبرا گیا اور اس سے اپنی ناواقفیت ظاہر کرنے لگا۔ لیکن اس نے یہی مناسب سمجھا کہ اسٹیفن کی رائے معلوم کیے بغیر کچھ نہ کرے۔ چنانچہ وہ اس کی خواب گاہ کی طرف گئی اور اسے جھانک کر دیکھنے لگی، وہ اپنے بستر پر پڑا جاگ رہا تھا۔

اسٹیفن نے اسے دیکھا اور اندر بلا لیا۔ اندر جاکر کہنے لگی کہ "میں تو سمجھتی تھی کہ آج آپ دوپہر سے پہلے نہیں اُٹھیں گے۔" کہنے لگا "نہیں میں تو اب تک سویا ہی نہیں" اس کے بعد اُس نے اُس گٹھری کا واقعہ بیان کیا، اور اس نقاب پوش عورت کا بھی ذکر کیا جسے اس نے باغ سے نکلتے ہوئے دیکھا تھا، یہ سُن کر اسے شک ہو گیا اور وہی رات کے معمولی کپڑے پہنے ہوئے بڑی تیزی سے باہر نکل گیا اس نے دیکھا کہ اس کے پاس ہی کوئی سفید سی چیز بھی پڑی ہے۔ بغور سے دیکھنے پر معلوم ہوا کہ وہ ایک سربمہر لفافہ ہے اس نے اسے اُٹھا لیا اور اس کے عنوان کو پڑھنے لگا، اس پر لکھا ہوا تھا "ماجدولین کی طرف سے اسٹیفن کے نام" چنانچہ بڑی تیزی سے اس نے اسے پھاڑا اور اس پر ایک اُچٹتی ہوئی نگاہ ڈالتا ہوا چلا گیا اور آخر میں موت کا لفظ لکھا ہوا دیکھا تو وہ چیخ کر جوزفین سے کہنے لگا "وہ عورت جس کے متعلق تم کہہ رہی تھیں کہاں گئی؟" وہ کہنے لگی اس طرف کو گئی ہے! اور دریا کے راستے کی طرف اشارہ کرنے لگی۔"

یہ سُن کر خط اس نے اپنے ہاتھ سے پھینک دیا اور بڑی تیزی کے ساتھ دریا کی طرف بھاگنے لگا۔ وہاں پہونچ کر اس نے دیکھا کہ دریا کے کنارے سیکڑوں آدمی کھڑے ہوئے ہیں اور ان میں سے ہر شخص پانی کی طرف اشارہ کر رہا ہے۔ اس نے دیکھا

کہ ڈوبنے والی موجوں کے تھپیڑوں سے سخت مضطرب ہے اور برابر اپنے ہاتھوں کو کنارے کی طرف بڑھا رہی ہے۔ تیز و تند ہوائیں ہر طرف سے چل رہی تھیں اور اس کا دوست فرتز ڈوبنے والی کو بچانے کے لئے اپنی کشتی کو اس کی طرف بڑھاتا ہوا چلا جا رہا تھا۔

اس نے اسے دیکھا اور چیخ چیخ کر کہنے لگا: "اے فرتز اسے بچالے، اے میرے دوست اسے پکڑلے، یہ ماجدولین ہے" یہ کہہ کر اس نے اپنے کپڑے اپنے بدن سے اُتارے اور پانی میں کود پڑنے کے لئے آگے بڑھا۔

لوگ یہ دیکھ کر گھبرا گئے کہ کہیں اسے بھی کوئی صدمہ نہ پہونچ جائے اور اس کا راستہ روک کر کھڑے ہو گئے مگر وہ ان سب کو ہٹاتا ہوا اور بھیڑ کو چیرتا ہوا آگے بڑھا اور دریا میں کود پڑا اور کشتی کے پیچھے پیچھے جانے لگا۔ دریا کی موجیں کبھی اسے کشتی کے قریب کر دیتی تھیں، اور کبھی بہت دور لیجاکر پھینک دیتی تھیں۔ آخر اس کشمکش میں تھوڑی دیر کے بعد وہ کشتی کے قریب پہونچنے میں کامیاب ہو گیا اور اسے پکڑ لیا۔ اب کشتی بھی اس مقام کے قریب پہونچ چکی تھی جہاں ماجدولین کے بال کبھی سطح آب پر تیرنے لگتے اور کبھی ڈوب جاتے ـــــ اس وقت جبکہ لوگوں کے دل دھڑک رہے تھے، ایک خوفناک موج پہاڑ کی طرح اُبھری اور پھٹ کر ڈوبنے والی کو بھی اپنے ساتھ لے گئی ـــــ اسٹیفن گھبرا کر پانی میں کود پڑا، اور جس جگہ وہ ڈوبی تھی اسی جگہ خود بھی غوطہ مارا۔ بہت دیر تک دونوں ڈوبتے اُچھلتے رہے اور پھر دونوں ڈوبنے والی کو اپنے ہاتھوں پر لیئے ہوئے اُبھرنے لگے۔ دونوں میں سے کسی کو بھی خبر نہ تھی کہ وہ زندہ ہے یا مُردہ۔ یہاں تک کہ وہ دونوں پانی کو چیرتے ہوئے کنارے کی طرف بڑھے اور اسے زمین پر لٹا دیا۔ تمام لوگ اس پر جُھک پڑے اور اس کے دل کی آوازوں کو سُننے، اور تنفس کی آمد و شد کو محسوس کرنے لگے۔

اسٹیفن بھی ایک طرف کھڑا ہوا اس پر نگاہیں جمائے ہوئے دیکھ رہا تھا، یکایک وہ چونک پڑا، اس نے دیکھا کہ لوگ اسکے چاروں طرف جُھکے ہوئے ہیں اور سب نے اپنے اپنے سروں سے اپنی اپنی ٹوپیاں اُتار لی ہیں اور آہستہ آہستہ دُعاؤں میں مصروف ہیں، یہ دیکھ کر اس کا دل بیٹھ گیا اور سمجھ گیا کہ ماجدولین ختم ہو گئی۔

اس کے بعد سب لوگ ایک ایک کر کے رخصت ہو گئے اور جب وہاں کوئی نہ رہا تو اسٹیفن اپنی جگہ سے اُٹھا اور ماجدولین کی لاش کو اپنے ہاتھوں پر اُٹھا کر اپنے گھر لے آیا۔ فرتز بھی ساکت وصامت پیچھے پیچھے آرہا تھا، اور اسے لے کر گھر کی بالائی منزل پر چڑھ گیا، اور اسی نیلگوں کمرے میں لیجا کر اس مسہری پر لٹا دیا جو اس کی شادی کے لئے اس نے تیار کرایا تھا اور خود اس مسہری کے پایوں پر جُھک گیا، اور کئی گھنٹے اسی حالت میں پڑا رہا نہ اسے جنبش ہوئی اور نہ اس کی آنکھوں میں حرکت ہوئی۔ آخر دفن کا وقت آپہونچا اور ماجدولین کے چہرے سے چادر ہٹا کر اس نے اس کی پیشانی کو چوما اور پھر بے ہوش ہو کر گر پڑا۔

---

(۹۱)

مادام ولین کا خط
اسٹیفن کے نام

"اے اسٹیفن، اب میں تمہارے بعد اس روپیہ کو لیکر کیا کروں گی؟ تمہیں کھو دینے اور اپنی دُنیا کو تمہاری دُنیا سے الگ کر لینے کے بعد یہ نامراد زندگی میرے کس کام کی؟

میری تو یہی خواہش تھی کہ میں تمہارے لئے زندہ رہتی، لیکن میرے اور میری اس خواہش کے درمیان افسوس ہے (تم حائل ہو گئے، اس لئے کہ تم مجھ سے ناخوش تھے اور تمہارے خیال میں تمہیں مجھ سے انتقام لینا ضروری تھا۔

اے اسٹیفن، خدا گواہ ہے کہ میں نے اپنی زندگی میں تمہارے سوا کبھی کسی سے محبت نہیں کی اور نہ تمہارے سوا کسی دوسرے کے ساتھ رہ کر میرے دل کو کبھی کوئی سکون مل سکا، وہ شخص جس سے نکاح کرنے کی پاداش میں تم نے مجھ سے انتقام لینا پسند کیا، کبھی اس قابل نہ ہوا کہ اس محبت کو جو مجھے تمہارے ساتھ تھی ایک ذرہ بھی کم کر سکتا، اس لئے اگر تم میری غلطیوں سے چشم پوشی کر لیتے اور اپنے علم کو میری جہالت کی پردہ پوشی کی اجازت دیتے تو تم اپنے سامنے ایک ایسی لڑکی کو دیکھتے جو اپنے جذبات و میلانات کے لحاظ سے بالکل کنواری تھی۔

محبت کا پیام ہمارے سامنے چھلک رہا تھا اور ہمارے لئے بھی مناسب تھا کہ ہم اسے ایک ایک قطرہ کر کے پیتے یہاں تک کہ اس کے آخری قطرے تک پہونچ جاتے اور پھر ہم دونوں ایک ساتھ خوشی خوشی مر جاتے، لیکن یہ آرزو پوری نہ ہوئی اور ہم ایسے ہو گئے کہ اگر جئیں بھی تو لطف زندگی نہیں پا سکتے، اور اگر مریں بھی تو آرام کی نیند نہیں سو سکتے۔

اے اسٹیفن، تم مجھے معاف کیوں نہیں کر دیتے، حالانکہ زمانہ میرے گناہوں کی پاداش میں مجھ سے سخت انتقام لے چکا ہے، اس نے مجھ سے وہ دولت چھین لی جسے دیکھ کر میں تم سے غافل ہو گئی تھی، وہ شوہر مجھ سے لے لیا جس کی خاطر میں نے تم سے بے وفائی کی تھی اور محبت کی اس چنگاری کو جو میرے دل کی تاریکیوں کو روشن کر دیا کرتی تھی، ایک ایسی کھا جانے والی آگ میں بدل دیا جو اس کے گوشے گوشے میں بھڑک اٹھی اور اس کی گہرائیوں تک سرایت کر گئی اور مجھ میں ایسی کوئی جگہ نہ چھوڑی جہاں تمہارا غضب و انتقام سما سکے —،

اے اسٹیفن کیا تم جانتے ہو وہ کون عورت تھی، کل جس کے پاس بیٹھے ہوئے تم ملامت و سرزنش کر رہے تھے، اور اس کے گناہوں کو ایک ایک کر کے گنا رہے تھے اور اس کی ذلت و خواری کے منظر سے لطف اندوز ہو رہے تھے؟ —

وہ کچھ نہ تھی مگر ایک تباہ و برباد ہستی، جس کے احساس و شعور اور آثار حیات میں اسے ایک ایسی آنکھ کے علاوہ جو کھلی ہو اور دیکھتی نہ ہو، ایک ایسے کان کے علاوہ جو سنتا ہو مگر سمجھتا نہ ہو، اور ایک ایسے نفس کے علاوہ جو ہر چیز سے حتیٰ کہ خود اپنی ہستی سے بھی بے خبر ہو، زمانہ نے کچھ نہ چھوڑا ہو ـــــ یہی وہ عورت تھی جس پر تم نے ظلم کیا اور اس کی محرومی و ناتوانی پر ذرا ترس نہ کھایا اور اپنے مضبوط اور سخت ہاتھ کو اس کی طرف بڑھا کر اسے زخمی کر دیا حالانکہ وہ خود ہی زخموں سے چور چور تھی، اور پھر اس بُری طرح زخمی کیا کہ وہ جانبر نہ ہو سکی ـــــ،

اے اسٹیفن میں نے تمہیں معاف کیا۔ کیونکہ مجھے تم سے محبت ہے اور میں جانتی ہوں کہ تم نے مجھ پر یہ تمام مظالم صرف اس لئے گوارا کیے کہ تمہیں بھی مجھ سے محبت تھی۔ پس تم اپنی بخشش و مغفرت سے محروم نہ کرو اور ایک دفعہ پھر مجھے اپنے دل کی اُن ہی گہرائیوں میں جگہ دیدو جہاں اس سے پہلے مجھے جگہ دیا کرتے تھے اور جس کی خاطر میں آج اپنی زندگی قربان کر رہی ہوں، لیکن اگر تمہارے مذہب میں، ان کے گناہوں کا انتقام لینا ضروری ہو تو خدا کے لئے اس یتیم اور مسکین بچی سے میرے گناہوں کا انتقام نہ لینا، جس کا اس دنیا میں کوئی سہارا نہیں ہے ـــــ ہرچند وہ ایک ایسی عورت کی بچی ہے جس نے تمہارے ساتھ بیوفائی کی ہے تاہم وہ اس عورت کی بھی بچی ہے جس نے تم سے محبت کی ہے۔ میں اس وقت اسے تمہارے فضل و کرم کی پناہ میں دیتی ہوں جب تک تم زندہ ہو وہ زندگی کی تلخیوں سے ناآشنا رہے۔ اور تمہاری آنکھوں کے سامنے زمانہ کی مصیبتوں میں سے کوئی مصیبت اس پر نہ آئے ـــــ اس سے پہلے بھی تم اس کے ماں باپ پر احسانات کرتے رہے ہو، اسے اپنے سینہ سے لگا لینا، آلام حیات اور مصائب روزگار کے مقابلہ کے لئے تنہا نہ چھوڑ دینا اور جس وقت وہ اپنی زندگی کے راستے سے سب سے بڑے پتھر کو ہٹا رہی ہو، اس وقت تم اس معاملہ کو اپنے ہاتھ میں لے لینا، کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ ٹھوکر کھا کر گر پڑے اور پھر اس بات کو بھی کبھی نہ بھولنا کہ اس کی ماں اس سے بیحد محبت کرتی تھی اور اس نے موت کو زندگی پر صرف اس لئے ترجیح دی کہ وہ خود بدبخت اور ستائی ہوئی تھی۔ اور ڈرتی تھی کہیں اس کی بدبختی کا اثر اس کی بچی کی زندگی پر نہ پڑے۔

اے اسٹیفن رخصت! اے سارے جہان سے پیارے انسان رخصت! اب میں اس زندگی کو چھوڑ رہی ہوں اور اس وقت تم ہی وہ شخص ہو جس کے متعلق سوچ رہی ہوں اور جس کی جُدائی پر کفِ افسوس مل رہی ہوں ـ مجھے بھول نہ جانا اور کبھی کبھی میری قبر پر آتے رہنا، اگر سطح زمین پر قبر مجھے نصیب ہو، اور میری اس امانت کی حفاظت کرنا جو میں تمہارے سپرد کیے جا رہی ہوں۔

اچھا اے اسٹیفن رخصت! اب میں اپنی زندگی کے ان آخری لمحوں میں بس اسی قدر کہنا چاہتی ہوں کہ میں تم سے محبت کرتی ہوں، اور تمہاری خاطر جان دے رہی ہوں۔

---

(۹۴)

قبرستان

کہیں دوسرے دن شام کو اسٹیفن کے ہوش وحواس ٹھکانے ہوئے اور آنکھیں کھول کر اس نے اپنے چاروں طرف دیکھا۔ فرتز اور اس کے بیوی بچے قریب بیٹھے ہوئے رو رہے تھے، تھوڑی دیر تک وہ ان کو دیکھتا رہا، لیکن پھر فرتز کی طرف متوجہ ہو کر بولا:۔ "کیا تم لوگوں نے دفن کر دیا ؟" فرتز نے خاموشی سے سر جھکا لیا اور آہستہ سے کہنے لگا: "ہاں کل ہی دفن کر دیا تھا۔" پھر بچی کو پوچھا تو معلوم ہوا کہ جوزفین کے پاس ہے۔ اس کے بعد پوچھا خط کہاں ہے؟ اور خط لیکر اُسے گھر چلے جانے کا اشارہ کیا۔ چنانچہ وہ اپنے بیوی بچوں کو لیکر وہاں سے چلا آیا۔

جب اسٹیفن تنہا رہ گیا تو اس نے خط پڑھنا شروع کیا اور خدا ہی بہتر جانتا ہے کہ وہ کس قدر رویا۔ اس کے بعد اس پر بیہوشی کا دورہ پڑا اور جب آدھی رات کے بعد اسے ہوش آیا تو ایسا معلوم ہوتا تھا گویا وہ دیوانہ ہو گیا ہے۔

وہ باغ میں نکل گیا اور کان لگا کر ہر طرف سننے لگا، لیکن وہاں کوئی آواز نہ تھی اس نے دیکھا کہ باغبان اپنی کوٹھری میں پڑا ہوا سو رہا ہے اور اس کی کدال کوٹھری کے دروازے پر پڑی ہوئی ہے، اس نے اسے اٹھالیا اور باغ کا دروازہ کھول کر چپکے چپکے باہر نکل آیا ـــــ اور قبرستان کا رُخ کیا ـــــ اس وقت تاریکی بہت گہری تھی، ہوائیں تیز چل رہی تھیں اور بادل چاند کے چہرے پر چھائے ہوئے تھے۔ قبرستان کو تین طرف سے ایک نیچی سی دیوار گھیرے ہوئے تھی جو کئی جگہ سے ٹوٹی ہوئی تھی اور متعدد رخنے اور شگاف اس میں موجود تھے، اور اس کی چوتھی سمت دریائے جو تیز بہتا تھا، دریا کے کنارے کنارے اونچے اونچے اور گھنے درخت تھے۔ تند وتیز ہوائیں جب ان کے پتوں اور شاخوں کو زور سے جھنجوڑتیں تو ان کی کھڑکھڑاہٹ دریا کے بہتے ہوئے پانی کے شور سے مل کر بہت مہیب آواز پیدا کرتی ـــ

اسٹیفن اپنے راستے پر چلا جا رہا تھا یہاں تک کہ ان درختوں کے سرے اسے نظر آنے لگے اور ان کے پتوں کی کھڑکھڑاہٹ اسے سنائی دینے لگی اور ان کے نیچے سے اُبلتے ہوئے پانی کا شور اس کے کانوں میں پہونچنے لگا۔ اسے ایسا محسوس ہوا گویا وہ بھوتوں کے سیاہ سائے ہیں جو رات کی تاریکی میں ناچتے گاتے اس کی طرف بڑھتے چلے آرہے ہیں ـــــ لیکن وہ بڑھتا چلا گیا یہاں تک کہ قبرستان پہونچ گیا، چاند جب ذرا نکل آتا تو اسے راستہ مل جاتا تھا اور پھر ذرا دیر بعد جب بادلوں میں چھُپ جاتا، تو وہ بھی چلتے چلتے رُک جاتا تھا۔ چاند کی ہلکی سی روشنی میں وہ قبروں کو دیکھتا ہوا چلا جا رہا تھا۔ جن کی مٹی خشک ہو چکی تھی اور ان پر لگے ہوئے پودے سوکھ چکے تھے کیونکہ اب ان کے لگانے والوں کے دلوں کا غم پُرانا ہو چکا تھا اور وہ ان کی نگہداشت سے غافل ہو گئے تھے ـــــ اسی طرح وہ قبروں کو ڈھونڈھتا بھالتا چلا جا رہا تھا کہ اسے ایک نئی قبر دکھائی دی جس کی مٹی ابھی تک تر و تازہ تھی۔ چاند کی ہلکی سی

روشنی میں جو اس وقت اس پر پڑنے لگی تھی، اس نے "ماجدولین" لکھا ہوا دیکھا، وہ اپنے دونوں گھٹنوں پر جھک گیا اور آہستہ آہستہ کچھ دعا پڑھی۔ اس کے بعد وہ سیدھا کھڑا ہو گیا اور اس کدال کو جسے وہ اپنے ساتھ لایا تھا اٹھا لیا اور قبر کھودنے میں مشغول ہو گیا۔ کھودتے کھودتے اس کی کدال کسی ایسی چیز سے لگی جس سے ایک سخت آواز پیدا ہوئی اور خاموش فضا گونج گئی۔

اس کا سارا جسم کانپنے لگا، خون اس کی رگوں میں جم گیا۔ گھٹنوں کے بل زمین پر گر پڑا اور کدال اس کے ہاتھ سے چھوٹ گئی۔ کدال دراصل اس تابوت پر پڑی تھی جس میں نعش رکھی ہوئی تھی، لیکن وہ غلطی سے یہ سمجھا کہ شاید وہ میت کے سر سے ٹکرائی ہے۔

اس وقت چاند بڑی آب و تاب کے ساتھ بادلوں کے پیچھے سے نکل آیا تھا، اور تمام مقبرہ روشن ہو رہا تھا اور اسے ایسا نظر آ رہا تھا گویا تمام قبریں کھل گئی ہیں اور مُردے اپنی اپنی قبروں سے جھانک رہے ہیں۔ وہ گھبرا کر وہاں سے لوٹ آیا اور جب گھر پہونچا تو تھک کر گر پڑا اور زور زور سے کہنے لگا کہ "ہائے میں نے اسے قتل ہی نہیں کیا بلکہ اس کی صورت بھی بگاڑ دی"

پھر وہ مالی کو لے کر قبرستان گیا۔ چاندنی اس وقت بھی ہر طرف پھیلی ہوئی تھی، اسٹیفن سیدھا قبر تک گیا اور اس پر جھک گیا، اس نے دیکھا کہ کدال کا نشان تابوت پر بنا ہوا ہے اور اپنے اس خیال کی کوئی علامت اسے نظر نہیں آئی۔ اس نے مالی سے کہا کہ قبر پر مٹی ڈال کر اسے پہلے کی طرح درست کر دو۔ جب وہ اسے ٹھیک کر چکا تب اس نے اسے کدال اٹھا کر گھر جانے کا اشارہ کیا اور وہ خود قبر کے برابر بیٹھ گیا، اس کی مٹی کو چومنے اور آنکھوں سے لگانے لگا اور چیخ چیخ کر رونے لگا کہ:

"اے ماجدولین میری تو یہی آرزو تھی کہ میں تمہارے پہلو میں دفن ہوتا لیکن افسوس کہ یہ تمنا بھی پوری نہ ہو سکی، تاہم میں جانتا ہوں کہ یہ دن بھی کچھ دور نہیں ہے۔"

اسٹیفن اس روز سے بہت افسردہ خاطر اور غمگین رہنے لگا۔ اب وہ زندگی کو اس مسافر کی نگاہ سے دیکھنے لگا جو کسی ایسے گھر میں جا اُترے جہاں اس سے پہلے کبھی نہ اُترا ہو اور وہاں اس کا دل نہ لگے، اس کا حال روز بروز زبوں تر ہوتا گیا، وہ لوگوں سے نفرت کرنے اور انہیں دیکھ کر گھبرانے لگا اور ان کی آوازیں اس کے کانوں پر گراں گزرنے لگیں۔ حتیٰ کہ اس نے دوستوں سے ملنا جلنا چھوڑ دیا۔ سوتے جاگتے، چلتے پھرتے ماجدولین کا خیال، اس کے دریا میں ڈوبنے کا نظارہ، سطح آب پر اس کے بھورے اور سنہرے بالوں کے تیرنے کا منظر اور مدد کے لئے اس کا اپنے دونوں ہاتھوں کو بڑھانا لیکن کسی مددگار کو نہ پانا اور نہ ڈوب جانا، ہر وقت اس کے سامنے رہنے لگا ـــــ ان باتوں کو یاد کر کے اس کے دل کو وہ اذیت ہوتی کہ اسے کسی طرح چین نہ ملتا تھا۔ اور وہ چیخ چیخ کر یہی کہتا تھا کہ ہاں میں نے ہی اسے قتل کیا ہے، میں نے ہی اس کے جگر کے ٹکڑے کو اس سے چھینا ہے، میں بھی کس قدر بدبخت اور بدنصیب ہوں۔ میری تقدیر میں یہی لکھا تھا کہ میں ان تمام لوگوں کو جو اس زمین کے اوپر مجھ سے محبت کرتے ہیں اپنے ہاتھوں سے قتل کروں اور ان کے بعد بدنصیب اور گرفتار عذاب ہو کر ان پر ماتم کرنے کے لئے رہ جاؤں، نہ انہیں فراموش کر سکوں اور نہ ان تک پہونچ سکوں۔

(۹۳)

بیتھوون

کوبلانس کی مجلسوں اور محفلوں میں اب اسٹیفن بالکل شریک نہ ہوتا تھا اور جب اس کے احباب کو حالات معلوم ہوئے تو انہیں بڑی فکر پیدا ہوئی کہ مبادا زمانہ کا بے رحم ہاتھ اس باکمال ہستی کو ان کے ہاتھ سے چھین لے۔ چنانچہ ان حالات کے پیش نظر اُنہوں نے ایک بڑا جلسہ کیا، جس میں موسیقی کے بڑے بڑے ماہر، مشہور مشہور تمثیل نگار اور اصحاب شعر و ادب نے متفقہ طور پر یہ طے کیا کہ اُس کی ملاقات کے لئے اس کے گھر چلنا چاہئے اور اس وقت تک اس کے پاس ٹھہرنا چاہئے جب تک کہ وہ اپنی اس گوشہ نشینی کو خیر باد نہ کہہ دے اور اپنی پہلی زندگی کی طرف واپس نہ لوٹ آئے۔

چنانچہ اُنہوں نے اسے لکھا کہ ہم لوگ کل تمہاری ملاقات کے لئے آنے والے ہیں اور دوسرے روز شام کو یہ سب لوگ اپنی اپنی گاڑیوں پر سوار ہوکر، اور ان میں سے اکثر اپنی عورتوں اور لڑکیوں کو ہمراہ لے کر، اس کے گاؤں پہونچ گئے۔ اسٹیفن نے ان لوگوں کا استقبال بڑی خندہ روئی اور کشادہ پیشانی سے کیا، اور یہ کسی طرح ظاہر نہ ہونے دیا کہ وہ اپنے پہلو میں کوئی رنج و غم چھپائے ہوئے ہے —— وہ لوگ اسے اس حالت میں دیکھ کر بہت خوش ہوئے اور سمجھے کہ یا تو وہ اپنے غم سے نجات پا چکا ہے یا عنقریب پانے والا ہے، اور یہ ہلکی سی زردی جو ہر وقت اس کے چہرے پر چھائی رہتی ہے گزشتہ واقعات کا اثر ہے جو خود بخود جاتا رہے گا۔

اسٹیفن نے ان لوگوں کے رات کے کھانے کے لئے اپنے باغ میں ایک وسیع دسترخوان بچھوایا اور یہ سب مرد عورت جو تیس سے کچھ زیادہ تھے وہاں جاکر بیٹھ گئے اور وہ خود بھی ان سب کے درمیان بیٹھا ہوا اپنی دلچسپ اور لطیف باتوں سے سامان دلچسپی فراہم کرتا رہا —— جب سب لوگ کھانے سے فارغ ہو گئے تو چھوٹی چھوٹی ٹولیاں بنا کر باغ میں ادھر اُدھر ٹہلنے لگے، یہاں تک کہ رات کا کچھ حصہ گزر گیا۔ اس وقت ان میں سے ایک شخص نے یہ خواہش ظاہر کی کہ باغ کی فضا میں پیانو منگوایا جائے اور پھر جو شخص بھی پسند کرے اسے بجانے کی تکلیف دی جائے —— چنانچہ پیانو منگوایا گیا اور سب سے پہلے فرڈریک اُٹھا اور موسیقار عظیم بیتھوون کے راگوں میں سے ایک راگ بیٹھ کر گانے لگا —— سامعین اس راگ کو سنکر بےحد متاثر ہوئے اور ان میں سے ایک شخص کہنے لگا:۔

"سچ تو یہ ہے کہ بیتھوون خدا کا ایک رسول تھا، کیونکہ تمام ماہرین موسیقی میں تنہا وہی شخص تھا جس نے فطرت کی زبان میں باتیں کیں اور اسی کے نغموں اور ترانوں کو دُہرایا" —— یہ سُن کر شاعر سیدڈرت کہنے لگا، اگر ہم میں سے کسی شخص کو اس کے آخری زمانے کے حالات معلوم ہوں تو براہ کرم بیان کرے۔ اسٹیفن کہنے لگا، میں آپ لوگوں کو اس کے حالات سُناؤں گا، میرا

اُستاد ہومل اس کی زندگی کے آخری دنوں میں اس کا رفیق رہا تھا اور مرنے کے بعد اس نے اُسے اپنے ہاتھوں سے سپردِ خاک کیا تھا وہ اکثر زندگی کے آخری ایام کا تذکرہ کیا کرتا تھا اور پھر اُنہیں یاد کر کے گھنٹوں روتا رہتا تھا، چنانچہ میں آپ لوگوں کے سامنے اسی طرح بیان کرتا ہوں جس طرح کہ وہ مجھ سے کہا کرتا تھا:۔

"زمانہ نے بیتھوون کے ساتھ جس بے رحمی کا سلوک کیا، وہ کسی کامل فن کے ساتھ کسی زمانہ میں نہ کیا گیا ہوگا۔ اس نے اس دُنیا کے لئے کیسے کیسے ملکوتی نغمے ایجاد کئے، لیکن دُنیا نے کوئی پروا نہ کی، اسی کے ساتھ اس کے ہم پیشہ حاسدوں کی مصیبت بھی کچھ کم نہ تھی۔ یہی وہ لوگ تھے جو اس کے سامنے آکر اس کا راستہ روک لیتے تھے، اور جب کبھی وہ ان کے سامنے اپنا ستار لیکر کھڑا ہوتا تو یہ اس کا استہزاء کرتے —— یہاں تک کہ اُنہوں نے اس کی زندگی کو مکدر کر دیا اور اپنی عظمت و شہرت میں خود اسے بھی شک ہونے لگا۔ اگر اس کا دوست ہومل جو اس کے لئے ایک سچے آئینہ کی طرح تھا اور جس میں کبھی کبھی وہ اپنے صحیح خدوخال دیکھ لیا کرتا تھا موجود نہ ہوتا تو یقیناً عالمِ یاس و ناامیدی میں وہ موسیقی سے دست بردار ہو چکا ہوتا، پھر بھی وہ گھبرا کر نکل کھڑا ہوا اور شہروں شہروں پھرنے لگا، اس حال میں کہ اس کے پاس اسبابِ رزق میں سے سوائے اُس کے ایک ستار کے اور کوئی دوسری چیز نہ تھی، وہ جنگلوں، بیابانوں اور پہاڑ کی چوٹیوں پر جہاں فطرت کی آواز کے علاوہ کوئی دوسری آواز اسے سُنائی نہ دیتی تھی، اپنے ستار کے تاروں پر اپنے رنج و غم کو ظاہر کرتا اور ایسی حالت میں جبکہ وہ فاقے سے ہوتا، وہ بڑے بڑے عظیم المرتبت نغمے ایجاد کرتا، بسا اوقات ایسا ہوتا کہ وہ گھومتے گھومتے دریائے ڈینوب کے کنارے تک جا پہونچتا، اور اس کے ساحلوں پر گھومتا رہتا، اور اگر دریا اپنے جانداروں میں سے کسی چیز کو اپنے کنارے پھینک دیتا تو وہ اسے اُٹھا کر کھا لیتا، یہاں تک کہ اس کے دوست ہومل کو اس کی خبر ملتی اور وہ اسے آبادی کی طرف واپس لے آتا"

—— پھر اسے اس حالت تک پہونچا کر بھی زمانہ کو چین نہیں پڑا، اور اسے اس کے آخری زمانہ میں بہرا کر دیا، لیکن اسے اس حادثہ کا کچھ زیادہ افسوس نہیں ہوا، بلکہ اپنے دل میں کہنے لگا: "خدا کا شکر ادا کرتا ہوں کہ اس نے مجھے ان لوگوں کی آدھی شرارت سے محفوظ کر دیا کاش ایسا ہوتا کہ وہ مجھے نصف آخر سے بھی اپنی حفاظت میں لے لیتا، تاکہ میں ان کی صورتوں کو دیکھتا اور نہ ان کی آوازوں کو سُن سکتا ——"

—— آخر میں وہ بالکل خاموش ہو گیا، اور شہر بادن کے قریب ہی ایک جنگل میں چلا گیا اور تن تنہا وہاں رہنے لگا۔ نہ اپنے دل کی آواز کے علاوہ کوئی دوسری آواز سُنتا اور نہ ان اندرونی نغموں کے علاوہ جو ہر وقت اور مسلسل اس کے دل کی گہرائیوں میں بلند ہوتے رہتے، کوئی دوسری چیز اس کے کانوں تک پہونچتی۔ ہاں کبھی کبھی وہ اپنے دوست ہومل سے مل لیتا تھا، چنانچہ جب کبھی وہ اس کے پاس جاتا تو اسے اپنے اپنے نئے نغمے سُنایا کرتا —— وہ اپنی اس عزلت و تنہائی میں بھی بہت دنوں تک نہیں رہ سکا، کیونکہ اُس کے ایک بھانجے کا جو کہ ویانا میں رہتا تھا اور جسے اس نے بچپن ہی سے اپنا متبنیٰ بنایا تھا اس کے پاس ایک خط آیا، جس میں لکھا ہوا تھا کہ اس پر ایک سخت تہمت لگائی گئی ہے اور بغیر اس کے آئے ہوئے اس سے نجات پانے کی

کوئی صورت نظر نہیں آتی۔

چنانچہ وہ اپنے دوست ہوٹل سے ملے بغیر روانہ ہو گیا۔ اس وقت اس کے پاس اتنے روپے بھی نہ تھے جو اس سفر کے لئے کافی ہو سکتے۔ چنانچہ کبھی پیدل اور کبھی بار برداری کی گاڑیوں پر سوار ہو کر وہ اپنا یہ طویل سفر طے کرنے لگا۔ یہاں تک کہ وہ بہت تھک گیا اور چلنے سے عاجز ہو گیا۔ منزل مقصود ابھی تک بہت دور تھی کہ ایک رات اس کا گزر ایک ایسے چھوٹے سے گھر پر ہوا جو گاؤں سے باہر بنا ہوا تھا۔ وہ اس کے دروازے پر جا کر کھڑا ہو گیا اور ہلکے ہلکے اسے کھٹکھٹانے لگا۔ صاحب خانہ باہر آیا اور کہنے لگا کیا کام ہے۔ اس نے کہا کہ " میں ایک بوڑھا، بہرا مسافر ہوں، رات ہو چکی ہے اور تھکان کی زیادتی سے اب آگے بڑھنے کی طاقت مجھ میں نہیں ہے۔ آپ براہ کرم مجھے اپنے یہاں ایک رات ٹھہر جانے کی اجازت دیجئے اور اگر مناسب سمجھیں تو میرے لیئے روٹی کے چند ٹکڑوں کا بھی انتظام کر دیجئے۔"

چنانچہ اس شخص کو اس پر ترس آ گیا اور اسے اپنے گھر میں لے آیا، اور بہت ہی عزت و احترام کے ساتھ لیجا کر بٹھا دیا۔ کھانے سے فارغ ہو کر وہ ہال کے ایک کونے میں انگیٹھی کے قریب جا کر بیٹھ گیا۔ اور صاحب خانہ جو موسیقی کا بڑا دلدادہ تھا۔ پیانو کے سامنے جا کر بیٹھ گیا، اور اپنی دونوں بیٹیوں کو بھی ستار اٹھانے کا اشارہ کیا۔

بیتھوون اسے گاتا دیکھ کر بہت خوش ہوا اور ہر چند وہ نہ سن سکا کہ یہ کیا گا رہے تھے لیکن ان کی کیفیت سے یہ اندازہ کر سکا کہ — یہ لوگ جس گیت کو گا رہے تھے اس کا ان کی طبیعتوں پر گہرا اثر تھا۔

بیتھوون اپنی جگہ سے اُٹھا اور ان کے پاس جا کر کہنے لگا۔ " دوستو! میں تمہارے گانے کو کچھ بھی نہ سن سکا۔ ہاں اسی قدر سمجھ سکا ہوں کہ یہ بہت ہی پر اثر نغمے تھے، اس مصیبت کے نازل ہونے سے پہلے جس میں تم مجھے دیکھ رہے ہو میں بھی موسیقی کا از حد دلدادہ تھا اور مجھے اپنی زندگی میں گانے سے زیادہ کوئی چیز مرغوب نہ تھی۔ کیا تم مجھے اجازت دیتے ہو کہ موسیقی کے اس ورق کو ایک نظر میں بھی دیکھ لوں اور جس گیت کو تم اس وقت گا رہے تھے اسے پڑھوں — اس نے وہ ورق اس کی طرف بڑھا دیا، اور بیتھوون اس پر جھک کر اسے پڑھنے لگا اور جوں ہی اس کی نظر اس پر پڑی اس کا رنگ زرد پڑ گیا، اس کا ہاتھ کانپنے لگا اور اس کی پیشانی پسینہ سے تر ہو گئی اور وہ زور زور سے رونے لگا۔

اسے روتا دیکھ کر لوگ اس کی طرف متوجہ ہوئے اور گھبرا کر اپنی جگہ سے کھڑے ہو گئے اور چاروں طرف اسے گھیر کر اس کے رونے کا سبب پوچھنے لگے۔

بیتھوون نے کہا " میرے عزیزو! یہ گیت میرا ہی ہے اور میں ہی بیتھوون ہوں"

لوگ یہ سن کر گھبرا گئے اور تھوڑی دیر تک تو عالم حیرت و وارفتگی میں اسے دیکھتے رہے پھر انھوں نے اپنے اپنے سروں سے اپنی اپنی ٹوپیاں اُتار لیں اور انتہائی عجز و انکسار کے ساتھ اس کے سامنے جھک گئے اور یکے بعد دیگرے

اس کے ہاتھوں کو لیکر چومنے لگے اور یہی ساعت اس کی زندگی کی وہ ساعت تھی جس میں وہ عزت واحترام کی لذت سے آشنا ہوا اور یہی وہ ساعت تھی جب موت کا پرندہ اس کے سر پر سے اُڑتا ہوا نکل گیا کیونکہ ٹھیک اسی وقت اس نے اپنے پہلو میں ایک تکلیف دہ چمک محسوس کی، اور جہاں تھا وہیں گر پڑا۔

لوگوں نے اسے اپنے ہاتھوں پر لے لیا اور لیجا کر بستر پر لٹا دیا اور تمام رات اس کے سرہانے بیٹھے ہوئے اس کی تیمار داری میں مصروف ہو گئے۔ کبھی تو اس کی حالت ذرا سنبھل جاتی اور کبھی پھر بے ہوش ہو جاتا۔

اس کا دوست ہوتل اس کے اس سفر سے واقف ہو چکا تھا۔ چنانچہ وہ بھی اس کے پیچھے پیچھے دیکھتا جاتا، جگہ جگہ پوچھتا گچھتا چلا آرہا تھا، یہاں تک کہ اسے اس گاؤں کا پتہ چل گیا جہاں وہ اُترا تھا، اور اس گھر کا بھی جس میں وہ ٹھہرا تھا، پہونچ گیا، اور وہاں اسے دم توڑتے دیکھ کر رونے اور ماتم کرنے لگا۔

تھوڑی دیر بعد بیتھوون کو اس کی موجودگی کا علم ہوا، اسے دیکھ کر وہ مُسکرایا اور کہنے لگا: "اے ہوتل کیا تم اپنے ساتھ میرے لئے میرا ستار بھی لائے ہو؟"

ہوتل کہنے لگا: "جی ہاں لایا ہوں، لیجئے آپ کا یہ ستار حاضر ہے"۔ پس اس نے وہ ستار اس کے ہاتھ سے لے لیا اور اپنے ایک ہاتھ کا سہارا لے کر اُٹھا اور اُٹھ کر بیٹھ گیا اور ان سب لوگوں کے سامنے اپنا مشہور اور پُر درد گیت "اے رب تو نے مجھے کیوں بد قسمت بنایا حالانکہ میں نے تیرے بندوں میں سے کسی کو نہیں ستایا"۔ گانے لگا اور اسے ختم کرتے ہی اس کے دونوں ہاتھ کانپنے لگے، اس کی دونوں آنکھیں اُبھر آئیں اور پسینہ اس کی پیشانی پر بہہ کر ٹپکنے لگا وہ اپنے تکیہ پر گر پڑا، اور موت کی غشی اس پر چھا گئی۔ پھر ذرا دیر بعد اس نے اپنی آنکھیں کھولیں اور اپنے دوست ہوتل کو اپنے برابر بیٹھا ہوا دیکھ کر اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے لیا اور بولا: "اے ہوتل، کیا میں اپنی زندگی میں بڑا آدمی نہ تھا؟" وہ کہنے لگا۔ "کیوں نہیں؟ بے شک آپ تو بہت بڑے آدمی تھے"۔

یہ سن کر اس کا چہرہ خوشی سے چمکنے لگا، اور اس نے اپنی آنکھیں یہ کہتے کہتے بند کر لیں: "اب میں اس دنیا سے بامراد رخصت ہو رہا ہوں"۔ اس کے بعد اس کا انتقال ہو گیا۔

(۹۶)

نغمۂ موت

اسٹیفن نے یہ قصہ ابھی پوری طرح ختم بھی نہ کیا تھا کہ اس کے چہرے کا رنگ زرد پڑ گیا اور اس کا سر زمین کی طرف جھک گیا، اس حالت میں دیکھ کر لوگ اس کی طرف متوجہ ہو گئے، انھوں نے دیکھا کہ وہ ایک ہاتھ سے دل کو تھامے ہوئے

ہے اور آنسو اس کے رخسار پر بہہ رہے ہیں۔ یہ دیکھ کر ان میں سے ایک شخص نے پوچھا: "کیوں رو رہے ہو؟"
تھوڑی دیر تو وہ اسی طرح سر جُھکائے بیٹھا رہا، پھر بولا: "میں اس شخص پر رو رہا ہوں، جو جب تک جیا بدبخت جیا اور جب مرا تو فقیر و محتاج مرا۔" ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ان لوگوں کے لئے جو اس دُنیا میں کچھ کام کرنا چاہتے ہیں، یہی مقدر ہو چکا ہے کہ وہ یہاں ان عظیم الشان درختوں کی طرح زندگی بسر کریں جو کسی تپتے ہوئے جنگل میں کھڑے ہوں، گزرنے والے ان کے سائے کی ٹھنڈک سے فائدہ اُٹھائیں اور وہ خود بادِ سموم کے جھونکوں میں جھلستے رہیں"۔۔۔ لوگ اسی طرح خاموش بیٹھے سُن رہے تھے کہ دفعتاً وہ اپنی جگہ سے اُٹھا اور بڑے سکون و اطمینان کے ساتھ پیانو کی کرسی کی طرف بڑھا اور حاضرین کی طرف متوجہ ہو کر کہنے لگا۔
"دوستو! میں تمہارے سامنے بیتھوون کے حالاتِ زندگی بیان کر چکا۔ اب اگر اجازت ہو تو میں تمہیں اس کا وہ گیت بھی سُنا دوں جو اُس نے اپنی زندگی کے آخری لمحات میں گایا تھا"۔۔۔ چنانچہ اس نے وہی گیت شروع کیا:۔
"اے رب تو نے مجھے کیوں بدقسمت بنایا حالانکہ میں نے تیرے بندوں میں سے کسی کو نہیں ستایا" اور بہت ہی ہلکے اور نیچے سروں میں گانے لگا۔ لیکن اس کے جذبات اور زیادہ بھڑکنے لگے، اُس کی آواز بلند ہونے لگی، اور اس کے نغمے فضا کی وسعتوں میں گونجنے لگے۔ ایسا محسوس ہو رہا تھا کہ وہ اپنے ساز کے تاروں کو نہیں چھیڑ رہا ہے، بلکہ درد کی شدت سے تڑپ تڑپ کر رو رہا ہے اور اس کی سانسوں سے اس کے جلتے ہوئے جگر کی بو آ رہی ہے۔۔۔ جتنا جتنا زیادہ گاتا تھا اس کا تاثر زیادہ بڑھتا جاتا تھا، اس کے جذبات اور زیادہ بھڑکتے جاتے تھے۔ یہاں تک کہ وہ اپنے آپ سے اور اپنے ماحول سے بے خبر ہو گیا اور وارفتگی و خود فراموشی کی ایک عجیب کیفیت اس پر طاری ہو گئی۔۔۔ جب وہ اپنے نغمے کے آخری حصّے پر پہونچا جو زیادہ طویل اور فضا میں سب سے زیادہ گونجنے والا تھا، تو حاضرین کھڑے ہو گئے اور زور زور سے تالیاں بجانے لگے اور "اسٹیفن زندہ باد" کے نعرے لگانے لگے۔۔۔ اِدھر یہ لوگ زور زور سے تالیاں بجا رہے تھے، اس کی درازیٔ عمر کی دعائیں مانگ رہے تھے، اُدھر اس کا سر اس کی کُرسی کی پشت کی طرف جُھک چُکا تھا، اس کا چہرہ کانپ رہا تھا، رنگ بدل چکا تھا اور اپنے دونوں ہاتھوں سے اپنے سینے کو دبائے ہوئے تھا۔
یہ دیکھ کر لوگوں کے ہوش و حواس اُڑ گئے اور بستر پر لیجا کر لٹا دیا۔ طبیب نے آ کر اس کا معائنہ کیا اور پھر نگاہِ یاس سے سب کی طرف دیکھنے لگا۔۔۔ سب لوگوں نے نہایت خاموشی اور درد کے ساتھ گردنیں جُھکا لیں اس کے چاروں طرف آ کر کھڑے ہو گئے اور خدا کے ارادے کا انتظار کرنے لگے۔ تھوڑی دیر بعد اس نے آنکھیں کھولیں اور اپنے اردگرد دیکھنے لگا۔ پھر فرتز کا نام لے کر پکارا جو وہیں موجود تھا۔ جب وہ سامنے پہونچا تو دیر تک اسے دیکھتا رہا، پھر اس نے ماجد ولین کی لڑکی کا نام لیا اور جب وہ اس کے سامنے لائی گئی تو اسے اپنے سینہ سے لگایا اور پیار کیا۔ اس کے بعد وہ حاضرین کی طرف متوجہ ہوا اور نہایت پست اور ٹوٹے ہوئے لفظوں میں

بولا :-

" دوستو! میں تمہیں گواہ بناتا ہوں کہ میری کل دولت ان دو شخصوں کی ہے " یہ کہکر اس نے فرتز اور ماجدولین کی لڑکی کی طرف اشارہ کیا اس کے بعد وہ پھر غافل ہوگیا اور جب ایک گھنٹے کے بعد اس نے دوبارہ آنکھیں کھولیں اور اپنے اردگرد لوگوں کو روتے دیکھا تو اس کے ہونٹوں پر تبسم کی ایک خفیف سی لہر دوڑ گئی اور بولا :-

" اے فرڈریک میں وصیت کرتا ہوں کہ تم میرے تمام گیتوں کو ایک کتاب میں جمع کر دینا اور اے فرتز تم سے میری اتنی وصیت ہے کہ مجھے ماجدولین کی قبر میں دفن کر دینا اور اس معصوم بچی کا ہر طرح خیال رکھنا اور جب وہ جوان ہو جائے تو کسی ایسے شخص سے جسے وہ اپنے لئے پسند کرے اس کی شادی کر دینا اور پھر میں تم سب کو یہ وصیت کرتا ہوں کہ میری موت پر غمگین نہ ہونا، کیونکہ اگرچہ میں اپنی زندگی میں بدقسمت ضرور رہا، لیکن جیسا کہ تم اس وقت دیکھ رہے ہو میں نہایت خوش قسمت مر رہا ہوں "

یہ کہہ کر اس نے اپنی جان جان آفریں کے سپرد کر دی۔

(۹۷)

انجام

لیکن فرتز اور اس کے خاندان کی حالت شدھر گئی اور ان کی زندگی خوش حالی میں تبدیل ہوگئی۔ جسے سوائے اسٹیفن کے غم مرگ کے کوئی دوسری چیز مکدر کرنے والی نہ تھی۔ چھوٹی ماجدولین کو فرتز نے اپنے دامن حمایت میں لے لیا اور اپنے لڑکے برنارکے ساتھ پرورش کیا جس کے ساتھ اس نے اپنے بچپن میں دودھ پیا تھا اور اسے بالکل سادہ اور دیہاتی طریقے پر پالا، یہاں تک کہ وہ دونوں جوان ہوگئے اور ایک دوسرے سے نہایت شریفانہ اور پاکیزہ محبت کرنے لگے اور جس نے بعد کو شادی کی صورت اختیار کر لی۔

اسٹیفن کے گھر کو " جمعیۃ الموسیقی برلن " نے خرید لیا اور اُسے اسٹیفن کی یادگار کے طور پر محفوظ رکھا۔ یہ گھر اس وقت تک زیارت گاہ عام و خاص ہے۔ لوگ دور دور سے اس کی زیارت کو آتے ہیں اور ان تاریخی اوراق کو دیکھتے ہیں جنھیں شاعر ئیدلوف نے مرتب کیا ہے، وہ اس کے باغ کو دیکھتے ہیں اور اس کے اطراف و جوانب میں پھیلے ہوئے بنفشہ کے پھولوں کو دیکھتے ہیں اور اس حوض کا جو باغ کے وسط میں بنا ہوا ہے اور اس جنگلے کا جو اس کے چاروں طرف لگا ہوا ہے طواف کرتے ہیں۔ پھر انہیں وہ کرسی نظر آتی ہے جس پر اسٹیفن اور ماجدولین بیٹھا کرتے تھے اور پھر اس نیلگوں

کمرے کو دیکھتے ہیں جو حجلۂ عروسی بننے کی جگہ ماتم کدہ بنا اور پھر اس کی لائبریری اس کے ستار اور اس کے پیانو کو دیکھتے ہیں، جس پر اپنی زندگی کے آخری لمحوں میں اس نے نغمۂ موت گایا۔

اس گھر کی زیارت سے فارغ ہونے کے بعد لوگ مقبرہ کی طرف جاتے ہیں اور اُس قبر کو دیکھتے ہیں جہاں دونوں بدقسمت مدفون ہیں۔